دُنیائے تصوّف کی نادر و نایاب تصنیف

سِلکُ السّلوک (مترجم)

تصنیف

امیر الفقراء حضرت خواجہ ضیاء الدّین نخشبی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تحشیہ

مفتی محمد شمشاد حسین رضوی ایم اے



الرؤف پبلیکیشن دہلی

نذرانۂ عقیدت

حضرت کا تصرف کہ ترجمہ لفظی ترجمہ نہ ہو کر روح البیان بن گیا۔ مترجم نے مخلوق کی رہبری کے لئے چھوٹے سرکار کے مقرب و ہمعصر ہمارے وطن میں آرام فرما اولیاء ہند میں شمار ایک ولی کامل کی سربستہ تعلیمات و ہدایات کو ہماری زبان میں پہنچانے کی ناقابل فراموش خدمت انجام دی۔

ترجمہ کی زبان، انداز بیان سہل اور عام فہم ہے جس کے اندر حوالہ جات کے ساتھ بزرگان دین کے مختصر تعارف نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مقالات اور تعلیمات کا مقصد اصلاح نفس برائے معاشرہ ہے جس میں نجات کی راہیں عیاں ہیں۔ ترجمہ بمعہ مقدمہ خود میں اتنا مزئین اور مکمل ہے کہ مترجم کی قادر الکلامی اور ان کی علمی صلاحیتوں کا جیتا جاگتا شاہکار ہے۔ قارئین اس کے مطالعہ سے انشاء اللہ مستفید ہوتے رہیں گے۔

میری دلی دعا ہے کہ مترجم کی اس محنت کو اللہ پاک قبول فرمائے اور مترجم کو دنیاوی اور دینوی انعامات و اکرام سے نوازے، آمین۔ ہم سب اس کے لئے احسان مند ہیں۔

عبداللطیف خاں (ایم۔اے۔) بدایوں

جناب قبلہ مفتی شمشاد حسین رضوی صاحب مدظلہ العالی نے ہماری عرضداشت پر نخشبیؒ کی گنجینۂ معرفت و سلوک کی نادر و نایاب تصنیف 'سلک السلوک' کا سلیس اردو ترجمہ کر کے حضرتؒ کے مفہوم کو ایسے پیرایہ اظہار میں پیش کیا ہے جس کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ یہ حقیقت بھی واضح طور پر قابل تحسین ہے کہ اصل فارسی عبارت کی روشنی میں ترجمہ میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا۔ مفتی صاحب کی فنی علمی قابلیت میں اُن کی مہارت ایک کھلی ہوئی کتاب کے مانند ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کر کے ہم سب کے عروقِ مردہ میں خونِ زندگی دوڑنے لگے گا۔ ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مفتی صاحب کو اپنی لازوال رحمتوں و برکتوں سے نوازے۔ مزید یہ بھی دعا ہے کہ اس کی برکت سے......

مفتی صاحب کو عمر و عز و جاہ ملے　　　وہ بنیں سب اہل قلم کے محور

آمین۔

شمیم الدین صدیقی قادری (ایڈوکیٹ) بدایوں

HAZRAT NAKHSHABI ACADEMY
BUDAUN

دُنیائے تصوّف کی نادر و نایاب تصنیف

سِلکُ السّلوک (مترجم)

تصنیف

امیر الفقراء حضرت خواجہ ضیاءُ الدّین نخشبی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

شاگرد رشید ملک الشعراء حضرت شیخ شہاب الدین مہمرہؒ بدایونی

ترجمہ و تحشیہ

قادر الکلام مفتی محمد شمشاد حسین رضوی ایم۔اے

خلیفہ حضرت سبحانی میاں مدظلہ العالی (صدر معلم) مدرسہ شمس العلوم بدایوں

الرؤف پبلیکیشن دھلی

۲۰۵/۶، اولڈ کردم پوری، شاہدرہ نئی دہلی۔۹۴

نام کتاب - سلک السلوک (مترجم)

نام مؤلف - حضرت علامہ الشیخ حافظ ضیاء الدین نخشبی بدایونی علیہ الرحمہ

نام مترجم - حضرت مفتی محمد شمشاد حسین رضوی ایم۔اے

ناشر - حضرت نخشبی اکیڈمی بدایوں
محلّہ چودھری سرائے، بدایوں شریف (یوپی)

تقسیم کار - الرؤف پبلکیشن، دہلی

کمپوزنگ - طیبہ کمپیوٹر (پشتہ) سوتھہ بدایوں

ڈیزائننگ - مکی گرافکس، دہلی 9999253492

سنہ اشاعت - جنوری ۲۰۰۷ء مطابق محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

ضخامت - 400 صفحات تعداد - 1000

قیمت - Rs.120/- (ایک سو بیس روپئے)

ملنے کے پتے:-

رضوی دارالافتاء چودھری سرائے بدایوں — دارالعلوم شاہ ولایت قبول پورہ بدایوں

مکتبہ نعیمیہ ۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی — قادری دارالاشاعت مٹیا محل جامع مسجد دہلی

ناز بک ڈپو، دکان نمبر 1، محمد علی روڈ، ممبئی — نیو سلور بک ایجنسی، محمد علی روڈ، ممبئی

برکاتی بکڈپو، نومحلہ مسجد، بریلی شریف — شوقین بکڈپو، گھنٹہ گھر، بدایوں شریف

اظہارِ تشکر

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کوئی بھی کام انفرادی طور پر انجام پذیر نہیں ہوتا بلکہ اس کے پس پردہ بہت سے افراد اپنی اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیتے ہیں۔ سلک السلوک کا یہ ترجمہ وتحشیہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی اشاعت میں مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھائیں......

ا۔عبداللطیف خاں، ایم.اے.(سابق آفس سپرنٹنڈنٹ محکمہ تعلیم) بدایوں،۲۔شمیم الدین صدیقی ایڈوکیٹ (متولی مسجد کچہری) ناگران بدایوں،۳۔ آل احمد صاحب امروہوی (پروپرائٹر بیڑی نمبر۹۲، ۵۵، نیو سرکار بیڑی فیکٹری) بدایوں،۴۔ خضر احمد (پرنسپل حافظ صدیق اسلامیہ انٹر کالج) بدایوں، ۵۔ عبدالصبور خاں (لکچرار انگریزی - حافظ صدیق اسلامیہ انٹر کالج) بدایوں،۶۔الحاج عقیل بخش ڈھولوی بدایونی (وارد حال دہلی)،۷۔خالد پرویز صاحب (پروپرائٹر پرویز کولڈ اسٹوریج) فرشوری ٹولہ بدایوں،۸۔تہذیب رضا خاں، سپلائی آفس بدایوں،۹۔شہاب الدین عرف منّے (منیجر ویلگا فوڈس) بدایوں،۱۰۔سید نسیم احمد رضوی (اسٹیٹ بینک) بدایوں،۱۱۔نصرت اللہ خاں صاحب دہلی،۱۲۔الحاج حکیم عبدالقدیر قادری مشرقی، قبولپورہ بدایوں،۱۳۔عبداللطیف خاں عرف بٹّن، فقیر سرائے بدایوں،۱۴۔مناظر حسین رضوی، طوطی چمن رضا بدایونی، ۱۵۔مواحد علی خاں (امین)، قبولپورہ بدایوں،۱۶۔ذوالفقار علی خاں عرف چھٹو، قبولپورہ بدایوں، ۱۷۔رومان خاں، ناہر خاں سرائے بدایوں۔۱۸۔جلیس احمد صدیقی، نوادہ بدایوں۔

ہم تہہِ دل سے ان حضرات کے شکر گزار ہیں اور ان کی کامیابی وفلاح و بہبودی کے لئے بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں۔

محمد شمشاد حسین رضوی

پرنسپل مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں

یکم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

مختصر تعارف حضرت مترجم

نام	محمد شمشاد حسین رضوی
ولدیت	جناب عبدالشکور صاحب مرحوم
سن ولادت	یکم جنوری ۱۹۶۲ء
وطن	ڈمراواں وایا عمرپور ضلع بانکا (بہار)
موجودہ سکونت	محلہ چودھری سرائے، شکیل روڈ، بدایوں (اتر پردیش)
بیعت و اجازت	حضور سرکار مفتی اعظم ہند سے شرف بیعت حاصل ہے حضرت علامہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ العالی صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف نے سن ۲۰۰۵ء میں عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر اجازت وخلافت سے نوازا۔
فراغت	جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس سے ۱۹۸۱ء میں فراغت پائی یہیں حضرت علامہ مفتی محمد یامین صاحب مرادآبادی مفتی اعظم بنارس کی نگرانی میں کار افتاء میں عبور حاصل کیا۔
اساتذۂ کرام	غزالیٔ دوراں، رازیٔ زماں، حضرت علامہ مولانا قاضی شمس الدین علیہ الرحمہ، یادگار سلف عمدۃ الخلف حضرت علامہ مفتی محمد خادم رسول صاحب قبلہ علیہ الرحمہ، عالم باوقار حضرت علامہ مولانا محمد نجم الدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس، فاضل خوش مقال حضرت علامہ ابوالفتح محی الدین احمد ہشام شہزادہ گرامی حضرت مصنف قانون شریعت، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب قبلہ علیہ الرحمہ، مولوی محمد یوسف علی نعمانی علیہ الرحمۃ
تعلیمی لیاقت	مولوی، منشی، عالم، فاضل درس نظامی، فاضل دینیات، فاضل معقولات، فاضل عربی ادب، فاضل طب، ادیب کامل، معلم، ایم. اے.
عقد مناکحت	سن ۱۹۷۹ء میں مولوی محمد قمر الدین صاحب پوسٹ سجور ضلع بھاگلپور، (بہار) کی بڑی صاحبزادی سے رشتۂ مناکحت میں منسلک ہوئے۔
خاندان	حضرت مترجم دیندار، علم دوست خاندان سے تعلق رکھتے ہیں انکے بڑے بھائی اور تایازاد برادران بھی عالم دین ہیں، بڑے بھائی کا نام حضرت علامہ مولانا محمد علیم الدین رضوی صدر مدرس تعلیم القرآن قصبہ تلہر ضلع شاہجہاں پور، آپ کے دیگر بھائی اور بھتیجے بھی عالم وحافظ ہیں۔ اس طرح آپنے علمی ماحول میں نشو ونما پائی اور اپنے اساتذہ کے زیر سایہ رہکر علم وفن

اور فکر وشعور کی لذت سے آشنا ہوئے۔ ہندستان کے اہل علم میں آپکا شمار ہوتا ہے، کتاب سلک السلوک کے اردو ترجمے سے آپ موصوف مترجم کے مبلغ علم کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

درس و تدریس ملک کے مشہور و معروف علمی دانشگاہوں میں آپ نے امور تدریس انجام دیئے خصوصیت کے ساتھ مندرجہ ذیل مدارس قابل ذکر ہیں۔ دارالعلوم منظر اسلام اور دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف، الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور، مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں کے بعہدۂ صدر مدرس ۲۲ر اپریل ۱۹۸۷ء سے فائز ہیں۔

انفرادی خصوصیات فکر رسا ذہانت، معاملے کی پاتال تک پہنچنے کا حوصلہ ہر نشیب و فراز سے گذر جانے کی جرأت، پیچیدہ حالات میں بھی مسکرانے کی عادت، ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنے کی سرشت، حسن سلوک، رواداری، ہم آہنگی علمی وقار اور فکری توازن سے کام لینا وغیرہ وغیرآ پکی انفرادی خصوصیات ہیں۔

علمی وتہذیبی خدمات درس و تدریس کے علاوہ تحریر و تصنیف سے بھی آپ طبعی لگاؤ رکھتے ہیں۔ ہند اور بیرون ہند کے مختلف جریدوں میں آپکے مضامین اور مقالات شائع ہوتے رہے ہیں آپ کے کچھ اہم مقالات کے عنوانات اس طرح ہیں...... ☆ امام احمد رضا کے عربی قصائد کا تجزیاتی مطالعہ، ☆ امام احمد رضا اور تحقیقات آب، ☆ امام احمد رضا اور فونوگراف، ☆ حضور مفتی اعظم قیادت اور اسباب وعوامل، ☆ اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت، ☆ لفظ اعلیٰ حضرت معنی و مفہوم اور استعمال، ☆ لفظ کملی کی تحقیق، ☆ صاع اور کیلوگرام کا معادلہ، ☆ درہم و دینار اور جدید کیلوگرام، ☆ مشتاق احمد نظامی ایک ہمہ جہت شخصیت، ☆ علامہ ارشد القادری ایک ہمہ جہت شخصیت، ☆ لفظ بریلوی علم و فکر کے تناظر میں، ☆ کیا اہل سنت والجماعت کو بریلوی کہنا نادانی ہے، ☆ صدر العلماء اور علم حدیث وغیرہ وغیرہ۔

اس کے علاوہ آپ کی کچھ کتابیں جو زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ بھی ہیں...... ☆ حقیقت یا صرف افسانہ، ☆ خنجر حق، ☆ ماہ طیبہ ☆ مولانا حسن بریلوی شخصیت اور شاعری، ☆ مجرم تم نہ کہ ہم وغیرہ وغیرہ

اس جائزے سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ حضرت مترجم مختلف خوبیوں کے مالک ہیں اللہ رب العزت ان کی خوبیوں کو دوبالا فرمائے اور عمر و صحت میں برکت عطا کرے۔

منجانب : قاری عبدالرسول قادری

(ناظم اعلیٰ دارالعلوم شاہ ولایت، قبولپورہ بدایوں)

پیشِ لفظ

نفوسِ قدسیہ اور تبلیغ اسلام

نفوسِ قدسیہ سے وہ افراد مراد لئے جاتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف، عشق ومحبت کا جذبہ اور معرفت ربانی کا نور وضیاء پایا جاتا ہے۔ پاکیزگیٔ نفس، تزکیہ قلوب، صفائے اذہان، کردار وعمل میں حسن و بانکپن، نفوسِ قدسیہ کے انفرادی امتیازات ہیں۔ صحیح معنوں میں یہی لوگ ''قرب خاص'' کی لذتوں سے آشنا ہوتے ہیں۔ ان کی ظاہری زندگی میں زیبائش ہو یا نہ ہو مگر ان کی معنوی حیات ایسی صاف شفاف نظر آتی ہے جس پر ہزاروں رعنائیاں قربان ہوتی ہیں۔ ان کے کمالات اور مدارج عالیہ کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ یہ اندازہ تو قیاس برتر اور خیال و وہم سے ماوراہے۔ بس اس قدر سمجھ لیا جائے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں جن کی پناہ میں فلاح و بہبودی، فتح وظفر اور ہر طرح کی کامیابی پائی جاتی ہے۔ دنیا و آخرت کی زندگی میں بھی نکھار یہیں سے آتا ہے۔

اسلام نفس الامری صداقت، حسن سلوک، اخلاق حسنہ، عدل وانصاف، امن و شانتی، اخوت ومحبت کا پیغام دیتا ہے۔ یہ ایک حیات بخش تحریک ہے جس نے انسان کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا اور اس کی کایا پلٹ دی۔ ظلمت شب کو شب تاب، کفر وضلالت کو رشد و ہدایت اور جہل و نادانی کو علم و یقین میں بدل دیا۔ جو قومیں زندگی کے نام سے آشنا نہ تھیں، انھیں مشاطگیٔ جہاں کا ہنر سکھا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسلام کی تجلیاں ہر طرف پھیل گئیں۔ آپ جہاں کہیں جائیں ذکر ''اللہ ھو'' کا نغمہ

داؤدی سنائی دیگا اور آپ یہ کہنے پر مجبور ہونگے

کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اولیائے کرام کا زبردست رول رہا ہے۔ انھوں نے اس راہ میں سر دھڑ کی بازی لگادی۔ ہر قسم کی دشواریوں سے دو چار ہوئے۔ تیر و سناں کی یورشوں سے نبرد آزما بھی ہوئے۔ مگر جام وحدت سے سرشار یہ ایسے جانباز ثابت ہوئے کہ منزل مقصود سے پہلے اپنے قدموں کو روکنے پر راضی نہ ہوئے۔ تکان، اضمحلال اور ناتوانی توان کی زندگی سے کوسوں دور تھی۔ اپنے کٹے ہوئے سروں کو ہاتھوں پر رکھ کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت اسی انوکھی جماعت کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ اس عظیم مقصد کے تحت ان کے قدوم میمونت کہاں کہاں پہنچے؟ تاریخ کے اوراق اس پر شاہدِ عدل ہیں۔

ہندوستان ایک وسیع تر ملک ہے جسے دورِ حاضر میں بھی دارالاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جزیرۂ نما عرب سے اس کا رشتہ صدیوں پرانا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور سے ہی اس کی کرنیں باشندگان ہند کے سینوں میں پیوست ہو چکی تھیں۔ ماضی کے دھندلکوں میں قدم رکھئے یقیناً آپ حیرت زدہ ہو جائیں گے۔ تاریخی حوالے بتاتے ہیں کہ ۵۷۰ء میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک ظہور پذیر ہوا۔ ۶۱۰ء میں نبوت کا اعلان ہوا اور ۶۲۲ء میں ہجرت کا واقعہ پیش ہوا۔ وہ شہر جو یثرب کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس کی سعادت مندی اور فیروز بختی کا اندازہ تو لگا یئے۔ اب یہی شہر مدینہ پاک سے شہرت پذیر ہوا۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی مرکزی حیثیت بھی اسی کو ملی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اسی شہر پاک سے تبلیغ و اشاعت کا باقاعدہ آغاز کیا۔ مغربی، افریقی اور یورپی ممالک کو یہیں سے خطوط لکھے۔ عرب و عجم میں

داؤدی سنائی دیگا اور آپ یہ کہنے پر مجبور ہو نگے

کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

اسلام کی تبلیغ واشاعت میں اولیائے کرام کا زبردست رول رہا ہے۔ انھوں نے اس راہ میں سر دھڑ کی بازی لگادی۔ ہر قسم کی دشواریوں سے دو چار ہوئے۔ تیرو سناں کی یورشوں سے نبرد آزما بھی ہوئے۔ مگر جام وحدت سے سرشار یہ ایسے جانباز ثابت ہوئے کہ منزل مقصود سے پہلے اپنے قدموں کو روکنے پر راضی نہ ہوئے۔ تکان، اضمحلال اور ناتوانی توان کی زندگی سے کوسوں دور تھی۔ اپنے کٹے ہوئے سروں کو ہاتھوں پر رکھ کر اسلام کی تبلیغ واشاعت اسی انوکھی جماعت کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ اس عظیم مقصد کے تحت ان کے قدوم میمونت کہاں کہاں پہنچے؟ تاریخ کے اوراق اس پر شاہدِ عدل ہیں۔

ہندوستان ایک وسیع تر ملک ہے جسے دورِ حاضر میں بھی دارالاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جزیرۂ نما عرب سے اس کا رشتہ صدیوں پرانا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور سے ہی اس کی کرنیں باشندگان ہند کے سینوں میں پیوست ہو چکی تھیں۔ ماضی کے دھندلکوں میں قدم رکھئے یقیناً آپ حیرت زدہ ہو جائیں گے۔ تاریخی حوالے بتاتے ہیں کہ ۵۷۰ء میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک ظہور پذیر ہوا۔ ۶۱۰ء میں نبوت کا اعلان ہوا اور ۶۲۲ء میں ہجرت کا واقعہ پیش ہوا۔ وہ شہر جو یثرب کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس کی سعادت مندی اور فیروز بختی کا اندازہ تو لگا یئے۔ اب یہی شہر مدینہ پاک سے شہرت پذیر ہوا۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت کی مرکزی حیثیت بھی اسی کو ملی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اسی شہر پاک سے تبلیغ واشاعت کا باقاعدہ آغاز کیا۔ مغربی، افریقی اور یورپی ممالک کو یہیں سے خطوط لکھے۔ عرب وعجم میں

اسلام کی دھوم مچ گئی۔ نسل انسانی کا ہر فرد واحد ان کے دامن تقدس میں آنے کو مچل گیا۔ اب مسلمانوں کی تعداد انگلیوں پر گنی نہیں جا سکتی ہے۔ ایک ارب تک ان کی تعداد پہنچ چکی ہے۔

سندھ و پاکستان کے باشندوں کے پاس بھی ۵ صحابۂ کرام پر مشتمل ایک وفد نامۂ مبارک لے کر آیا تھا۔ دو صحابۂ کرام تو واپس مدینہ پاک چلے گئے مگر بقیہ تین صحابہ یہیں سکونت پذیر ہو گئے اور ان کا وصال بھی یہیں ہوا۔ ان کے علاوہ مزید اور ۳۰ صحابہ کرام کے ہندوستان آنے کا ثبوت تاریخی حوالوں سے ملتا ہے۔ ان میں سے کچھ کے اسمائے طیبات درج ذیل ہیں......

۱۔ **ربیع بن زیاد حارثی**

۲۔ **عاصم بن عمر تمیمی**

۳۔ **عبداللہ بن عمر اشجعی**

۴۔ **سھل بن عدی بن مالک خزرجی**

۵۔ **مجاشع بن سمرہ بن حبیب قرشی**

مذکورہ بالا تفصیل سے نمایاں ہوتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے ابتدائی دور میں ہی مسلمان ہندوستان آ چکے تھے اور باشندگان سندھ کو حلقہ بگوشِ اسلام کر چکے تھے۔ مگر مؤلف تاریخ فرشتہ کی تحقیق یہ ہے کہ ہندوستان ۴۴ ہجری میں اسلام سے آشنا ہوا اور مسلمانوں نے یہاں آ کر تبلیغ و اشاعت کا کام انجام دیا۔ بقول مؤلف فرشتہ......

۴۴ھ میں امیر معاویہ نے زیاد بن ربیعہ کو بصرہ، خراسان اور سیستان کا حاکم مقرر کیا اور اسی سال زیاد کے حکم سے عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے کابل کو فتح کیا اور اہل کابل کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔

کابل کی فتح کے کچھ ہی عرصے بعد ایک نامور عرب امیر مہلب بن ابی صفرہ مروا کے راستے سے کابل و زابل آئے اور ہندوستان پہنچ کر انھوں نے جہاد کیا اور دس یا بارہ ہزار کنیز و غلام اسیر کئے، ان میں کچھ لوگ توحید اور آنحضرت کی نبوت کا اقرار کر کے مسلمان ہو گئے۔ (تاریخ فرشتہ، ص:۸۰)

تاریخ فرشتہ کے بیان کے مطابق سب سے پہلے جس مسلمان کی آمد ہوئی عبدالرحمٰن بن ربیعہ ہے۔ ان کے بعد امیر مہلب بن ابی صفرہ ہندوستان آئے اور قرینِ قیاس یہ بھی ہے کہ ۴۴ھ ہجری سے پہلے بھی کوئی امیر فاتح ہندوستان آیا اور انھوں نے کابل کو فتح کر لیا۔ اس امیر فاتح کا نام عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ الاموی ہے۔ جنھوں نے ۲۹ھ ہجری میں لشکر جرار کے ساتھ سجستان کی طرف کوچ کیا۔ سجستان، طخاستان، نیشاپور، بلخ، طالقان، فاریاب کو فتح کرتے ہوئے ہرات، امل، بست اور کابل تک آیا اور ان علاقوں کو بھی فتح کر لیا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ کون پہلے آیا، ہاں یہ ضرور ثابت ہو رہا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ پہلی صدی ہجری سے شروع ہو چکا تھا اور صحابۂ کرام بھی اپنے مبارک قدموں سے اس سرزمین کو شرفیاب کر چکے تھے۔ ان مقدس حضرات کے علاوہ تابعین، تبع تابعین، فقہائے عظام اور علمائے کرام بھی سندھ و پاکستان کی سرزمین پر وارد ہوئے اور تبلیغ و اشاعت کے امور انجام دیئے۔ دین اسلام کی تبلیغ میں ان حضرات کا جو مثالی کردار رہا ہے۔ تاریخ اسے فراموش نہیں کر سکتی۔ کون کب آیا، درج ذیل تفصیلات سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے......

حضرت عبدالرحمٰن بن عباس	پہلی صدی ہجری میں
شیخ ابوحفص بن ربیع سعدی بصری	دوسری صدی ہجری میں

شیخ الکبیر ابو علی سندھی — تیسری صدی ہجری میں

شیخ احمد بن عبداللہ — چوتھی صدی ہجری میں

پانچویں صدی ہجری کے ابتدائی دور میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بھی اسلام کی روشنی پھیلنی شروع ہوگئی۔ مشائخِ عظام اور خدائے برتر کے برگزیدہ بندے ہر چہار جانب پھیل گئے اور تبلیغی فرائض انجام دینے لگے۔ چونکہ یہ نفوس قدسیہ نگاہوں سے بھی کام لیا کرتے تھے اور کتابوں سے بھی، فرماتے بھی تھے اور عمل کر کے دکھاتے بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے مواعظ حسنہ میں ایسی تاثیر پائی جاتی تھی جو پتھر کو بھی موم کر دیتی تھی، بنجر زمینوں، ریگستانی علاقوں اور پتھریلی خطوں میں لالہ وگل اُگا دینا اور اسے کشت زعفران بنا دینا سب کے بس کی بات نہیں، یہ کسی فرشتہ صفت انسان ہی کی سرشت ہوسکتی ہے۔ بدایوں بھی انھیں علاقوں سے تعلق رکھتا ہے جہاں پانچوی صدی کے ابتدائی دور میں مذہب اسلام کی شعائیں پہنچیں اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ علاقہ انسان برتر کی آماجگاہ بن گیا۔ یہاں ایک سے بڑھ کر ایک تابندہ ستارے ہیں جو تہہِ گل ہو کر بھی ویرانوں کو آباد کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔

بدایوں کا تاریخی پس منظر

بدایوں صوبۂ اتر پردیش کا ایک مغربی علاقہ ہے جو زرخیز ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا دلکش و جاذب رہا ہے۔ اس کی سرزمین ہر دور میں سونا اگلتی رہی ہے اور اس کی خاموش فضا میں علم وادب، فکر وشعور، عشق و وفا، کیف وطرب کے ان گنت نغمے بکھرتے رہے ہیں اور ذوق آشنا مزاجوں کے لئے سامانِ لطف ومزہ فراہم کرتے رہے ہیں۔ بدایوں کی اسی خوبی وکمال نے اُسے مدینتہ الاولیا اور

قبۃ الاسلام ہونے کا شرف عطا کیا۔ بدایوں تاریخی حیثیت سے بھی اہمیت و عظمت کا حامل ہے جو ارباب شعور سے پوشیدہ نہیں۔ مختلف ادوار کے حوالہ سے بدایوں کے تاریخی پس منظر کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

ویدامئواور محمود غزنوی

سلطان محمود غزنوی سبکتگین کا پوتا اور الپ تگین کا بیٹا تھا۔ ۳۷۱ھ میں پیدا ہوا۔ باپ کے انتقال کے بعد بادشاہ ہوا اور ۳۳ سال تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ وہ رحمدل اور بااخلاق بادشاہ تھا۔ اپنی حکمت عملی، شجاعت و دلیری اور حسن تدبر سے اپنی سلطنت میں زبردست وسعتیں پیدا کیں۔

سلطان محمود غزنوی پہلی بار آخر ذیقعدہ ۳۹۱ھ میں ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور ہندوستان کے چند قلعوں کو فتح کر کے واپس اپنے دارالسلطنت غزنی آگیا[1]۔

دوسری بار- دس شوال ۳۹۵ھ میں دس ہزار لشکریوں کے ساتھ غزنی سے پشاور آیا[2] اور مختلف علاقوں اور قلعوں پر غلبہ حاصل کرلیا۔

۴۰۹ھ میں خوارزم کی مہم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سردیوں کے دن تسبت[3] میں گذارے تاکہ سپاہیوں کو آرام کا موقعہ مل جائے۔ سردیوں کے رخصت ہونے کے بعد ۴۰۹ھ میں جب کہ موسم بہار کی آمد آمد تھی، آب و ہوا میں اعتدال تھا

1۔ تاریخ فرشتہ ص:۱۰۲۔ 2۔ تاریخ فرشتہ ص:۱۰۴۔ 3۔ تسبت، ایران میں ایک شہر کا نام ہے (از- کشوری) 4۔ تاریخ فرشتہ ص:۱۱۹۔ 5۔ حضرت میراں جی- نام سید عبداللہ، میر ملہم شہید لقب اور میراں جی سے مشہور ہیں۔ غزنی میں ولادت ہوئی، وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ حسینی سید ہیں۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن محمد بن موسیٰ کے مرید ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ علم تجوید اور فن سپہ گری میں یگانۂ عصر تھے۔ شہادت کے شوق میں محمود غزنوی کے سپاہ میں داخل ہو کر متعدد جہاد کئے اور رسالہ دار کا منصب حاصل کیا۔ ۴۰۹ھ میں بدایوں آئے اور راجہ چندرپال کے سپاہیوں سے نبرد آزما ہو کر جام شہادت نوش فرمایا۔ مزار پاک بدایوں میں ہے۔

اور چاروں طرف سبزی اور شگفتگی کا دور دورہ تھا۔ محمود نے قنوج جانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے ساتھ ایک لاکھ لشکری اور بیس ہزار دیگر مسلمانوں میں سے لئے جو ترکستان، ماوراء النہر اور خراسان وغیرہ سے جہاد کی نیت سے آئے ہوئے تھے[4]۔ قنوج کے لئے رخت سفر باندھا اور چل دیئے۔ بدایوں کے ہست و بود کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ قنوج جاتے وقت محمودی سپاہ کے چند چوپائے راستہ بھٹک گئے اور ویدامئو کی طرف آنکلے۔ یہاں کے راجہ چندر پال نے انھیں روک لیا۔ حضرت میراں[5] جی رحمتہ اللہ علیہ جب ان چوپاؤں کو لینے کے لئے آئے تو راجہ چندر پال نے انھیں اور ان کے تمام ساتھیوں کو اپنے نرغہ میں لے لیا اور سب کو شہید کر دیا۔ ان شہداء میں خاص طور سے یہ حضرات قابل ذکر ہیں......

(۱) حضرت میراں جی

(۲) حضرت علی بن حمزہ[1]

(۳) حضرت خواجہ عقیل[2]

(۴) حضرت خواجہ فضیل[3] وغیرہ

راجہ چندر پال کا مکر و فریب سے ان عظیم مسلمانوں کو تہ تیغ کر دینا یقینی طور پر قابل نفریں امر تھا اور ایک حادثۂ جانکاہ تھا۔ محمود غزنوی کو جب اس حادثہ کی خبر پہنچی تو

---

۱ حضرت علی بن حمزہ- علی بن حمزہ نام، ناصر الدین لقب سلطانی، حضرت میراں جی کے چچازاد بھائی ہیں غازیان ذی وقار اور مجاہدین نامدار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ۴۰۹ھ میں حضرت میراں جی کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ ۲ حضرت خواجہ عقیل- نام خواجہ عقیل ۴۰۹ھ میں حضرت میراں جی کے ساتھ شہید ہوئے۔ ۳ خواجہ فضیل نہروالی- نام حضرت فضیل، حافظ تھے۔ بغداد شریف کے نزدیک نہروال میں آپ کی ولادت ہوئی وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ اسی نسبت سے نہروالی مشہور تھے۔ ذی علم، صاحب ذوق و شوق تھے۔ ۴۰۹ھ میں شہادت سے مشرف ہوئے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے ''مردان خدا)

وہ بے چین و مضطرب ہو اُٹھا اور راجہ چندر پال کو سبق سکھانے کی ٹھان لی اور اپنے لشکریوں کو ''ویدامئو'' کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی تمام لوگ چل دیئے۔ راجہ چندر پال نے اپنے اندران سے مقابلہ کرنے کی تاب و توانائی نہ پا کر مصالحت میں ہی اپنی بہتری تصور کی اور خود آگے بڑھ کر راستہ ہی میں محمود غزنوی سے ملاقات کی اور معافی کی عرضداشت پیش کی۔ چونکہ محمود غزنوی رحم دل اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ راجہ چندر پال کو معاف کر دیا اور ان سے کچھ معاملات طے ہوئے۔ انھیں معاملات باہمی کے سبب سلطان محمود غزنوی نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو ''ویدامئو'' میں آباد کر دیا۔ یہ مسلمان ہندوستان کے نہیں تھے بلکہ باہر سے آئے تھے۔ ظاہر ہے اس علاقہ کے لئے وہ اجنبی ہی رہے ہوں گے۔ راجہ چندر پال اور ان کے انصار و اعوان کے معاملات و روابط مسلمانوں اور مومنوں کے ساتھ کس طرح کے رہے ہوں گے، تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔ اگر مسلمانوں اور راجہ چندر پال کے درمیان تعلقات خوشگوار تھے تو ۴۲۱ھ میں سپہ سالار مسعود غازی[1] اور چندر پال کے درمیان جنگ کیا معنی رکھتی ہے؟ اور اگر ناخوشگوار تھے تو مسلمانوں کا یہاں پورے گیارہ سال تک بود و باش اختیار کرنا یقیناً معنی خیز ہے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی کی حیات تک یا پھر ان کی وفات سے ایک سال پہلے تک راجہ چندر پال اسی مصالحت اور معاہدہ

[1] سیدنا سالار مسعود غازی۔ آپ کا اسم شریف سیدنا سالار مسعود غازی تھا۔ مگر غازی سے مشہور ہیں۔ غزنی میں آپ کی ولادت ہوئی۔ محمود غزنوی کے حقیقی بھانجے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے۔ سال ولادت و تاریخ ۲۱؍رجب المرجب ۴۰۵ھ ہے۔ جامع کمالات اور اوصاف حمیدہ تھے۔ مادر زاد ولی کامل اور با کرامت بزرگ تھے۔ شجاعت و بہادری اور جرأت دلیری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۱۴؍رجب ۴۲۴ھ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ بہرائچ شریف آپ کا مزار پاک ہے۔ (دیکھئے مردان خدا، از مولوی ضیاء علی خاںؒ)

کے پابند رہے ہوں گے جو ان کے اور محمود غزنوی کے مابین طے ہوا تھا۔ اسی معاہدہ کے تحت وہ مسلمانوں کے ساتھ اخلاق اور حسن سلوک کا برتاؤ کرتے رہے ہونگے؟ مگر جب محمود غزنوی کا وصال ہو گیا یا پھر ان کے وصال سے قبل راجہ چندر پال نے مصالحت توڑ دی ہوگی اور عہد شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں کو پریشان کیا ہوگا؟ ان کی مذہبی اور دینی آزادی سلب کر لی ہوگی جس کی پاداش میں راجہ چندر پال کو اس کا سبق سکھانا ضروری ہو گیا ہوگا۔

ویدامئو اور سید سالار مسعود غازی

راجہ چندر پال کی طرف سے عہد شکنی، مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانی اور سازشیں یہی وہ اسباب وعوامل تھے جن سے متاثر ہو کر سلطان محمود غزنوی المتوفی ۴۲۱ھ کے خواہرزادہ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمتہ اپنی فوج اور لشکر کے ساتھ بدایوں تشریف لائے۔ انھیں فوجیوں میں حضرت بانکے میاں علیہ الرحمتہ بھی شامل تھے۔ راجہ چندر پال اور حضرت سالار مسعود غازی کے مابین جنگ ہوئی، زبردست لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور راجہ چندر پال کو ہزیمت کا منھ دیکھنا پڑا۔ سید سالار مسعود غازی چند دنوں تک بدایوں میں رہے اس کے بعد گھیائی اور اوسہیت ہوتے ہوئے قنوج تشریف لے گئے۔ محمود غزنوی کی طرح سید سالار مسعود غازی نے بھی مسلمانوں کی ایک جماعت یہاں بسا دی۔ مسلمانوں کی دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے لئے شیر وشکر ہو گئیں اور اتحاد و یگانگت سے اپنے ہر کام کو

۱۔ نام غازی احسن، بانکے میاں سے مشہور ہیں۔ حضرت سلطان العارفین کے دادا حضرت سلطان ابراہیم یمنی کے دوستوں میں تھے۔ جری اور بہادر تھے۔ حضرت سیدنا سالار مسعود غازی کے لشکر میں رسالہ دار تھے انہیں کے ساتھ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے اور ۴۲۱ھ میں بدایوں آ کر جام شہادت نوش فرمالیا۔ (مردان خدا ص: ۷۸)

انجام دینے لگیں۔ کبھی کسی میں من مٹاؤ پیدا نہیں ہوا اور نہایت ہی خوش اسلوبی سے اپنی زندگی کے کارواں آگے بڑھاتے رہے۔ ان مسلمانوں نے شہداء کی قبروں کی حفاظت کی اور عبادت گزاری کے لئے مساجد کی تعمیر بھی کی۔ نیز تبلیغ اسلام میں کسی قسم کی فروگذاشت نہ اُٹھا رکھی۔ اسی راست رویہ پر زندگی کا کارواں چلتا رہا۔ اس طرح مسلمانوں کو بدایوں میں رہتے ہوئے پورے طور سے پونے دوسو سال گذر گئے۔ اس دور کا بدایوں بھی عظمت وافادیت رکھتا ہے۔ اس دور میں جو حضرات شہید ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں......

(۱) حضرت بانکے میاں رحمتہ اللہ علیہ

(۲) حضرت میاں اوجھل شہید علیہ الرحمہ[۱]

(۳) حضرت حافظ عمر خطاب شہید علیہ الرحمہ[۲]

(۴) حضرت سلطان ابراھیم یمنی شہید علیہ الرحمہ[۳]

(۵) حضرت خواجہ حیدر علی غزنوی[۴] وغیرہ

بدایوں قطب الدین کے دور میں

جناب مولوی ضیاء علی خاں صاحب مرحوم لکھتے ہیں......

---

۱ نام محمد خاں یا محمد شاہ ہے۔ مگر اوجھل شہید سے مشہور ہیں۔ حضرت سید سالار مسعود غازی کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے اور ۴۲۱ھ میں بدایوں آکر شہید ہوگئے۔ (مردان خدا، ص:۷۳) ۲ نام عمر خطاب مگر عمر کتاب سے مشہور ہیں۔ حافظ قرآن تھے۔ حضرت غازی کے ہمراہ ہندوستان آئے اور ۴۲۱ھ میں بدایوں میں شہادت پائی۔ (مردان خدا، ص:۷۵) ۳ نام سید سلطان یمنی، حضرت چھوٹے اور بڑے سرکار کے جد مکرم تھے۔ یمن کے شاہی محلات میں پیدائش ہوئی۔ وہیں نشو ونما پائی۔ انتہائی ذکی اور حلیم الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ ہمت وبہادری میں یگانۂ عصر اور شجاعت ودلیری میں یکتائے زمانہ تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی کے ساتھ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے اور ۴۲۱ ہجری میں بدایوں میں شہید ہوئے۔ (مردان خدا، ص:۸۳) ۴ خواجہ حیدر علی نام، حیدر شہید مشہور ہیں۔ حضرت سیدنا سالار مسعود غازی کے ساتھ بدایوں آئے اور ۴۲۱ھ میں شہید ہوگئے۔ (مردان خدا، ص:۷۹)

''حضرت سیدنا سالار مسعود غازی کی یلغار کے بعد متعدد حکومتوں کا یہاں عروج وزوال ہوا۔ چھٹی ہجری میں راٹھور ونش کے راجکمار جے دیو نے قنوج سے یہاں آکر اپنا تسلط جمایا اور جے پال لقب اختیار کیا۔ اس کی اولاد کئی پشت تک یہاں حکمراں رہی۔ تومڑ خاندان یہاں سالہا سال تک حکومت کرتا رہا۔ کافی دن تک یہ علاقہ گوجر پرتہاری راجپوتوں کے زیر نگیں رہا۔ راشٹر کوٹ خاندان بھی یہاں ایک مدت تک برسرِ اقتدار رہا۔ بدایوں کا آخری راجہ دھرم پال ہوا۔ وہ نہایت عیش پسند تھا۔ یہاں تک مشہور ہے اس کی محل سرا میں نوسو رانیاں تھیں۔ قطب الدین ایبک نے راجہ دھرم پال کو شکست دے کر کوٹ بھداون پر اسلامی پرچم لہرایا جو بگڑ کر بداؤں ہو گیا۔ اسی کو آج ''بدایوں'' کہا جاتا ہے۔'' (ماخوذ از مردان خدا)

۴۲۱ھ تا ۵۹۱ھ بدایوں کے کیا حالات رہے اس بارے میں مجھے اب تک کوئی تذکرہ نہیں ملا ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے ان سالوں میں بدایوں امن وسکون کا گہوارہ رہا ہوگا اور مسلمان خوشگوار زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔ اس کے باوجود بدایوں کا قلعہ فتح نہیں ہوسکا تھا۔ چونکہ مسلمان امن پسند اور انصاف پرور ہوا کرتے ہیں اس لئے انھوں نے یہاں کے حکمران اور ان کے قلعہ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا مگر ۵۹۹ھ یا اس سے قبل کچھ نہ کچھ ایسے حالات وکوائف ضرور سامنے آئے ہوں گے جس کے سبب قطب الدین ایبک[1] کو بدایوں کی طرف رخ کرنا پڑا اور قلعہ کو فتح کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ قطب الدین ایبک کے ساتھ جو فوج وسپاہ بدایوں آئی تھی اس میں زیادہ تر ایسے نیک دل، نرم خو اور خوش اخلاق انسان شامل تھے

[1] قطب الدین ایبک- قطب الدین ایک غلام تھا جسے بچپنے میں ترکستان کے ایک سوداگر اسے نیشاپور لایا اور قاضی فخرالدین کے ہاتھ بیچ دیا۔ ان کے انتقال کے بعد قاضی صاحب کے کسی بیٹے نے ایک دوسرے سوداگر کے ہاتھ بیچ دیا اور انھوں نے سلطان شہاب الدین کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ ۵۸۸ھ میں انھوں نے بدایوں کے قلعہ کو فتح کیا اور ۶۰۷ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ (تاریخ فرشتہ، ص: ۲۳۲ تا ۲۴۰)

جن کے تقدس اور پاکیزگئ نفس کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ وہ اہل علم بھی تھے اور صاحب تقویٰ بھی۔ نیز سعادت مندی اور فیروز بختی ان کے رخ تاباں سے نمایاں تھی۔ قطب الدین ایبک کے ساتھ جو نیک محضر انسان بدایوں آئے ان میں چند نام یہ ہیں......

(۱) حضرت قاضی دانیال قطری علیہ الرحمہ[۱]

(۲) حضرت مولانا سید محمدیحییٰ مدنی علیہ الرحمہ[۲]

(۳) ودیگر حضرات۔

قطب الدین ایبک اوران کے ہمراہیوں نے بدایوں کے قلعہ کو ۵۹۹ھ میں فتح کرلیا اور بعض حضرات نے فتح قلعہ کا سال ۵۹۱ھ تحریر کیا ہے۔ قطب الدین ایبک کے دور سے ہی بدایوں کو عروج وارتقاء حاصل ہوا اور علم وادب اور ثقافت اسلامی کی سرگرمیاں تیز تر ہوئیں۔ کوئی بھی مورخ اس دور کو فراموش نہیں کرسکتا ہے۔ بدایوں کے اس عہد زریں میں حضرت قاضی دانیال قطری کا جو عمل دخل رہا ہے اسے فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ایسا کرنا تاریخی دیانت اور صداقت وراست کے خلاف ہوگا۔ اس دور کو عروج وارتقاء کا مقدمہ اور باب اول کہا جائے تو مناسب ہوگا اور حقیقت حال کی ترجمانی ہوگی۔

قطب الدین ایبک فیاض وکرم گستر تھا اور وفاداری کا جذبہ ان کی رگ رگ میں بسا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ وہ انتظامی صلاحیتوں سے بھرپور تھا۔ انتظام حکومت کے طور

---

۱ حضرت قاضی دانیال قطری- والد ماجد کا نام شیخ حاجی شہید تھا۔ شیخ عثمان ہارون کے مرید وخلیفہ تھے اور خواجہ غریب نواز کے برادر طریقت تھے۔ ۵۹۹ھ میں قطب الدین ایبک کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے۔ قلع فتح ہونے کے بعد اندرون قلعہ سکونت اختیار کی۔ اور بدایوں کے قاضی مقرر ہوئے اور درس وتدریس کے لئے اپنے ہی گھر پر ایک مدرسہ کھولا۔ ۲۹؍ ربیع الثانی ۶۱۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

۲ سید یحییٰ مدنی- مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے، بغداد شریف میں بود وباش اختیار کر لی تھی۔ قطب الدین ایبک کے ساتھ بدایوں تشریف لائے اور ۵۹۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (مردان خدا، ص:۱۱۶)

طریقے سے واقف تھا اور کچھ ان کی قسمت کا ستارہ بھی بلند تھا۔ شہاب الدین غوری[1] نے انھیں بدایوں کا سب سے پہلا گورنر مقرر کیا اور پھر کچھ ہی دنوں کے بعد انھیں ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری سلطنت کا نائب مقرر کیا، جس کے سبب ان کی مصروفیات زیادہ بڑھ گئیں۔ قطب الدین ایبک بدایوں کے عہدۂ گورنری سے مستعفی ہوا اور اپنی جگہ حسن ارتب کو بدایوں کا دوسرا گورنر مقرر کیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد بدایوں کے دوسرے گورنر حسن ارتب نے بہار کے محمد بختیار خلجی کو اپنا مہمان بنایا جو غالبًا قطب الدین ایبک یا محمد غوری کا مخالف تھا۔ حسن ارتب کی اس حرکت سے قطب الدین ناراض ہو گیا اور اسے بدایوں کی گورنری سے معزول کر دیا اور اس کے بعد شمس الدین التمش کو بدایوں کا تیسرا گورنر مقرر کر دیا۔

بدایوں التمش کے عہد میں

بدایوں کی تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے شمس الدین التمش[2] کے عہد گورنری میں علم و ادب، شعور و ادراک، تہذیب و تمدن، تصوف و سلوک اور ثقافت اسلامی کو جس قدر عروج و ارتقاء حاصل ہوا کسی اور کے عہد میں نہیں۔ اسی مبارک دور میں بہت سے علماء، فضلاء اور صالحین، ارباب تصوف بدایوں آئے اور یہیں بود و باش اختیار

---

[1] سلطان شہاب الدین غوری ایک خدا ترس، رحم دل اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ اگر چہ وہ ایک خود مختار حکمراں تھا لیکن عالموں اور اولیاء کی صحبت میں بیٹھنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا تھا اور ان کی عزت اور خدمت کرنے کو وہ اپنا فرض منصبی سمجھتا تھا۔ غزنی پر ابتدا سے سال شہادت تک ۳۵ سال حکومت کی۔ اس کی اولاد میں صرف ایک اکلوتی لڑکی تھی۔ (تاریخ فرشتہ جلد اول، ص: ۲۳۰) [2] شمس الدین التمش، نام ایلم خاں تھا اور قطب الدین کا غلام تھا جسے انھوں نے حاجی جمال الدین سے خریدا تھا لیکن قطب الدین ایبک نے اسے متبنّی بنا لیا اور اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ آرام شاہ کو ہٹا کر شمس الدین التمش دہلی کی سلطنت پر قابض ہوا اور کامیابی کے ساتھ ۲۶ سال تک حکومت کی۔ (تاریخ فرشتہ، جلد اول، ص: ۲۵۶)

کرلی۔ اسی مبارک عہد میں بدایوں کو مدینۃ الاولیاء اور قبۃ الاسلام کہا جانے لگا۔

بدایوں کے اس عہد زریں کے مختلف اسباب و وجوہات ہیں۔

اول یہ کہ بدایوں سے باہر وسط ایشیا میں چنگیز خاں[1] نے ایک کہرام مچا دیا تھا اور ایشیائے وسط کے باشندوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے۔ اہل علم و فن اور ارباب فکر و تصوف کے لیے خود ان کا اپنا وطن دلدل ثابت ہو رہا تھا اور شب و روز وہ اسی فکر و خیال میں رہتے کہ پناہ کے لیے کوئی جگہ اور رہنے کے لیے دو گز زمین مل جائے جہاں وہ قناعت اور صبر و سکوں سے اپنی زندگی بسر کر سکیں اور ناموس ایمان کا تحفظ بھی۔ امن و اماں کی تلاش و تتبع میں انھوں نے اپنے وطن کو ترک کر دیا اور اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑے۔

دوم یہ کہ شمس الدین نے اسی زمانہ میں جب کہ وسط ایشیا کے ناگفتہ حالات تھے۔ بدایوں میں اسلامی معاشرہ کی طرح ڈالی تھی اور پرسکوں علمی و ادبی ماحول قائم کر رہا تھا۔ بدایوں میں اہل و علم و ادب کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ جس کا شہرہ سن کر عالم، فقیہ، مفسر، محدث، صوفیہ اور شعراء حضرات نے بدایوں کا رخ کیا۔

اس عہد زریں میں آنے والی شخصیات میں ایسے ایسے پاکیزہ صفات انسان تھے جن کے تصور ہی سے قلب و دماغ پر بادۂ عرفان اور عشق و یقین، ایمان و روح کے لئے انگبین کی سرمستی چھا جاتی ہے اور مشام جاں یاد الٰہی کی خوشبوؤں سے لطف اندوز ہو جاتی ہے اور پھر برسوں ان کی یاد تازہ رہتی ہے۔ ذرا سوچئے...... یہ کیسے لوگ تھے

---

[1] چنگیز خان- ۵۴۹ھ میں پیدا ہوا اور پچیس سال تک حکومت کی وہ ظالم و جابر حکمراں تھا، انھوں نے علماء فضلاء اور دیگر نیک لوگوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ ۴؍رمضان ۶۲۴ھ کو اس دنیا سے چل بسا، چنگیز خان کی اولاد ان کی بیویوں اور لونڈیوں سے پانچ سو کے قریب تھی۔ مگر ان میں سے صرف ۴ بیٹے ہی ممتاز تھے......

اول- جوجی خان جو دشت قبچاق کا حاکم تھا۔ دوم- چغتائی خان، جو ترکستان خراستان اور ماورالنہر پر حکومت کرتا تھا۔ سوم- اوکتائی خاں قارن، جانشیں چنگیز خاں۔ چہارم- قوی خاں، حاکم ملک خط وغیرہ۔

جو بدایوں کی خاک میں آرام فرما ہیں۔ جو آج بھی اپنے علم وادراک، شعور وفکر، عشق و وفا، سرور ونشاط، کیف ومستی، سوز وگداز اور جذبۂ جاں سپاری کے ان گنت لالۂ وگل سے صحراؤں کو بھی رشک جناں کئے ہوئے ہیں اور اپنے فیوض وبرکات سے ہزاروں زائرین کو گرویدہ بنائے ہوئے، جب تہہ خاک کی یہ مستیاں ہیں؟ تو پھر سطح خاک کا کیا عالم رہا ہوگا؟ اپنے ذہن کو کشادہ کیجئے اور ماضی کے جھروکوں پر نظر ڈال کر بتایئے وہ لوگ کس قدر تنگ دامنی کے شکار ہیں جو اپنی کوتاہ فہمی کے سبب سمندر کی سطح پر اٹھنے والی لہروں کو ''سونامی'' کی لہروں سے موسوم کر دیتے ہیں، مگر سمندر کی گہرائی میں نہایت آہستگی، نرم روی اور خراماں خراماں بہنے والی رو کا احساس تک نہیں کرتے۔ ارے نادان، یہی تو ایک رو ہے جو زندگی کی کایا پلٹ دیتی ہے اور قلب و دماغ میں تحریک پیدا کر دیتی ہے۔ اسی کو ہم نگاہ کیمیاء اثر کہتے ہیں اور تحریک و انقلاب کا سرچشمۂ حیات۔ سچ پوچھئے تو آج بدایوں کا وقار انھیں کی بدولت ہے۔ یہ چھوٹی سرکار اور سلطان العارفین کا چمن ہے، پیر مکہ اور دیگر بزرگوں کا آشیاں ہے۔ یہ انھیں کا کرم ہے کہ ہم ان کے سایہ تلے سانسیں لے رہے ہیں اور شاہراہ ترقی پر اپنی تیز گامی بنائے ہوئے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں بدایوں کی سرزمیں پر کچھ احسان فراموش اپنی سرگرمیاں تیز تر کئے ہوئے ہیں۔

بدایوں میں کچھ اہم علمی خدمات

جو لوگ علم تاریخ سے ذرا سی بھی دلچسپی رکھتے ہیں بخوبی جانتے ہیں کہ سرزمین بدایوں علمی، فنی، تہذیبی، فکری، شعری کارناموں، تصوف وسلوک اور درایت وروایت کے لئے بہت زیادہ راس آئی۔ پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی نے لکھا......

گئے کہ ہمیں اپنے اسلاف ومشائخ کے حسین وپرنور کارنامے یاد نہیں رہے اور ہم یہ بھی فراموش کر بیٹھے کہ ماضی میں ہمارا کوئی کل بھی روشن وتابناک تھا۔ ماضی کے دھندلکوں میں اب تک جھانکنے کی کسی نے کوشش نہیں کی۔ لائق صد آفریں ہیں جناب عبداللطیف صاحب سابق آفس سپرنٹنڈنٹ محکمہ تعلیم اور شمیم الدین صدیقی صاحب ایڈوکیٹ جنھوں نے ماضی کی داستان عروج کو حال کے کینوس میں اتارنے کی ہمت کی اور اس کے لئے اپنے اندر حوصلہ پیدا کیا۔ انھیں کے اصرار پیہم نے میری کوششوں کے اسپ تازی کو مہمیز کیا۔ حالانکہ میں کچھ نہیں ہوں۔ یہ صرف ان کے کرم کی بات ہے اور بس..... کہ مجھے تیز گامی عطا کی۔

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا   ہم محوِ نالۂ جرس کارواں رہے

قطب الدین ایبک نے اپنے دور میں ایک علمی ادارہ بنام "مدرسہ معزیہ" قائم کیا جو جامع مسجد شمسی کے ٹھیک پیچھے ایک مسجد میں قائم تھا۔ دورِ حاضر میں یہ مسجد بونڈی والی مسجد سے جانی جاتی ہے۔ ایک سفید پتھر پر یہ "مدرسہ معزیہ" آج بھی کندہ ہے جس میں حضرت مہمرہ صاحب تعلیم دیا کرتے تھے اور دیگر تلامذہ کے ساتھ حضرت نخشبی علیہ الرحمہ بھی علم حاصل کیا کرتے تھے۔

حضرت مہمرہ - حالات وکوائف

آپ کا مبارک نام شیخ شہاب الدین مہمرہ اور والد مکرم کا نام شیخ جمال الدین تھا۔ آپ مملکتِ ایران کے شہر مہمرہ کے رہنے والے تھے۔ علوم وفنون اور کمالات کے جامع تھے۔ مشرقی علوم وفنون کے علاوہ علم تصوف اور علم سلوک سے بھی آپ واقف اور اس کے رمز شناس تھے۔ حقیقت ومعرفت کے غواص مہمرہ سے ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں قیام فرمایا۔ طبیعت موزوں تھی اور فکر وخیال میں گہرائی، جذبوں

میں لطافت ورعنائی تھی۔ ذخیرۂ الفاظ میں بے پناہ وسعت، عروض وقوافی پر عبور تھا اور شاعری کا ملکہ بھی۔ شاعری ہونے لگی، آورد نے اپنا پلو جھاڑا اور آمد نے غلبہ پایا۔ شعرو سخن کی بزم سجنے لگی، مشاعرہ ہونے لگا اور یاران ذوق وشوق نے ملک الشعراء کا لقب عطا کیا۔ صوفی احمید الدین ناگوری کے مُرید وخلیفہ ہوئے۔ انھیں کی ایماء پر بدایوں آئے اور یہیں بود و باش اختیار کر لی۔ دراک ذہنیت، فیاض فطرت اور علمی صلاحیتوں، فکری توانائیوں نے چین سے بیٹھنے نہ دیا اور خوب سے خوب تر مشغلہ میں لگا لیا۔ فقہ، اصول فقہ، حدیث وتفسیر، فلسفہ ومنطق اور تصوف وسلوک کی خدمات انجام دینے لگے۔ دیگر تلامذہ کے ساتھ حضرت حافظ ضیاء الدین علیہ الرحمہ بھی آپ کے شاگرد ہوئے۔ حضرت مہمرۃ صاحب نے اپنے اس شاگردِ رشید کو وہ سب کچھ عطا کر دیا جو وہ عطا کرنا چاہتے تھے، کیا دیا اور کتنا دیا؟ یہ کہنا مشکل ہے کیونکہ اس کا انحصار حضرت مہمرۃ صاحب کی محبت وشفقت اور حضرت نخشبی کی اخاذ طبیعت پر ہے۔ مہمرہ صاحب آپ پر کس قدر مہربان اور مشفق تھے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے......

> ''جب شیخ مہمرہ کا انتقال ہوگیا، حضرت خواجہ نخشبی کو جو آپ کے شاگرد تھے، تکمیل علم میں حرج واقع ہوا۔ ایک رات خواب میں خواجہ ضیاء الدین نخشبی نے حضرت شیخ شہاب الدین مہمرہ کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں......تم ہماری قبر پر آکر پڑھا کرو، چنانچہ خواجہ نخشبی نے ایسا ہی کیا، مشکل سے مشکل کتاب کا درس کرتے اور آسانی سے مطالب حل ہوجاتے تھے۔ اسی طرح ہر روز ایک مدت تک مزار پر جا کر سبق پڑھا۔ ایک ہاتھ بوقت درس مزار پاک سے باہر نکل آتا تھا۔ اب بھی مزار پاک سے یہ فیض جاری ہے کہ جو کوئی طالب علم کسی

کتاب کا مطالعہ مشکل سمجھتا ہے اور مزار شریف پر جا کر مطالعہ کرتا ہے تو مطالب خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔ (مردانِ خدا ص:۲۴۴)

درس وتدریس، اخذ واعطا، تعلیم وتعلم کا یہ انداز حیرت انگیز اور دلچسپ بھی ہے۔ جو اس بات کا غماز ہے کہ مہرہ صاحب نے کیا دیا؟ اور نخشبی صاحب نے کیا لیا؟ ان الجھنوں میں پڑنا بیکار ہے۔ بس اس قدر سمجھ لیا جائے کہ دینے والا بھی عجیب تھا اور لینے والا بھی عجیب۔ حضرت امیر خسرو بھی آپ کے شاگردوں میں تھے۔ اپنے ایک شعر میں یوں تذکرہ کرتے ہیں ۔

در بدایوں مہرہ سرمست بر خیزد ز خواب
برآید غلغلۂ مرغان دہلی زیں نوا

یعنی "مہرہ سرمست بھی یہ کہتے ہوئے اپنی نیند سے بیدار ہو جائیں کہ ذرا دیکھو تو دہلوی طوطی نے کیسا شیریں اور درد بھرا نغمہ چھیڑا ہے"۔ شاگرد کی نغمگی اور کامیاب ترنم ریزی پھر استاد کا خوش ہونا اور کیف ومستی میں جھوم اُٹھنا ایک فطری امر ہے۔ یہی کچھ حال نخشبی صاحب کا بھی ہے کہ ان کے علمی خدمات اور فنی کارناموں سے مہرہ صاحب اس قدر خوش ہوئے کہ اپنے قرب میں انھیں جگہ عطا کی اور بعد از وصال بھی دل کے قریں رکھا۔ اس کمالِ قرب کا لطف ومزہ الفاظ کے پیرائے میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ حیرت انگیز کرشمہ ہے جو دل کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے اور طائرِ عقل و خرد کو اس کے قریب آنے کی اجازت نہیں۔

حضرت ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب "منتخب التواریخ" میں حضرت مہرہ صاحب کی شان میں چند قصائد بھی لکھے ہیں جو لائق مطالعہ ہیں۔ ۱۷؍ جمادی الثانی ۶۸۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ پیر مکہ کو جانے والی پگڈنڈی کے قریب آپ کا مزار

پاک ہے جو ایک چبوترہ پر واقع ہے جواب آستانہ کی شکل میں دکھائی پڑتا ہے۔

حضرت نخشبی اور علمی خدمات

حضرت شیخ مہرہ کے حالات وکوائف سے حضرت نخشبی علیہ الرحمہ کی حیات و سیرت پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے جو قارئین کے علم میں ہے۔ علاقۂ خراسان میں ایک شہر نخشب ہے، آپ وہیں کے رہنے والے تھے۔ نام ضیاء الدین نخشبی اگر چہ اسم منسوب ہے مگر آپ اسے بطور تخلص استعمال کیا کرتے تھے اور ضیا نخشبی سے مشہور ہیں۔ عالم طفولیت ہی میں اپنے والد کے ساتھ بدایوں آ گئے تھے۔ یہیں آکر آپ نے تعلیم وتربیت حاصل کی اور نشو ونما کے مدارج طے کئے۔ علوم شریعت کے ساتھ تصوف وسلوک کی منزلیں بھی طے کیں۔ شیخ فریدالدین ناگوری سے شرف بیعت حاصل تھا۔ علم طب اور علم موسیقی پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔ عالم باکمال، صوفیٔ باصفا، درویش کامل اور فقیرالی اللہ تعالیٰ، مفکر محقق، مدقق اور صاحب اتقاء بزرگ تھے۔ علم وادب، فکر وشعور اور شعروسخن سے فطری لگاؤ رکھتے تھے۔ ان کی شاعری عارفانہ ہوتی تھی جس میں عشق حقیقی کا رنگ پایا جاتا تھا۔ اس میں جذبوں کی ایسی تپش محسوس ہوتی تھی کہ قاری اور سامع دونوں سوز وگداز اور سرور ونشاط کی کیفیت سے دوچار ہو جاتے تھے اور اثر و تاثیر کی ایسی شدت ہوا کرتی تھی کہ ہر شعر کوئی نہ کوئی کرشمہ ضرور دکھاتا تھا۔ حضرت ضیاء نخشبی نے اپنے علمی فیضان سے ایک جہاں کو آباد کیا اور مردہ دلوں میں بھی حیات کی لہریں بیدار کر دیں۔ تصنیف وتالیف سے بھی انھیں کافی حد تک دلچسپی تھی۔ ان کی شخصیت متنوع تھی۔ کہیں درس وتدریس کی فضا ہموار فرماتے تو کہیں نگاہ کیمیا اثر سے کام لیتے اور کبھی تحریر کی دنیا میں اپنی فکری توانائی سے دھوم مچا دیتے۔ یہ ان کی شخصیت وصلاحیت اور علمی لیاقت کا مختصر جائزہ تھا۔ ایسی عظیم و برتر شخصیت اب نصیب میں

کہاں؟ حضرت کی تصنیفات میں یہ مندرجہ ذیل کتابیں ہیں، ہر کتاب اپنی جگہ معرکۃ الآرا اور اپنے موضوع پر نادر و نایاب ہے......

(۱) **طوطی نامہ**

(۲) **شرح دعائے سریانی**

(۳) **جزئیات و کلیات**

(۴) **نصائح و مواعظ**

(۵) **گلریز**

(۶) **عشرۂ مبشرہ**

(۷) **سلک السلوک**

حضرت علامہ ضیاء الدین نخشبی علیہ الرحمہ نے سماج و معاشرہ اور اخلاق و کردار میں سدھار لانے کے لئے بے انتہا کوششیں کیں اور زندگی میں خلوص، للّٰہیت، جذبۂ بے لوث پیدا کرنے کی شعوری طور پر جد و جہد کی۔ یہی سبب ہے کہ حضرت والا نے تصوف و سلوک اور روایت و درایت کی محفلیں سجائیں۔ اس طرح آپ نے دانش گاہ کی ضرورتوں کو پورا کیا اور خانقاہی نظام کو بھی برقرار رکھا۔ تصوف و سلوک ایسا کیمیائی اثر رکھتا ہے جو پتھروں کو موم کر دیتا ہے اور ذہن کے تاریک گوشوں میں نور کی لہر پیدا کر دیتا ہے۔ قلب و جگر میں حیرت انگیز طور پر انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ تصوف کوئی رہبانیت نہیں کہ اس سے نظریں چرائی جائیں۔ ارے بھئی! یہ تو رہبر و رہنما ہے، ایک عظیم قائد ہے، شب دیجور میں چمکتا ہوا پورا چاند ہے۔ اس کی ضیاؤں میں راستے دکھائی دیتے ہیں۔ سنگ میل کا نشاں ملتا ہے اور سمتوں کی صحیح شناخت ہوتی ہے۔ نہ معلوم جدت پسند ذہنیت کس بھول بھلیوں میں الجھ کر رہ گئی ہے کہ تصوف اسے ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اسے

دعوتِ فکر ہے کہ وہ آئے اور تصوف کے خوش گوار پہلوؤں پر غور کرے۔

تصوف اور اس کی تشریحات

تصوف کیا ہے؟ اس کے تعلق سے ہمارے اکابر کے مختلف اقوال ہیں جو ہزار سے بھی زائد ہیں۔ اس مختصر سے مضمون میں ان کا احاطہ اور پھر اس کا خلاصہ بیان کرنا دقت طلب معاملہ ہے۔ بس صرف اس قدر سمجھ لیجئے کہ......

''تصوف ایک معنوی صفت و کمال کا نام ہے جو حیات شعار کے مختلف پہلوؤں سے مترشح ہوتا ہے۔ خواہ ان پہلوؤں کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ دنیوی معاملات سے ہو یا دینی معاملات سے وہ شعوری پہلو ہو یا غیر شعوری۔ تصوف ایک ایسا خاموش انقلاب ہے جو زندگی کے خاموش سمندر اور پاتال میں ابھرتا ہے اور رفتہ رفتہ ہر طرف پھیل جاتا ہے۔

جناب مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ تصوف کی توضیح پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

''اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں جو احکام اور فرامین جاری کئے ہیں انھیں پر سچائی اور اخلاص قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا نام تصوف ہے''۔ (ماخوذ از اہلسنت کی آواز اکتوبر ۲۰۰۰ء)

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تصوف اور سلوک دونوں ایک ہیں۔ ان میں کوئی فرق و امتیاز نہیں، ایسا نہیں ہے کیونکہ تصوف اور ہے اور سلوک ایک دوسری شے ہے۔ عارف باللہ عالم حق آقا حضرت علامہ الشاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی سے

اس بارے میں دریافت کیا گیا کہ......تصوف اور سلوک میں کیا فرق ہے؟ فرمایا......

> ''وہی جو فقہ اور اصول فقہ میں ہے۔ تصوف اصول سے مشابہ ہے اور سلوک فقہ سے مشابہ ہے۔ تصوف میں علم یا فن کے اصول وقواعد ہوتے ہیں اور سلوک میں مجاہدہ اور کسب سے راستہ چلنا ہوتا ہے۔''

تصوف کے بغیر سلوک کے مقامات طے نہیں ہوتے۔ جو سالک ہوتا ہے وہ تصوف کی روایات کا ضرور اہتمام کرتا ہے۔ حضرت نخشبی نے بھی تصوف وسلوک سے کام لیا۔ اس فن میں ان کی مایہ ناز تصنیف کا نام ''سلک السلوک'' ہے جو فارسی زبان میں لکھی گئی۔

فارسی زبان وادب اور تصوف

نفس ودل کی پاکیزگی اور ذہن وفکر کی صفائی، کردار وعمل کی لطافت کا نام تصوف ہے۔ دنیا کے ہر زبان وادب میں اس کی روایت ملتی ہے۔ فارسی زبان وادب بھی تصوف اور صوفیانہ نظریات سے مالا مال ہے بلکہ عربوں کے اثرات کے سبب اس زبان میں تصوف کی روایات کا کچھ الگ ہی انداز ہے۔ نظم ونثر دونوں قسم کی صنفوں میں صوفیانہ نظریات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ان نظریات کے سبب فارسی نظم میں داخلیت شدید تاثیر اور جذبہ وکیف کا رچاؤ انوکھا دکھائی دیتا ہے۔ فارسی زبان و ادب کے فروغ وارتقاء میں سلجوقی دور کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ دور ۴۳۱ء سے شروع ہوتا ہے اور ۵۵۲ء پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح سلجوقی دور ۱۲۱ سالوں پر مشتمل ہوا۔ ان سالوں میں شاعروں نے بھی صوفیانہ نظریات کی اتباع کی اور نثر نگاروں نے

بھی فن تصوف پر معرکتہ الآرا کتابیں لکھیں۔اس دور کی دونوں صنفیں لائق مطالعہ ہیں۔

سلجوقی دور میں جن شاعروں نے تصوف پر شاعری کی درج ذیل ہیں......

۱۔ **بابا طاهر همدانی**

۲۔ **حضرت ابو سعید**

۳۔ **حضرت ابو الخیر**

۴۔ **عبدالله بن محمد انصاری**

۵۔ **حکیم سنائی** وغیرہ۔

یہ وہ عظیم شعراء ہیں جنھوں نے اپنی شاعری میں روحانیت، داخلی جذبات اور شدید تاثرات کو پیش کیا ہے۔ان کے اشعار علم تصوف میں بطور سند پیش کئے جاتے ہیں۔شاعروں کی طرح نثر نگاروں نے بھی علم تصوف کو فروغ دیا۔مضامین لکھے اور کتابیں تصنیف کیں۔تصوف کے مقامات بزرگوں کے حالات اور ان کے اقوال پیش کئے۔سلجوقی دور اور اس کے بعد بھی فن تصوف میں کتابیں لکھی گئیں۔مثال کے طور پر کتابوں کا ایک مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) **کشف المحجوب** - فن تصوف کی ایک عظیم شاہکار ہے جو مشائخ صوفیہ کے حالات عقائد و نظریات اور مقاماتِ سلوک پر نہایت فصیح فارسی میں لکھی گئی ہے جس میں فارسی نثر کے بہترین نمونے پائے جاتے ہیں۔یہ عظیم کتاب پانچویں صدی ہجری کے وسط میں لکھی گئی۔

(۲) **اسرار التوحید** - یہ کتاب بھی فارسی نثر میں لکھی گئی جس میں حضرت ابو سعید کے مقامات اور سلوک کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ مشائخ تصوف کے حالات، صفات، مقامات، عقائد و نظریات اور عبادت و

ریاضت کے طور طریقے بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب کشف المحجوب سے پورے سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ اس میں زبان و بیان کی چاشنی اور سلاست و روانی پائی جاتی ہے۔

(۳) **تذکرۃ الاولیاء** - یہ حضرت فریدالدین عطار کی کتاب ہے جس میں دریائے تصوف کے شناوروں کے تفصیلی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ علم تصوف میں اس کتاب کی بھی زبردست اہمیت ہے۔ یہ کتاب ساتویں صدی ہجری کے ابتدائی دور میں لکھی گئی ہے۔

(۴) **عوارف المعارف** - حضرف شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب لطیف ہے جو عربی زبان میں لکھی گئی۔ یہ فن تصوف کی ایک اہم کتاب ہے۔ جس میں مصنف نے سلوک کے مقامات سے بحث کی ہے اور یہ کتاب ۶۶۲ھ میں لکھی گئی۔

سلک السلوک بھی فارسی زبان وادب میں لکھی گئی۔ فن تصوف میں اس کتاب کی جو اہمیت، افادیت ہے کوئی بھی دانشور اسے نظر انداز نہیں کرسکتا ہے۔ اس کتاب میں فن تصوف کی تمام تر رعنائی پائی جاتی ہے۔ یہ کتاب آٹھویں صدی ہجری کے ربع اول میں لکھی گئی ہے۔ اس میں شعر و سخن کی چاشنی بھی ملتی ہے اور نثری فن پاروں کا لطف و مزہ بھی۔ حکایات و لطائف کی اثر انگیزی بھی ملتی ہے اور زبان و بیان کی ندرت بھی۔ اس کتاب کا اسلوب ہر ایک کتاب سے الگ ہے۔ ہاں اس میں کہیں کہیں عوارف المعارف کی اتباع ضرور پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کتاب کا تسلسل فن تصوف سے مضبوط تر دکھائی دیتا ہے۔ ذیل میں سلک السلوک کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔

سلک السلوک کا تجزیاتی مطالعہ

حضرت ضیاء الدین نخشبی نے ۹۹ رسال کی عمر پائی اور ۷۵۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ یہ عظیم کتاب عمر کے آخری دور کی تصنیف ہے جس میں خلوص، پیار اور معرفت و اخلاص شباب پر نظر آتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ ''سلک السلوک'' کی ہر سطر میں تصوف کی ایسی چاشنی بھر دیتے ہیں کہ سالکین اور مقامات کے طے کرنے والے حال سے مقام کی طرف از خود منتقل ہو جاتے ہیں اور انھیں اس کیفیت انتقال کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اس پوری کتاب میں کل ۱۵۱ رسلکیں ہیں جو گنجینۂ معرفت ہیں اور سر چشمہ علم و عرفاں ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اس کتاب کا ہر جملہ عشق حقیقی کا ایک چھلکتا ہوا جام ہے اور بادۂ عرفاں کی اچھلتی ہوئی جھاگ جس میں ایسی شفافیت ہے جو آئینہ کو بھی شرمسار کر دیتی ہے۔ اسے پڑھئے اور سوز و گداز کی کیفیت سے خود کو دو چار کیجئے۔ کیف و نشاط کا بھر پور مزا اُٹھائیے۔ سلک السلوک میں مندرجہ ذیل مقامات سے بحث کی گئی ہے۔ ایک سے سولہ تک کی سلکیں انھیں مقامات کے لئے مخصوص ہیں۔

(۱) توبہ، (۲) حال، (۳) مقام، (۴) جمع و تفرقہ، (۵) غیب و حصور، (۶) محو و اثبات، (۷) صبر و شکر، (۸) علم یقین، حق الیقین، (۹) صحو و سکر، (۱۰) انس و وحشت، (۱۱) وجد و تواجد، (۱۲) لوائح، لوامع، لواطع وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ آخیر کی کچھ سلکیں ایسی ہیں جو مخصوص مشائخ کے حالات و کوائف اور سیرت و سوانح کے لئے مخصوص ہیں۔ جن بزرگوں کے حالات سے سلکوں کی عظمت و افادیت دو چند ہو گئی ہے، ان میں سے بعض مشائخ عظام یہ ہیں:-

(۱) حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ

(۲) **حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ**

(۳) **حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ**

(۴) **حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ**

(۵) **حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا**

(٦) **حضرت عبداللہ خفیف علیہ الرحمہ** وغیرہ وغیرہ۔

سب سے آخر والی سلک ۱۵۱ر میں نہایت ہی تفصیل سے نقباء، نجباء، ابدال، اوتاد، عمود اور غوث کا تعارف پیش کیا گیا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ محسوس کریں گے کہ ہاں حضرت ضیاء بخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی فیوض و برکات اور بادۂ عرفان کے ساغر و مینا کی کچھ سرمستیاں اِدھر بھی ہیں۔ یہ ان کی زندہ کرامت ہے اور علمی، دینی اور ثقافتی فیضان کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔

سلک السلوک کا اسلوبِ بیان

حضرت والا کو مختلف زبانوں پر عبور اور ملکہ حاصل تھا۔ فارسی زبان تو خیر سے آپ کی اپنی زبان تھی۔ اس کے استعمال پر آپ کو کس قدر ملکہ حاصل رہا ہوگا یہ کتاب کے مطالعہ سے ہی اندازہ ہوگا۔ زبان و بیان میں ایسی سحر انگیزی ہے کہ آپ پڑھتے ہی مدہوش ہو جائیں گے۔ کہیں سلاست روانی ہے تو کہیں لفظوں کی سبک روی، کہیں تشبیہ واستعارہ کی دلکشی ہے تو کہیں تخیل کی بلند پروازی، کہیں روزمرہ کے الفاظ ہیں تو کہیں خوبصورت ترکیبوں کے درخشاں ستارے، کہیں آپ براہِ راست مخاطب ہیں تو کہیں فکر و فلسفہ کی راہ پر گامزن ہیں، کہیں حکایات وقصص سے لطافت و شیرینیت کو دوبالا کرتے دکھائی دیتے ہیں، تو کہیں بشنو بشنو کا ستارہ ٹانکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کبھی عزیز من کہہ کر قارئین کو اپنے قرب خاص میں جگہ عنایت کرتے ہیں۔ ہر سلک کے اختتام پر آپ کے اپنے دو اشعار ہیں۔ جن میں جامعیت پائی جاتی ہے۔ یہ اشعار ہر ایک سلک کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ ان اشعار میں آپ کی شخصیت کے جو نئے گوشے کھلتے ہیں۔ وہ ذہن و دماغ کو اپیل کرتے ہیں۔

نام سلک السلوک کیوں؟

کتاب کے نام سے ہی اس کی عظمت و اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ سلک کوئی عام دھاگہ نہیں بلکہ ایک مخصوص ریشمی دھاگہ کا نام ہے جس میں موتی پروئے جاتے ہیں۔ بذاتِ خود سلک میں تاب و توانائی، چمک دمک اور مضبوطی پائی جاتی ہے۔ مگر یہاں سلک کا استعمال بطور استعارہ کیا گیا ہے اور اس سے مراد لفظوں کا تسلسل، جملوں کی بندش اور عبارت آرائی سے ہے۔ اس کا واضح اور صریح مطلب یہ ہوا کہ حضرت ضیاء الدین نخشبی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کا نام رکھنے میں متنوع فکر و تخیل سے کام لیا۔

اولاً- یہ کہ حضرت موصوف نے مضامین تصوف اور مسائل سلوک کو گوہر آبدار اور لؤلؤ و مرجان سے نفس الامر میں تشبیہ دی۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں...... ''جوہر یان این علم دانند کہ مثل این در حقہ نباشد، و مانند این لولو در ہر سلکے نبود''۔ یعنی اس علم کے جاننے والے جوہری خوب جانتے ہیں کہ اس قسم کے سچے موتی اور گوہر آبدار جوان سلکوں میں ہیں کہیں اور نہیں۔

ثانیاً- اس نام میں نہ مشبہ کا ذکر ہے اور نہ ہی مشبہ بہ کا، بلکہ مشبہ بہ کے مناسبات میں سے صرف سلک کا ذکر ہے۔ جو استعارہ بالکنایہ ہے اور فکری مضامین کے لئے سلک کا اثبات استعارہ بالتخیلیہ ہے۔

ذرا سوچئے جس معتبر شخصیت کے دامن کرم میں اس قسم کے سچے موتی اور انمول گوہر آبدار ہوں، کیا وہ مفلس و نادار ہوسکتا ہے، نہیں۔ بلکہ وہ ایسی سلطنت و مملکت کا مالک ہے۔ جو عام سلطنتوں سے ماورا ہے۔ دنیا میں اس کی نہ کوئی نظیر ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی مثال۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت حال کی ترجمانی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دورِ حاضر میں مفلس و امیر کے مفاہیم بدل چکے ہیں۔ حضرت نخشبی علیہ الرحمہ کے ان اشعار کو پڑھئے اور ان کے عزم و اعتماد، ہمت و حوصلہ کا اندازہ لگائیے۔ آپ لکھتے ہیں......

نخشبی گرچہ مرد درویش است ␣␣␣␣ لیک زیں گونہ ملکہا دارد

گر توانگر بخوانمش شاید ␣␣␣␣ اینک ز در سلکہا دارد

ترجمہ:۔ نخشبی اگرچہ مرد درویش ہے اسکے باوجود وہ یہ نادر و نایاب سلطنت رکھتا ہے اگر اسے امیر و توانگر کہا جائے تو یہ مناسب ہوگا کہ وہ موتی پروئی ہوئی بہت سی سلکیں رکھتا ہے۔

بظاہر اس کتاب کی ترتیب و تزئین میں فنی لوازمات نہیں کیونکہ اس ترتیب میں نہ کوئی باب ہے اور نہ ہی کوئی جنس و فصل ہے۔ بقول حضرت نخشبی کے غیر فنی ترتیب میں جو لطف و مزہ ہوا کرتا ہے۔ وہ فنی ترتیب میں کہاں نصیب؟ کیونکہ اول الذکر میں مختلف قسم کے مزے ہوا کرتے ہیں اور ثانی الذکر میں صرف ایک ہی قسم کا مزہ ہوا کرتا ہے۔ بہر صورت یہ حقیقت ہے کہ سلک السلوک کا نام بہت سی خوبیوں اور کمالات کا جامع ہے۔

سلک السلوک کی انفرادیت

یوں تو فن تصوف میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں سلک السلوک سے پہلے بھی اور

بعد میں بھی، مگر اس کتاب کی ایک الگ ہی انفرادیت ہے۔ بدایوں کی سرزمین پر بہت سے صالحین تھے اور کثیر تعداد میں درویش وفقیر رہے ہیں۔ لیکن فن تصوف میں صرف یہی ایک کتاب سلک السلوک نظر آتی ہے۔ اس اعتبار سے بھی اس میں انفرادیت پائی جاتی ہے۔ اس دور میں بھی (جب سلک السلوک لکھا گیا) اس کتاب کی عظمت وافادیت اور انفرادیت کا احساس اہل زمانہ نے کیا اور اس کے بعد بھی کئی صدیوں تک اس کی طوطی بولتی رہی اور ارباب معانی کو بھی اس کی اہمیت کا احساس تھا۔ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب سبع سنابل شریف میں جا بجا اس کے حوالے دیئے ہیں اور حضرت والا کا تذکرۂ لطیف فرمایا ہے۔

دورِ حاضر میں جب کہ مغربیت کا خطرناک اژدہا ہمارے سروں پر مسلط ہے۔ ہمارے سامنے ہر وقت خطرات منڈلا رہے ہیں۔ یہ بڑا پر آشوب اور پرفتن دور ہے۔ ایمان کی سلامتی، ایقان کی لطافت اور رعنائی برقرار رکھنا بہت زیادہ دشوار ہے۔ جسے دیکھئے اسلامی ثقافت وتہذیب پر انگشت نمائی کر رہا ہے۔ زیرزمیں آرام فرماں مشائخ عظام پر زبان درازی کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس دور کا تقاضا ہے کہ ہم خانقاہی روایات اور تصوف کے مضامین کا احیا کریں اور اپنی سیرت وعادت، اقوال وگفتار، افعال وکردار میں سدھار لائیں اور چاندنی سے اسے نہال کریں۔ کہ یہی ذریعۂ نجات ہے اور اخروی فلاح وبہبود کا ضامن۔

سلک السلوک کا اردو ترجمہ

آپ کو معلوم ہوگا کہ سلک السلوک اصل میں فارسی ادب سے تعلق رکھتا ہے۔ دورِ حاضر میں اب فارسی زبان کا رواج نہیں۔ بایں وجہ عوام وخواص ہر ایک کے مطالعہ

سے یہ کتاب غائب تھی۔ مگر جو لوگ عزم وحوصلہ سے کسی کی تلاش میں جٹ جاتے ہیں تو انھیں کامیابی ضرور ملتی ہے۔ یہی کچھ حال جناب عبداللطیف خاں صاحب اور جناب شمیم الدین صاحب صدیقی ایڈوکیٹ کا تھا۔ سلک السلوک کی تلاش میں یہ دونوں حضرات سرگرداں تھے اور مختلف لائبریریوں سے روابط بنائے ہوئے تھے۔ بالآخر انھیں کامیابی ملی۔ حضرت علامہ الشیخ محمد اسید الحق قادری بدایونی نے اپنی ذاتی لائبریری سے ''سلک السلوک'' عنایت کی۔ لیکن آخر کی ۶؍سلکیں غائب تھیں یعنی یہ کتاب ادھوری اور نامکمل تھی۔ ڈاکٹر صداقت اللہ خاں صاحب نے رہنمائی فرمائی اور جناب وارث رفیع بخش نے اپنی لائبریری سے ایک قلمی نسخہ عطا کیا جو اصل ''سلک السلوک'' سے منقول تھا۔ ۶؍سلکیں اس قلمی نسخہ سے مل گئیں۔ اس طرح کتاب سلک السلوک مکمل ہوگئی جو ۱۵۱؍سلکوں پر مشتمل ہے۔

پھر انھیں دونوں حضرات یعنی جناب عبداللطیف صاحب اور جناب شمیم الدین صاحب صدیقی نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کرنے کی فرمائش کی۔ میں سکتے میں پڑ گیا یہ کام کیسے ہوگا۔ اس کے لئے جس سازگار ماحول کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہمیں میسر نہیں۔ حالات زولیدہ، ماحول مضطرب اور ذہن وفکر بھی غیر اطمینان بخش، ایسے پُر آشوب اور ناخوشگوار فضا میں ان کی خواہش کا احترام ایک اہم مسئلہ تھا۔ ہمارے حالات خواہ کیسے بھی ہوں؟ مگر جن کا یہ کام تھا...... وہ تو صاحب تصرف تھے۔ انھیں مجھ ناچیز سے یہ کام لینا تھا اور انھوں نے لے لیا۔ انھیں کے فیض وبرکت سے سلک السلوک کا یہ ترجمہ آپ کے مقدس ہاتھوں میں ہے۔ اس ترجمہ کے تعلق سے ہمیں کچھ عرض کرنا ہے......

(۱) اس ترجمہ میں لفظی ترجموں سے مکمل اجتناب کیا گیا ہے۔ میں نے حضرت کے

مفہوم کو اپنے پیرایہ اظہار میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۲) اس ترجمہ میں خاص طور سے سلیس انداز بیاں اختیار کیا گیا ہے۔ روزمرہ کے الفاظ اور جملے لائے گئے ہیں تاکہ قارئین ترجمہ پڑھتے وقت کسی قسم کی الجھن محسوس نہ کریں۔

(۳) اصل عبارت پیش نہیں کی گئی بلکہ صرف اس کے ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ عربی عبارتوں کا ترجمہ اور متن دونوں لائے گئے ہیں اس طرح فارسی رباعیات اور اس کے ترجمے بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔

(۴) حتی الامکان سلک السلوک میں جن بزرگوں کے تذکرے ہیں ان کا مختصر تعارف اور کارنامے بھی حاشیہ پر لکھ دیئے گئے ہیں۔

(۵) اسی طرح حاشیہ پر کچھ اعلام واشخاص کے حالات بھی قلم بند کر دیئے گئے ہیں۔

(۶) ترجمہ کے دوران جہاں کہیں مجھے کوئی شبہ لاحق ہوا یا پھر کسی عبارت سے غلط فہمی کا اندیشہ ہوا تو حاشیہ پر نوٹ لکھ کر اس کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔

(۷) کتاب کے شروع میں بدایوں کے تعلق سے ایک مسبوط مقدمہ تحریر کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین بدایوں کی عظمت سے آگاہ ہو جائیں۔

(۸) ترجمہ کے آخر میں اعلام و اشخاص اشاریئے منسلک کر دیئے گئے ہیں تاکہ قارئین اشاریئے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت وافادیت کا اندازہ لگا سکیں۔

تاریخ وصال

بالآخر علم وفن کا یہ آفتاب شعور وفکر کا ماہتاب زہد وورع، صدق وصفا کا پیکر جمیل، بادۂ عرفاں مئے حب وولا کا یہ سرمست ۵/رجب ۷۵۱ھ کو اس خاکدان گیتی سے روپوش ہو گیا (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔ مؤلف خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری نے حضرت ضیا نخشبی کے وصال کے تعلق سے ایک تاریخی مادہ کہا ہے

جو اس طرح ہے......

چوں ضیاء الدیں ز عالم رخت بست
سال وصل آں ولی نخشبی
واقف اسرار اہل اللہ داں
نیز مرشد، ہادی، عالم، ذکی
نیز داں مجذوب سال رحلتش
ہم ولی دین کامل متقی''

جب اس ضیاء نخشبی نے ''جو واقف اسرار، اہل اللہ، مرشد، ہادی، عالم وذکی اور مجذوب تھے''، اس جہاں سے جانے کے لئے رخت سفر باندھا تو ان کے سال رحلت میں ''ولی دین کامل متقی''/۱۵۷ھ کہہ دیا۔ تاریخی مادہ میں جو الفاظ لائے گئے ہیں واقعی حضرت ضیاء نخشبی ایسے ہی تھے۔ آپ اپنے استاذ گرامی حضرت مہرہ صاحب علیہ الرحمہ کے قدموں میں دفن ہیں۔

گو کہ آپ کی شخصیت عجیب وغریب تھی۔ علم وفن، فکر وشعور اور درس وتدریس کے اعتبار سے انھیں آسمان شہرت میں پرواز کرنی چاہیے لیکن طبیعت میں استغنا کے سبب گوشۂ گمنامی کو آپ نے پسند فرمایا۔ تاریخی اعتبار سے آپ کا مزار پاک درختوں کی جھنڈ اور ایک نامعلوم چبوترہ پر واقع ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مشک خود اپنا پتہ دیتی ہے کہ ہم یہاں ہیں۔ کسی کے بتانے کی ضرورت نہیں۔ وہ چبوترہ کسی مشک وعنبر سے کم نہیں۔ اب وہ چبوترہ نہیں رہا بلکہ اس کی حیثیت آستانہ کی سی ہوگئی ہے۔ جہاں تلاوتِ قرآن کے لیے ہر موسم میں زائرین کو اب سایہ

میسر ہے۔ اس آستانہ کی تعمیر میں گو کہ بدایوں کے مخصوص مسلمانوں نے حصہ لیا۔ مگر خاص طور سے مندرجہ ذیل حضرات نے زبردست کوشش کی......

جناب عبداللطیف خاں صاحب، جناب شمیم الدین صدیقی صاحب ایڈووکیٹ، جناب حاجی حبیب احمد صاحب منصوری اور ان کے بھتیجے نہال احمد منصوری۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انکی کوششوں کو قبول فرمائے اور سعادت دارین سے مالا مال کرے۔

حرف اعتذار

سلک السلوک کے اردو ترجمہ میں جہاں کہیں بھی آپ کو غلطی دکھائی دے یا مضمون کی ادائیگی میں کسی قسم کی خامی نظر آئے۔ اسے میری کوتاہ فہمی اور کم علمی پر محمول کریں اور نشاندہی فرمادیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کردی جائے اور میرے حق میں دعا فرمائیں کہ خالق ارض وسماء اور مالک خشک وتر ہمیں ابدی سعادتوں اور لازوال فروز بختیوں سے نوازے اور علمی خدمات انجام دینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

محمد شمشاد حسین رضوی

صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم

گھنٹہ گھر بدایوں

ایک گذارش:- جس وقت یہ اردو ترجمہ تکمیل کی منزلوں سے گذر رہا تھا کہ اچانک میرے والد گرامی جناب عبدالشکور صاحب کا اپنے وطن مالوف مقام ڈمراواں ضلع بانکا بہار میں ۲۶ ر ستمبر ۲۰۰۶ء کو صبح ۸ ر بجے انتقال پرملال ہوگیا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔ تمام قارئین سے موصوف مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کررہا ہوں۔ سوگوار غم۔ محمد شمشاد حسین رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا)

خدائے برتر کی ایسی حمد جس کی خوشبو سے اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روحیں معطر ہوتی ہیں کیونکہ وہی اپنے دوستوں کو پہچانتا ہے۔کوئی غیر نہیں۔

اولیائی تحت قبائی — میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں،

لا یعرفهم غیری — انھیں میرے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔

اس بے مثال ذات مقدسہ کے لئے ایسی مدح جس کی لطیف ہواؤں سے ارباب تقویٰ کے اجسام مہک اٹھتے ہیں۔ وہ خود ضرورت مندوں کو عطا کرتا ہے اس کے سوا کون ہے؟ جو عطا کرے۔

الفقراء لصبرهم جلساء الله تعالیٰ یوم القیامة.[1] — ارباب فقر صبر وقناعت کے سبب قیامت کے روز اللہ عزوجل کے ہم نشیں ہونگے

آنکہ درویش زو نمد[2] خواہد

اگر چہ شاہست زو مدد خواہد

یعنی......وہ عظیم ذات ہے کہ درویش بھی اسی کا سہارا چاہتا ہے کوئی اگر بادشاہ بھی ہے تو اسی کی مدد کا طالب ہوتا ہے۔

وہ ذات:- ایسی بخشش والی ہے جو مفلسوں، بے نواؤں اور مسکینوں کو ابدی خزانے عطا کرتی ہے۔

---

۱ احیاء العلوم۔(ج:۴،ص:۱۹۵) ۲ نمد، مخفف نمدہ ہے اس کو خوگیر بھی کہتے ہیں جسے گھوڑ سوار گھوڑے کی پیٹھ پر زین کے نیچے رکھا کرتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد "سہارا" ہے۔ (از صراح، غیاث اللغات وغیرہ)

ومن مات ولا يترك درهما ولا دينارا لم يدخل الجنة اغنى منه

جو اس حال میں مرا کہ نہ درہم چھوڑا اور نہ دینار وہ جنت میں سب سے زیادہ بے نیاز ہو کر داخل ہوگا۔

وہ بے مال ومنال مسکینوں کو عظیم نعمتیں عطا کرتا ہے اور سرمدی دفینوں سے مالا مال کرتا ہے۔ وہ سرمدی دفینہ صرف فقر ہے۔

قیل لرسول الله صلی الله علیه و علیٰ اٰله و سلم ماالفقر؟ قال خزانة من خزائن الله.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا فقر کیا ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

خاتم فقر را نگینہ ازو
ملک درویش را خزینہ ازو

ترجمہ:۔ فقر کی انگوٹھی کا نگینہ بھی اسی سے اور درویش کے ملک کا خزانہ بھی اسی سے ہے۔

تبارک الذی مصرف الامور تدبیره، مسهل العسیر یسیره محسن الخلق تصویره باسط الرزق تقدیره یفعل الله ما یشاء ویحکم مایرید، خالق کل شئ وهو علی کل شئٍ شهید.

پاک ہے وہ ذات جو امور کو اپنی تدبیر سے پھیر دیتی ہے اور دشواریوں کو آسان کر دیتی ہے۔ جس نے مخلوق پر احسان کیا اسے پیدا فرما کر، اسی نے رزق پھیلا دی اسے متعین کر کے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے وہی حکم دیتا ہے۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

"بیت"

داشتہ عرش و فرش تدبیرش
شاہ و درویش تحت تقدیرش

ترجمہ:- وہی عرش وفرش کو اپنی تدبیر سے روکے ہوئے ہے شاہ اور درویش اسی کے زیر تقدیر ہیں۔

اس غنی کی بارگاہ میں، عظیم سلاموں کا تحفہ جو فقیرانہ لباس زیب تن کئے ہوئے ہے اور انھوں نے دولت وثروت پر "فقر" کو ترجیح دی۔ انھیں کا عالی ارشاد ہے......

یدخل فقراء امتی الجنة قبل الاغنیاء بخمس مائة عام.[1]	میری امت کے فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے داخلِ جنت ہونگے۔

درود وسلام کا نذرانہ اس عظیم وقوی کے لیے جنھوں نے مسکینوں کا جبہ پہن کر اس مبارک ہیئت کو تقویت وفضیلت عطا کردی کہ آپ دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے......

اللھم احیینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین قال علیه السلام قطرت فی فمی قطرة علمت بھا علم الاولین والاخرین.[2]	اے اللہ مجھے مسکین ہی زندہ رکھ اور مسکین ہی پر موت دے اور مسکینوں کے زمرہ میں حشر فرما، علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میرے منھ میں صرف ایک قطرہ ڈالا گیا اور اسکے ذریعہ میں اولین و آخرین کے علوم سے واقف ہوگیا۔

[1] یہ حدیث صحیح اور حسن ہے۔ ترمذی شریف۔
[2] ترمذی شریف ج:۲، ص:۶۰

فرد

از ہمہ خلق بیش دانستہ
فقر را فخر خویش دانستہ

یعنی:- وہ تمام مخلوق سے کہیں زیادہ جانتا ہے اور ''فقر'' کو اپنے لئے فخر تصور کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ اس وقت جب کہ ''حق'' پورے طور پر پائمال ہو چکا تھا بلکہ مکمل طور پر ناپید ہو چکا تھا۔ باطل قوتیں ظاہر اور سب پر غالب آ چکی تھیں۔ خدائے بزرگ و برتر نے ان کے ذریعہ حق کے اصول و قواعد کو مستحکم فرما دیا اور باطل قوتوں کو منہدم۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید فرمائی اور انھیں کے توسط سے ارباب دین خدا کی پناہ میں آئے اور ان کے دامن حرمت سے وابستہ ہو گئے۔ ان کے بتائے ہوئے ارشادات پر عمل پیرا ہوئے اور تمام منہیات کو پسِ پشت ڈال دیا۔ ان پر خدا کی رحمتیں ہوں اور ان کی تمام آل پر۔

فرد

ذرورۂ عرش از ذریعت اوست
نخشبی پس رو شریعت اوست

یعنی:- عرش کے کنگروں تک انھیں کے ذریعہ رسائی ہے۔ اے نخشبی انھیں کے نقش قدم پر چل۔ کہ یہی شریعت ہے۔

میں نے اپنی اس ''ترتیب دینی'' اور ''ترکیب یقینی'' کا نام ''سلک السلوک''

رکھا۔ اِن چمکتے دھاگوں کے خزانوں اور پائدار سلطنت کا مالک ضیاء بخشی ہے۔ خداوند قدوس اس ناچیز کو نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ اور میری ناکام تمناؤں کو پورا کرے۔ میرا یہ عشق درویشوں کے اوقات سے ہمیشہ وابستہ رہا ہے اور دل ان کے ''احوال قلبی'' کا پیاسا۔

علم طریقت کی اهمیت

''توحید وشرائع'' کے بعد ''علم سلوک'' سے بڑھ کر کوئی اور علم نہیں۔ تعلیم و تعلم، درس وتدریس کے بعد کوئی ایسا علم وفن پیش نہیں کیا جا سکتا جو ''ریاضت'' سے عظیم اور ''سلوک'' سے زیادہ اہم ہو کیونکہ علم سلوک، ایک قائد ہے جو راہ جہالت سے بچاتا ہے اور نا آشناؤں کو ''مقصد دینی'' تک پہونچاتا ہے۔ وہ ایسا ''رہبر و رہنما'' ہے جو جہل وجہالت کے صحراؤں میں بھٹکنے والوں کو ''منزل مقصود'' اور مرتبۂ یقین تک لے جاتا ہے۔

فرد

مردم از نفس جموحی سادہ بہ
نفس سرکش را ریاضت دادہ بہ

ترجمہ:- آدمی کے لئے بہتر ہے کہ نفس جموحی کے بجائے سادہ اور خالی رہے۔ بایں سبب نفس سرکش کو ریاضت اور تربیت دی جائے کہ یہی بہتر ہے۔ اسی اہمیت و عظمت کے پیشِ نظر ''علم سلوک'' کی رعایت ایک امر مطلوب ہے۔ اور اس کی نگہداشت ایک پسندیدہ شغل ہے۔ اس علم کے تعلق سے چند ''مقدمات'' میرے قلم

سے صادر ہوئے۔ دیگر تصنیفات کی طرح ان مقدمات میں نہ کوئی "باب" ہے اور نہ ہی کوئی "فصل" اس کی وجہ یہ ہے کہ......

(۱) غیر ابواب وفصول والے کلام کے مطالعہ سے قاری کو کچھ زیادہ ہی ذوق وشوق ملتا ہے برخلاف اس کلام کے جس میں "ابواب وفصول" کی رعایت ہوتی ہے۔

(۲) "ابواب وفصول" والے کلام سے از اول تا آخر قاری کو ایک ہی قسم کا ذوق ملتا ہے۔ برخلاف اس کلام کے جس میں "ابواب وفصول" کی ترتیب نہیں ہوتی ہے کیونکہ اس کے ہر ایک مقدمہ سے قارئین کو اک نیا ذوق اور نئی لذت ملتی ہے۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ ہر مقدمہ کا ذوق پہلے والے مقدمے سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اور بہت زیادہ لطف ومزہ دیتا ہے۔

"سلک السلوک" میں بھی نہ کوئی باب ہے اور نہ کوئی فصل۔ اس کے ہر اک مقدمہ میں اک نیا ذوق اور ہر قول میں اک نیا لطف ہے۔ یہ اس قدر بلند علم ہے جس میں ایک ہی جنس کے مختلف میوے اور اک ہی نوع کے مختلف ثمرات دکھائی دیتے ہیں اور "باب وفصل" والے کلام میں ایک ہی قسم کے میوے اور پھل پائے جاتے ہیں۔ اس میں مختلف قسم کے میووں اور پھلوں کا اتا پتہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلام غیر مبوب[1] میں جو لطف ومزہ ہے وہ کلام مبوب[2] میں کہاں؟

---

[1] وہ کلام جس میں فن ترتیب یعنی باب وفصل نہ ہو۔

[2] وہ کلام جس میں فنی ترتیب ہو یعنی باب اور فصل ہو۔

اشعارِ مثنوی	ترجمہ
(۱) بیا اے زیرک و دانائے عالم چہ دانا بلکہ مستثنائے عالم	آ اے ہوشیار اور دانائے جہاں کیسا دانا؟ بلکہ وہ جو دانائی میں عالم سے وراہے
(۲) توئی چوں بلبلِ باغ معانی ترنم ہائے نوزن تا توانی	تم تو باغ معانی کے بلبل کی مانند ہو، نئے نغمے چھیڑ جہاں تک ہوسکے
(۳) دریں باغ ارم اثمار بنگر ہزاراں غنچۂ بے خارا بنگر	اس ''باغ اِرم'' میں پھلوں کو دیکھ ایسے ہزاروں غنچوں کو دیکھ جو بغیر خار کے ہیں۔
(۴) بسے گل ہیں شگفتہ چوں چراغے کہ دارد در جہاں زیں تازہ باغے	بہت سے ایسے گلوں کو دیکھ جو چراغ کی مانند شگفتہ ہیں اور جو کائنات میں باغوں کو تروتازہ کیے ہوئے ہیں
(۵) ہزاراں میوہ چوں حلوائے بے دود بدوں شاخ و برگے گشتہ موجود	ہزاروں میوے ایسے حلووں کے مانند ہیں جن میں دھواں نہیں اور بغیر کسی شاخ اور پتوں کے موجود ہوگئے ہیں۔
(۶) کسے کو رارطب باید بخر دار دراں آکو اندریں باغ ارم دار	جوان تروتازہ میووں کو خریدنا چاہے، اس کوچہ میں آئے، جہاں باغ ارم ہے
(۷) زہر بابے درو میوہ است صدنو حلالش باد پیوستہ بخو رنو	اسکے ہر باب میں سو قسم کے میوے ہیں اسے اپنے لیے جائز سمجھ اور پے در پے کھاتا جا
(۸) بصد ساں نزل پر کردیم خوان را صدائے عام در دادہ جہاں را	سینکڑوں قسم کے کھانوں سے دستر خوان پر کر دیا ہے اور سارے جہاں کو ''صدائے عام'' دیدی ہے۔

(۹) دریں مدخل بدہ تا دل نگاہد — اس سے استفادہ کر کہ دل ہوشیار ہو جائے
شکم داری بخور کو ہر چہ خواہد — اور شکم سیر ہو کر کھا اس میں سے جو چاہے۔

(۱۰) گوارا باد نزل ما بجانے — اگر ہماری ضیافت کسی کو پسند آجائے، تو
کہ از ما نیز یادآرد زمانے — انھیں چاہیے کہ ہمیں مدتوں یاد رکھے۔

''کلام غیر مبوب'' کے تعلق سے جس ذوق وشوق کی وضاحت کی گئی۔ اس کا اظہار صرف ارباب عشق اور اصحاب ولولہ سے ہوتا ہے۔ ان کے ماسوا سے نہیں۔ کیونکہ عاشق مزاجوں کو اس کی ''فنی ترتیب'' سے کیا کام؟ انھیں تو صرف ''معشوق'' کے تذکروں اور یادوں سے تعلق رہتا ہے۔ ارباب عشق اگر چہ اپنے کلام میں اس ''ظاہری ترتیب'' کی رعایت نہیں کرتے۔ مگر اس کی ''اصل'' سے ضرور لگاؤ رکھتے ہیں۔ اس بندۂ ناچیز نے بھی اپنی کتاب ''سلک السلوک'' میں ''ابواب، فصول'' کا لحاظ نہیں رکھا مگر اس اصل کی مکمل رعایت کی گئی ہے۔ یعنی اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جو فن سلوک سے جدا ہو۔ اس فن کے ''جوہر شناس'' اس راز سے بخوبی واقف ہیں کہ اس ''گوہر آبدار'' کی کوئی مثال نہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان موتیوں کو ہر اک دھاگہ میں پرویا نہیں جا سکتا۔

بیت

گوہر کان ز کان ما باشد
وان ہم اندر دکان باشد

ترجمہ:- معدنی گوہر بھی ہماری کان (سلوک) سے معتبر ہوتا ہے کیونکہ

وہاں بھی ہماری ہی دکان ہے۔

ان آبدار موتیوں کو ایک سو اکاون (۱۵۱) دھاگوں میں پرو کر اس کا نام ''سلک السلوک'' رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اور اسی کی طرف سے اس کے اتمام کی توفیق ہے۔

قطعہ	ترجمہ
نخشی گرچہ مرد درویش است لیک زین گونہ ملکہا دارد گر توانگر بخوانمش شاید اینک کہ از در سلکہا دارد	نخشی اگرچہ ''مرد درویش'' ہے لیکن ایسی بہت سی سلطنتیں رکھتا ہے، اگر میں انھیں تو انگر کہوں تو مناسب ہے کیونکہ وہ دھاگوں میں موتیاں رکھتا ہے۔

کتاب کا آغاز اور ان چند ''سلکوں'' کا بیان جن میں حقائق پیش کیے گئے ہیں......

قطعہ	ترجمہ
نخشی از ہنر نہ مفلس دفتر ملکہا خود بکشا عالمے را بخش پیرایہ حقہ سلکہا خود بکشا	نخشی تو ہنر سے مفلس نہیں ہے، اپنی سلطنت کا دفتر کھولدے، عالم کو لباس و زیور عطا کردے، اپنی سلکوں کی حقیقت کو نمایاں کردے۔

☆☆☆

۱

سلک یکم

(توبہ اوراس کی اہمیت کے بارے میں)

اصحاب دقائق کی روشن رائے اور ارباب حقائق کے پاکیزہ ذہن سے یہ پوشیدہ نہیں کہ ہرعلم اور ہرفن کی الگ الگ اصطلاحیں ہوتی ہیں نہ کسی کو ''علمی مصطلاحات'' پرمکمل اطلاع ہوتی ہے اور نہ ہی حقائق کے حاصل کرنے والے، اور دقائق کے مالک پورے طور پراسے حاصل کرسکتے ہیں۔لہٰذا اب یہ بھی جان لیجیے کہ ''علم طریقت'' کی اصطلاحات میں سے ''توبہ'' بھی ایک اصطلاح ہے۔

والتوبة اصل كل مقام وهى مفتاح كل حال و هى اول المقدمات وهى مشابهة الارض للبناء ممن لا ارض له لابناء له من لا توبة له لاحال له و لا مقام له.[1]

توبہ ہرمقام کی اصل ہے اور یہ ہرحال کی کنجی ہے اور یہی مقدمات کی پہلی منزل ہے اور یہ عمارت کے لئے زمین کی مانند ہے پس جس کے پاس زمین نہیں اس کے لئے عمارت نہیں جس کے لئے توبہ نہیں اس کے لئے نہ کوئی حال ہے اور نہ ہی کوئی مقام ہے

جب توبہ ہرمقام کی اصل ہے، جب کوئی صاحب مقام ہونا چاہے تو اسے چاہیے کہ نئی نویلی دلہن کی مانند توبہ کی برہم زلفوں کوسنوارے اوراسے حاصل کرے اور صاحب توبہ پرلازم ہے بعدازتوبہ گناہ کواپنے لئے ویساہی دشمن تصور کرے جیسا کہ وہ توبہ سے قبل اسے دوست رکھتا تھا۔

---

[1] احیاءعلوم دین (ص:۴۰۱،ج:۴)

قال یحیی[1] بن معاذ زلة واحدة للتائب بعد التوبه اقبح من سبعین زلات قبلها.[2]	یحییٰ بن معاذ نے فرمایا تائب کے لیے بعد توبہ ''اک گناہ'' توبہ سے پہلے کے ستر (۷۰) گناہوں سے کہیں زیادہ قبیح ہے۔

توبہ ہر زمانہ میں پسندیدہ رہی ہے خواہ بڑھاپے میں توبہ کی جائے یا عالم شباب میں، جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

واقعہ:- ایک شخص نے بڑھاپے میں توبہ کی۔ لوگوں نے کہا، تم نے توبہ کرنے میں جلدی کی اور آہستہ روی سے بھی کام لیا۔ کیونکہ تم نے توبہ کو بڑھاپے تک مؤخر کیا اور جلدی اس لئے کی کہ موت سے قبل ہی توبہ کر لی۔

اے میرے عزیز، جو توبہ نہیں کرتا، وہ گناہ کی آلودگیوں میں پڑا رہتا ہے اور پھر یہ چاہتا ہے کہ مغفرت کی خوشبو ان تک پہونچے؟ اور رحمت کی عطر سے معطر ہو جائے؟ ایسا انسان اس نوعیت کا ہے کہ نجاست کے مقام پر حلق تک دھنس جائے اور اپنے سر و پا کو آلودہ کر کے عطار کی دوکان پر آئے اور کہے......

اے عطر فروش- کیا تو ایسی خوشبو رکھتا ہے؟ جو میرے سر و پا کو مہکا دے وہ عطار یہی جواب دے گا، ہاں! میں عطر رکھتا ہوں۔ مگر تیری وہ شکل کہاں؟ کہ خوشبو استعمال کر سکے۔ پھر وہ عرض کرے گا...... میں ایسا کیا کروں؟ جس سے تیری خوشبو کا مستحق ہو جاؤں۔ وہ عطار یہی کہے گا- جا پہلے اشنان اور صابون خرید، غسل خانہ جا کر پہلے اپنے سر اور کپڑے کو اس آلودگی سے صاف کر۔ پھر میرے پاس آ پھر میری

[1] آپ کا نام یحییٰ بن معاذ کنیت ابوزکریا ہے، یگانۂ روزگار اور لاجواب خطیب و واعظ تھے۔ اقوال پر رجاء غالب تھا۔ حالانکہ آپ کے کلام میں معرفت بھی پائی جاتی ہے۔ مقام 'رے' سے منتقل ہو کر 'بلخ' چلے آئے اور مدتوں سکونت پذیر رہے اس کے بعد 'نیشاپور' آئے اور یہیں ۲۵۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ فن تصوف میں آپ کے اقوال بطور سند پیش کئے جاتے ہیں۔ (ماخوذ از رسالہ قشیریہ ص:۱۷۱) [2] تذکرۃ الاولیاء ص:۱۷۴

عطر اور خوشبو کا تو مستحق ہو جائے گا۔

اے عزیز، سنو۔ سنو۔ سالک بھی، عطر مغفرت کے طلبگاروں کی مانند ہوتا ہے۔ اسے چاہیے "انتباہ" کا "اشنان" اور شرم وندامت کا صابون حاصل کرے۔ اس کے بعد ہی خوف وخشیت کے غسل خانہ میں جائے توبہ اور حیا کے پانی سے سر اور پاؤں کو خوب صاف ستھرا کرے۔ وفا کا عمامہ سر پر رکھے اور اخلاص کا زرہ پہنے جب خود کو کوئی اس طرح سجالیتا ہے۔ عظیم شان وشوکت کا مالک ہو جاتا ہے۔

سنو سنو۔ امام شافعی[1] رحمتہ اللہ علیہ جو شریعت وطریقت کے عظیم دریا تھے بعد از وصال لوگوں نے انھیں خواب میں دیکھا۔

قيل له ما فعل الله بك	کہا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ
قال اجلستي على	کیا معاملہ کیا جواب دیا مجھے سونے کی
كرسي من ذهب و نثر	کرسی پر بٹھایا اور میرے سامنے چمکتے
على اللؤلؤ الرطب	ہوئے موتی بکھیر دیئے۔

قطعه	ترجمه
نخشی ہر کہ نقد توبہ نیافت	نخشی جس نے نقد توبہ نہیں پائی، تو نہیں
تو ندانی کہ اویشیزی برد	جانتا کہ وہ صرف پشیزی[2] بن کر رہ گیا۔
چہ تواں بر دزیں مقام ولیک	یہاں سے وہ کیا لے کر جاسکتا ہے؟ لیکن
ہر کہ با توبہ رفت چیز برد	جو توبہ کر کے گیا وہ کچھ ضرور لے کر گیا۔

1. نام، محمد بن ادریس کنیت ابو عبداللہ لقب امام شافعی، ۱۵۰ھ میں مقام عسقلان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ آپ دوسری صدی ہجری کے عظیم، امام فقیہ اور مجتہد تھے۔ کتاب وسنت سے مسائل کے استخراج کے لئے آپ نے اصول وضوابط وضع کئے آپ کے فقہی کارنامے "فقہ شافعی" سے موسوم ہیں آپ کا وصال بروز جمعہ بعد نماز مغرب ۲۰۴ھ کو ہوا۔ مزار پاک مصر کے شہر "قرافتہ" میں ہے۔ محمد شمشاد حسین)

2. پشیزی، کسی مال کے نصف یا ثمن کو کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مال بٹ جائیگا اور اسکے ساتھ کچھ بھی نہ جائیگا۔

۲

سلک دوم

(مقام کی توضیح وتشریح کے بیان میں)

جاننا چاہیے کہ علم سلوک کی ایک اور اصطلاح ''مقام'' بھی ہے اسے زبر کے ساتھ مَقام، پڑھیے۔

ومقام کل احدموضع اقامته عند ذالک والمقام سمی لثبوته واستقراره وقد یکون الشی حالا ثم یصیر مقاما۔[1]	ہر ایک کا مقام اس کی جائے اقامت ہے مقام پر اس کے ثابت اور قرار پانے کے سبب اس کا نام ''مقام'' رکھا گیا اور شیٔ کبھی حال ہوتی اور پھر مقام ہو جاتی ہے۔

ارباب احوال ومقامات ارشاد فرماتے ہیں، سالک کے لئے پہلی چیز ''حال'' اور پھر وہی ''حال'' مقام بن جاتا ہے۔ جیسے کوئی اپنے ''باطن میں نفس'' کا دائمی طور پر محاسبہ کرے، محاسبۂ نفس کی اس ''خواہش'' کو ''حال'' کہتے ہیں، اور جب خواہش رفتہ رفتہ باطن میں نفس پر غالب آجاتی ہے اور وہ محاسبۂ نفس کا مالک بن جاتی ہے تو محاسبۂ نفس کی اس ''خواہش'' کو ''مقام'' کہتے ہیں۔ مراقبہ، مشاہدہ اور اس کے علاوہ کا حال اور پھر ان سب کا ''مقام'' ہونا ''حکم تلفیف''[2] رکھتا ہے۔ یہ جان لیجیے کہ تمام

---

[1] عوارف المعارف علی ہامش احیاء العلوم (ص:۲۸۴، ج:۴)

[2] تلفیف۔ بمعنی لف سے لغت میں کسی بھی چیز کے لپیٹنے کو ''لف'' اور ''تلفیف'' کہا جاتا ہے چونکہ محاسبۂ نفی، مراقبہ اور مشاہدہ کا حال ہوتا ہے اور پھر اس کے مقام ہونے میں اس قدر باریک فرق ہے کہ ذہن ''اشتباہ'' میں پڑ جاتا ہے۔ اسی کیفیت اشتباہ کو حضرت نخشی علیہ الرحمہ نے 'حکم تلفیف' سے تعبیر کیا ہے۔

(محمد شمشاد حسین رضوی)

''مقامات'' متناہی[1] ہیں، کیونکہ مقامات مکاسب[2] ہوتے ہیں اور جو مکاسب ہوتا ہے۔ وہ متناہی ہوتا ہے۔ سنو سنو۔ تمام مشائخ طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین گو کہ بظاہر کچھ بھی نہیں جانتے مگر صاحب مقامات ہیں۔ طریقت کے سو مقامات ہیں۔ کشف و کرامت ان میں سے سترہواں ''مقام'' ہے اگر کوئی سالک پر کے بغیر پرواز کرنا چاہے یا قدم کے بغیر چلنا چاہے تو چل سکتا ہے۔ مگر اس پر غرور نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ صرف سترہواں درجہ ہے، اگر وہ اسی پر راضی ہو جاتا ہے تو پھر اور بھی ۸۳ مقامات کس طرح طے کر پائے گا۔ سالک ایک ''مقام'' سے دوسرے ''مقام'' تک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ ''مقام اول'' کے تمام حقوق پورے طور پر ادا نہ کر دے۔

فان من لاقناعت له لا يصح له التوكل و من لا توكل له لايصح له التسليم.	جس کے لئے قناعت نہیں اسکا توکل صحیح نہیں، اور جس کے لئے توکل نہیں اسکے لئے ''تسلیم'' درست نہیں۔

قطعه	اردو ترجمه
نخشبی خیمه یک مقام مزن بخدا وند زین نمونه رسند از مقامے اگر بیروں نآیند بمقامے دگر چگو نه رسند	نخشبی کسی ایک مقام پر خیمہ نہ نصب کر قسم خدا کی اسطرح کوئی ترقی نہیں کر سکتا ہے اگر ایک مقام سے کوئی باہر نہ آئے تو پھر وہ دوسرے مقام تک کس طرح رسائی پا سکتا ہے۔

☆☆☆

[1] متناہی۔ جس کی کوئی حد و انتہا ہو۔ [2] مکاسب۔ حاصل کردہ۔

(محمد شمشاد حسین رضوی)

۳

سلک سوم

(حال اور اس کی کیفیات کے بیان میں)

جاننا چاہیے کہ ''سلوک'' کی اصطلاحات میں ایک اصطلاح ''حال'' بھی ہے۔

والحال مايرد على القلب	حال وہ ہے جو دل پر وارد ہوتا ہے
من طرب اوحزن اوبسط	طرب ہو یا حزن، بسط ہو یا قبض
او قبض والحال سمى	اور حال کا نام اس کے پھر جانے
حالاً لتحوله.[1]	کے سبب رکھا گیا ہے۔

میدان ریاضت کے شہسواروں نے فرمایا...... جس نے ایمان، توبہ، ورع اور دوام عبودیت حاصل کرلیا گویا اس نے تمام مقامات اور احوال پر قابو پالیا، اور ان چاروں مملکت پر ان مندرجہ ذیل چار چیزوں کی مدد کے بغیر کوئی فتح نہیں پا سکتا۔ وہ امور یہ ہیں...... (۱) کم کھانا، (۲) کم بولنا (۳) کم سونا، (۴) اور لوگوں سے الگ رہنا۔

اور اب یہ بھی سمجھ لیجیے کہ فن سلوک میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں......

(۱) صاحب وقت، (۲) صاحب احوال (۳) صاحب انفاس۔

صاحب وقت مبتدی ہوتا ہے۔ صاحب انفاس، منتہی اور صاحب احوال مذکورہ دونوں امور کے مابین رہتا ہے۔ احوال کبھی متناہی نہیں ہوتے، کیونکہ احوال عطیۂ ربانی ہوتے ہیں اور جو عطیۂ ربانی ہوتا ہے۔ وہ متناہی نہیں بلکہ غیر متناہی[2] ہوا کرتا ہے۔ سنو سنو! احوال کے طے کرنے والے بھی ''حال'' کے غم میں رہا کرتے ہیں ایک بزرگ نے فرمایا...... ایک مرتبہ میں نے کسی صاحب حال کو دیکھا۔ وہ کسی مقام پر

---

[1] عوارف المعارف میں بھی ''حال'' کی وجہ تسمیہ یہی ہے۔ حاشیہ احیاء العلوم (ص:۲۸۳، ج:۴)۔

[2] غیر متناہی۔ جس کی کوئی حد اور انتہا نہ ہو۔ (محمد شمشاد رضوی)

حیراں بیٹھا ہے۔ میں نے پوچھا اے بزرگ آپ اس طرح حیران کیوں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا میں نقدِ حال رکھتا تھا! میرے ہاتھوں سے وہ نکل گیا۔ بس اسی کی تلاش وجستجو میں حیراں ہوں۔ مدت مدید کے بعد دوبارہ میں نے انھیں اسی مقام پر دیکھا جہاں پہلے دیکھا تھا۔ مگر اس بار انھیں پہلے سے کہیں زیادہ حیران پایا۔ میں نے پوچھا۔ اب آپ کیوں اس قدر حیران ہیں؟ انھوں نے جواب میں کہا۔ حال، جو میرے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور اب ہاتھ آ گیا ہے۔ اور میں اس کی نگہداشت میں حیران ہوں۔ مزید انھوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں میں سے کون سی حالت مشکل ترین ہے حالتِ فقدان یا حالتِ وجدان؟ مجھے نہیں معلوم اس سے افاقہ کی کیا صورت ہے؟ میرے عزیز۔ یہ احوال، عطیۂ ربانی ہیں اس کے ذوق کی وضاحت بزبان قلم ممکن نہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے......

المقامات من المکاسب	کہ مقامات مکاسب میں سے ہیں
والاحوال من المواهب.	اور احوال مواہب میں سے۔

قطعه	اردو ترجمه
تخشی حال خوش طلب همه حال	تخشی ہمہ وقت "اچھے حال"
ایں علامت نشاں بے عیبی است	طلب کرو کہ یہ بے عیب ہونے
حال از کسب کسب نه تواں کرو	کی نشانی ہے حال محنت سے
حال خوش از مواهب غیبی است	حاصل نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ بہتر
	حال مواہب غیبی سے ہے

1. المواهب۔ مَوْهِبٌ کی جمع ہے اور یہ ہبہ کا اسم ہے اس کا معنی، عطیہ ہے یہاں مواہب سے مراد ربانی عطیات سے ہے۔ (محمد شمشاد حسین رضوی)

۴

سلک چہارم

(وجد وتواجد اور اس کی لذتوں کے بیان میں)

وجد، بھی اس فن کی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ہے۔

الوجد مایرد علی القلب بلا تکلف — وجد وہ کیفیت ہے جو دل پر بلا تکلف وارد ہوتی ہے۔

اہل معرفت ارشاد فرماتے ہیں۔

الوجد سر فی القلب لا یطلع علیه الا اللہ تعالیٰ و تقدس — وجد ایک قلبی راز ہے جس پر اللہ تعالیٰ و تقدس کے علاوہ کوئی اور مطلع نہیں ہوسکتا

اور بعض نے یہ فرمایا۔

الوجد وار ذحق اذا جاء یز عج القلوب الی الحق. — وجد ایک کیفیت صادقہ ہے جب وارد ہوتی ہے دلوں کو حق کی طرف مائل کردیتی ہے۔

کوئی درویش یحییٰ بن معاذ کی مجلس میں آیا۔ مجلسی کلام سننے سے ان پر وجد طاری ہوا جس سے وہ سخت مضطرب ہوا اور اپنے جیب وداماں پھاڑ ڈالا۔

فقال رجل ماھٰذا؟ قال کلام الربانیة یبحث سر الوحدانیة نیغیب صفة الانسان و ظهرت احکام الربانیه — ایک شخص نے کہا، یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ کلام ربانی ہے، جو راز وحدانیت کھول رہا ہے، جس سے صفت انسانی غائب اور احکام ربانی ظاہر ہو رہے ہیں۔

میرے عزیز۔وجد "صاحب وجد" کے لئے ایک "حال" ہے جو ظاہری حرکات کا فقدان[۲] کردیتا ہے اس طرح ہزاروں "زندہ باطن" ہوگئے اور ان کی روحیں اس

---

۱ دیکھئے سلک یکم۔ ۲ فقدان۔گم ہونا۔

حالت و کیفیت سے تروتازہ ہوگئیں۔ لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں...... ایک بزرگ وعظ فرما رہے تھے اس کے سنتے ہی ایک شخص پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور کپڑے پھاڑ دیئے۔ جب انھیں افاقہ[1] ہوا تو بزرگ واعظ نے فرمایا۔ جس کیفیت میں تم تھے اس میں لوگ دلوں کو پھاڑ دیتے ہیں نہ کہ کپڑوں کو۔

قال الکتانی[2] الوجد اوله حلو و اوسطه مرو آخره سقم.

کتانی نے فرمایا، وجد کہ اسکا اول میٹھا ہے اوسط کڑوا اور آخر سقم ہے۔

سنوسنو، حضرت ایوب[3] علیہ السلام جو صحت وتندرستی سے عاری اور لباس وجد میں ملبوس تھے جب آنجناب صحت وتندرستی سے مزین ہوئے تو وجد کے لباس سے عاری ہوگئے۔ اس وقت انھوں نے فرمایا...... اے میرے رب! مجھے ضرر نے چھولیا اور تو ارحم الراحمین ہے۔

فارسی قطعه	**اردو ترجمه**
نخشبی وجد تیغ تیز شمر	اے نخشبی وجد کو ایک تیغ تیز شمار کر،
تاندانی کہ تیغ سر بازیست	تو نے نہیں جانا کہ تلوار سر پر کھیلتی ہے
سرخود بخود کسے نیند ازد	کوئی اپنا سر کسی کے روبرو نہیں جھکاتا،
وجدرا یک ہنر سرانداز یست	ہاں وجد کو سراندازی کا ایک ہنر آتا ہے

[1] افاقہ - مرض یا بیہوشی کی حالت سے نکل جانا۔

[2] الکتانی، نام محمد، نسبت الکتانی، البغدادی، 'ائمہ تصوف' اکابر عرفا اور اصحاب جنید میں سے تھے۔ آپ پایۂ کے بزرگ تھے، بارہا خواب میں سرکار نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ دعا فرمائیں، دل کبھی مردہ نہ ہو۔ ارشاد فرمایا روزانہ ۴۰ (چالیس) مرتبہ 'یا حی یا قیوم لا الہ الا انت'' پڑھا کرو۔ سن ۳۲۲ھ مکہ مکرمہ میں آپ کا وصال ہوا۔

[3] آپ نسل ابراہیمی سے تعلق رکھتے ہیں۔ رومی قوم کے نبی تھے۔ آپ پر صحیفوں کا نزول ہوا۔ بے پناہ دولت و شرافت، کھیت وباغات کے مالک تھے۔ بطور ابتلاء تمام جائدادیں تباہ برباد ہوگیں، قوم کے افراد بھی اذیت ومصیبت اور ستم ڈھانے پر اُتر آئے مگر آپ نے جس صبر واستقامت اور ثباتِ قدمی سے مقابلہ کیا کہ وہ آپ کی خصوصیت بن کررہ گئی اور ''صبر ایوبی'' تاریخ کا ایک حصہ بن گیا جسے آج بھی ارباب ادب بطور تلمیح استعمال کرتے ہیں۔

۵

سلک پنجم

فن تصوف میں 'تواجد' بھی ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب کسی ایسے شخص کی طرف سے بہ تکلف وجد کا ظاہر ہونا جس کے پاس ''کمال وجد نہیں'' تواجد، باب تفاعل سے ہے اس باب سے جس قدر بھی افعال آتے ہیں۔ ان میں اس صفت کا اظہار پایا جاتا ہے جو درحقیقت اس میں موجود نہیں ہوتی - جیسے لفظ ''تمارض'' اور ''تجاھل''، یعنی بہ تکلف مریض اور بہ تکلف جاہل بننا۔

وجد- وہ حال ہے جو بلا تکلف ظاہر ہوتا ہے۔تواجد- وہ حال ہے جو بہ تکلف ظاہر ہوتا ہے۔ وجد اور تواجد میں بہت زیادہ فرق ہے۔ جو اس مقولہ سے ظاہر ہے......

لیس التکحل فی العین کا الکحل	یعنی آنکھوں میں سرمہ کا ہونا سرگیں آنکھوں کی مانند نہیں۔

فقر ایک ایسا مذہب ہے جو اس بات کی قطعی اجازت نہیں دیتا کوئی شخص اپنی صفات حسنہ میں سے کسی صفت کو ظاہر کرے تو پھر یہ کس طرح اجازت ہوگی کہ کوئی ان صفات کو ظاہر کرے جو درحقیقت اس میں موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض درویش ''ملامتی'' ہوا۔ ملامتی وہ فرقہ ہے جو نہ اپنی اچھائی کو ظاہر کرتا ہے اور نہ ہی برائی کو بلکہ وہ سب کو پوشیدہ رکھتا ہے۔

سنو سنو، اے میرے عزیز- ازیں قبل، کچھ لوگ ایسے بھی ہوا کرتے تھے جو اپنے پاس ذوق وشوق، زہد وورع اور طاعت وبندگی رکھنے کے باوجود خود کو اس طرح نمایاں کرتے کہ آپ کہو گے ''وہ کچھ بھی نہیں رکھتے'' اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے۔ مگر خود کو اس طرح بنا سنوار کر رکھتے تھے، کہ آپ کہو گے ان

کے پاس سب کچھ ہے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
بخششی جو کچھ بھی تجھ میں نہیں ہے وہ کوتاہی عمل سے زیادہ بہتر نہیں جو کچھ ہے معنوی ہو زبان سے نہ کہا جائے کہ وجد سینہ میں ہوتا ہے وہ تواجد کی طرح نہیں ہے۔	بخششی ہر چہ در تو نیست ازاں ہیچ چیز بہ از تقاعد نیست ہمہ معنی شود نہ دعویٰ زانکہ وجد در سینہ چوں تواجد نیست

☆☆☆

٦

سلک ششم

(قبض وبسط، خوف ورجا کے بیان میں)

جاننا چاہیے کہ فن تصوف کی اصطلاح میں ''قبض'' اور ''بسط'' بھی ہیں۔ یہ دونوں ایسے احوال ہیں، جو ''خوف'' اور ''رجا'' سے مشابہت رکھتے ہیں۔ قبض وبسط ایسے احوال ہیں جو منتہی کے ساتھ مختص ہیں۔ جیسا کہ خوف ورجا مبتدی کے لئے مخصوص ہیں۔ اگر چہ اس بارے میں بعض کا یہ خیال ہے۔ قبض وبسط کا مرتبہ ''خوف و رجا'' سے بلند تر ہے اور بعض کا کہنا ہے۔ قبض نتیجہ خوف ہے اور 'بسط'' 'رجا' کا ثمرہ ہے۔ اس بارے میں ''اہل ریاضت'' کا قول ہے......

قبض حالت افتقار[1] ہے اور بسط حالت افتخار[2] ہے۔

[1] افتقار۔فقر محتاجی۔ [2] افتخار، فخر وناز۔

بعض کا یہ ارشاد ہے......

قبض تنگئی رزق سے کنایہ ہے اور بسط فراخیٔ رزق سے۔

بعض کا نظریہ یہ ہے......

قبض امساک[1] دنیا کا نام ہے اور بسط ترک دینا کا۔

سنو سنو اے میرے عزیز......

آدمی جب شکم مادر سے پیدا ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ ولادت کی حالت میں انگلیوں کا ملا ہوا ہونا دنیا کو روکے رکھنے کا اشارہ ہے اور موت کی حالت میں انگلیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں جو ترک دنیا کا غماز ہیں۔

اے میرے عزیز۔ قبض وبسط ارادت غیبی ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ اسے قبض وبسط والے بھی نہیں جانتے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی کبھی خوش ہے اور کبھی ناخوش، اسکی خوشی اور ناخوشی دیدہ ودانستہ نہیں۔ دین تو قبض وبسط کی تاثیر ہے قبض وبسط کا سبب کبھی ظاہر نہیں ہوتا۔	نخشی گہہ خوش است گہہ ناخوش خوشی و ناخوشیش عمدانہ دین تاثیر قبض و بسط بود سبب قبض و بسط پیدا نہ

☆☆☆

[1] امساک کا معنی ''روکنا'' ہے۔

۷

سلک ہفتم

(علم یقین، عین یقین اور حق یقین کے بیان میں)

جاننا چاہیے کہ تصوف کی اصطلاح میں ''علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین'' بھی آتے ہیں۔

علم الیقین:- وہ علم ہے جو فکر و نظر اور استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔

عین الیقین:- وہ علم ہے جو کشف اور عطیہ ربانی سے حاصل ہوتا ہے۔

حق الیقین:- وہ علم ہے جو ایسے ذرائع سے حاصل ہوتا ہے جن میں خاکی عناصر کی آمیزش نہیں ہوتی۔

اور بعض لوگوں نے ان تینوں میں اس طرح فرق کیا ہے......

علم الیقین:- اولیائے کرام کو حاصل ہوتا ہے۔

عین الیقین:- خواص اولیاء کو حاصل ہوتا ہے۔

حق الیقین:- صرف انبیائے عظام کو حاصل ہوتا ہے۔

فن تصوف میں ''محاضرہ'' مشاہدہ اور مکاشفہ بھی آتے ہیں۔

محاضرہ- ارباب تلوین[1] کا حق ہے اور وہ علم یقین والے ہیں۔

مشاہدہ- اصحاب تمکین[2] کا حق ہے اور وہ عین الیقین والے ہیں۔

مکاشفہ- ایک ایسی شی ہے جو تلوین اور تمکین دونوں کے مابین مشترک ہے۔

اس علم میں ہیبت اور انس بھی پایا جاتا ہے یہ دونوں قبض و بسط سے مشابہت

---

[1] تلوین اس سالک کو کہتے ہیں جو مقامات کے طے کرنے میں مشغول رہتا ہے

[2] تمکین اس سالک کو کہتے ہیں جو منزل مقصود تک پہونچ جاتا ہے۔

۸

سلک ہشتم

(لوائح، لوامع اور طوالع کے بیان میں)

فن تصوف میں ''لوائح، لوامع اور طوالع'' بھی آئے ہیں۔

''لوائح'' بجلی کی مانند ہوتے ہیں۔ جس تیزی کے ساتھ چمک اُٹھتے ہیں اسی تیزی سے چھپ بھی جاتے ہیں۔

''لوامع'' لوائح سے زیادہ تیز اور چمکدار ہوتے ہیں مگر اس کا زوال سرعت کے ساتھ نہیں ہوتا۔

''طوالع'' میں وقت کے اعتبار سے ''بقا'' زیادہ ہوتی ہے۔ تسلط کے اعتبار سے اس میں زیادہ قوت پائی جاتی ہے اور قرار کے حساب سے اس میں ابدیت پائی جاتی ہے اور بعض کا یہ قول بھی ہے کہ ''طوارق، بوارق، بوادی، طوالع اور لوامع'' ایسے الفاظ ہیں جو معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب تر ہیں۔ ''احوال'' کے مبادیات و مقدمات میں سے ہیں۔ اس فن کی اصطلاح میں ''غیبت وحضور'' بھی ہے احوال دنیا سے قلب کا غافل ہونا اور نا آشنا رہنا غیبت ہے اور احوال عقبی میں حاضر رہنا ''حضور'' ہے نیز بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ ''غیبت'' بمنزلہ ''سکر'' اور حضور بمنزلہ ''صحو'' ہے۔

میرے عزیز اس عالم ظاہر میں جو دوست کے حضور رہتا ہے وہ کبھی اس سے غائب نہیں ہوتا۔ مگر اس فن کا معاملہ بالکل برعکس ہے کہ جو شخص یہاں دوست کے حضور رہتا ہے وہ خود اپنے آپ سے غائب رہتا ہے۔ کیونکہ جو اپنے آپ سے دور نہیں رہے گا وہ دوست کے حضور کیسے جا سکتا ہے؟ کہ غائب کے ساتھ غائب کے اور حاضر کے ساتھ

حاضر کے بہتیرے معاملات رہا کرتے ہیں مگر غائب کے ساتھ حاضر کے اور حاضر کے ساتھ غائب کے معاملات بہت ہی کم رہا کرتے ہیں کہ جو اپنے آپ سے غائب ہے وہی حاضر ہے اور جو اپنی ذات سے حاضر ہے وہ دوست سے غائب ہے۔ لوگ گلدستوں سے باغ فردوس یا لکڑی سے آتش کدہ جہنم تیار کر سکتے ہیں مگر اپنے اندر جہنم کی جلی ہوئی بو سے گداز اور باغ فردوس کی خوشبو سے کوئی اہتزازی کیفیت پیدا نہیں کر سکتے۔ لوگ بیان کرتے ہیں حضرت امام حسین[1] ابن علی نے جس وقت سجدہ میں سر نیاز خم کر دیا تو آپ اپنی ذات سے غائب اور حق تعالیٰ کے ''حضور'' میں تھے، محل سرا کی دیواروں نے بھی اپنے سر کو جھکا دیا اور آپ کے سر اٹھانے سے قبل اس نے بھی سر جھکائے رکھا اور سر نہیں اُٹھایا۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا؟ ایک فقیر نماز کی حالت میں غائب بھی تھا اور حاضر بھی۔ کسی نے اس فقیر کو آواز دی۔ اس نے نہیں سنی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا، میں نے آواز دی اور تم نے نہیں سنا۔ فقیر نے کہا، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کوئی نماز میں فریاد نہ سنے۔ ہاں تعجب اس بات میں ہے کوئی نماز میں مشغول ہو اور پھر فریاد سن لے۔ حضرت شبلی[2] علیہ الرحمہ فرماتے ہیں انھیں مبارک بادی ہے جو اس کی بارگاہ سے تو غائب ہو اور غیبت میں حاضر ہو۔

---

[1] حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵ شعبان ۴ھ کو متولد ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے مبارک کانوں میں اذان پڑھی، اور ساتویں دن عقیقہ کیا اور حسین نام رکھا، آپ نہایت ہی بہادر تھے، میدان کربلا میں یوم عاشورہ ۶۱ھ کو شہادت پائی اور مشہد پاک میں روضۂ مقدس ہے جو مرجع خلائق ہے۔

[2] نام دُلف بن حجدد، کنیت ابو بکر اور شبلی کے نام سے مشہور ہیں۔ دراصل اسروشنہ کے رہنے والے تھے۔ مگر آپ کی ولادت اور نشو و نما بغداد میں ہوئی تھی، جنید اور ان کے ہم عصر شیوخ کی صحبت میں رہے۔ حال، علم اور ظرافت میں اپنی مثال آپ تھے۔ مذہب امام مالک کے پیروکار تھے۔ ۸۷ سال کی عمر پائی اور ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔ بغداد میں مزار پاک ہے۔ (بحوالہ رسالہ قشیریہ)

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی غائب ہوکر بھی لوگ حاضر ہوا کرتے ہیں، یہ مرتبہ ہر ایک کو کس طرح حاصل ہو پائیگا، جو احساس وشعور سے بالا تر ہو جاتا ہے۔ وہ غائب ہو کر بھی اپنے دوست کے حضور حاضر ہو جاتا ہے۔	اے نخشی غائبان حاضر کو کے چنیں تخم ہر کسے پاشد ہر کہ از حس خود بیروں آید غائب حاضر آں کسے باشد

☆☆☆

٩ سلک نہم

(محو واثبات کے بیان میں)

جاننا چاہیے کہ تصوف میں ''محو واثبات'' کی اصطلاح بھی آتی ہے۔ عادات کے اوصاف کو رفع کرنے کا نام ''محو'' ہے اور عبادت کے احکام بجا لانے کا نام ''اثبات'' ہے۔ محو تین طریقوں سے حاصل ہوتا ہے:-

(١) محو الزلة عن الظواهر ...... ظاہری لغزشات کو رفع کرنے سے۔

(٢) محو الغفله عن الضمائر ...... دلوں سے غفلت کو دور کرنے سے۔

(٣) محو العلة عن السرائر ...... اسرار و رموز کی کوتاہیوں کو ختم کرنے سے

علم تصوف میں ''فنا و بقا'' کی اصطلاح بھی ہے۔ صفات ذمیمہ کے سقوط کا نام ''فنا'' اور ''صفات حمیدہ'' کے اثبات کو ''بقا'' کہتے ہیں، بعض کا قول ہے ''فنا'' کون[1] خلق

[1] کون، کسی کا عدم سے وجود کی طرف آنا اور خلق بمعنی تخلیق۔

بقائے رضا سے ناراضگی کو، بقائے اخلاص سے ریا کاری کو، بقائے صدق سے کذب کو اور بقائے تواضع سے تکبر کو دور کرنے کا نام فنا ہے۔ کیونکہ حق کے لیے حق کے ساتھ یقینی طور پر باقی رہنے سے ماسوائے حق کو فنا کرنے کا نام ''فنا'' ہے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشبی سب کے سب فنا و بقا میں مست ہیں، نیست کا ہست کے ساتھ کیا کوئی میثاق ہے؟ جو شخص کلی طور پر 'خود' سے فانی ہوگیا وہ دوست کے ساتھ مکمل طور سے باقی ہوگیا۔	نخشبی در فنا و بقا مست ہمہ نیست با ہست ہم وثاقی شد ہر کہ کلی ز خویش فانی گشت او تمامی دوست باقی شد

☆☆☆

۱۰ سلک دھم

(تلوین اور تمکین کے بیان میں)

فن تصوف میں، تلوین اور تمکین بھی آتی ہے ''تلوین'' ارباب احوال کی صفت ہے اور ''تمکین'' اصحاب حقائق کی سالک جب تک مقامات کے طے کرنے میں مشغول رہتا ہے صاحب تلوین کہلاتا ہے اور جب مقامات کو طے کر کے منزلِ مقصود پر قرار پالیتا ہے تو صاحب تمکین ہو جاتا ہے اور بعض کا قول ہے تمکین وہ شخص ہے جس کے پاس ''قلب سلیم'' ہو اور اس جہان میں جو خوشی اور کشادگی کا اظہار کرے وہی

”قلب سلیم“ رکھتا ہے۔

کسی بزرگ سے پوچھا گیا...... ’قلب سلیم‘ کسے کہتے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا۔ جو دل ۲۰؍خصلتوں سے پُر اور ۲۰ خصلتوں سے خالی ہو اسے ”قلب سلیم“ کہتے ہیں۔ وہ ۲۰ خصلتیں جو ’قلب سلیم‘ کے لئے ضروری ہیں......

۱۔ توحید، ۲۔ اخلاص، ۳۔ نصیحت، ۴۔ زہد، ۵۔ قناعت، ۶۔ یقین، ۷۔ علم، ۸۔ تفویض[۱]، ۹۔ یاس من الناس[۲]، ۱۰۔ کم امیدی، ۱۱۔ صبر، ۱۲۔ یادِ موت، ۱۳۔ جود، ۱۴۔ توبہ، ۱۵۔ تواضع، ۱۶۔ خوف، ۱۷۔ رجا، ۱۸۔ جوع[۳]، ۱۹۔ حسن ظن، ۲۰۔ اللہ کا ذکر اور اس سے محبت۔

وہ ۲۰ خصلتیں جن سے ’قلب سلیم‘ کا خالی ہونا ضروری ہے......

۱۔ شرک، ۲۔ نفاق، ۳۔ عداوت، ۴۔ رغبت، ۵۔ حرص، ۶۔ شک، ۷۔ جہل، ۸۔ اصرار، ۹۔ تکبر، ۱۰۔ علاقہ[۴]، ۱۱۔ طمع، ۱۲۔ امید، ۱۳۔ جزع، ۱۴۔ غصب، ۱۵۔ بخل، ۱۶۔ ناامیدی، ۱۷۔ رمق[۵]، ۱۸۔ حسد، ۱۹۔ سوء ظن[۶]، ۲۰۔ نسیان۔

فارسی قطعہ

تخشی کار کار تمکین است
این نصیحت زمن بگوش پذیر
ور تو خواہی بدیں جناب رسی
بست خصلت گزار بست بگیر

اردو ترجمہ

اے تخشی اچھا اور معتبر کام تو ’تمکین‘ ہے یہ میری نصیحت اپنے کانوں میں محفوظ رکھ۔ اگر تم اسکی بارگاہ عالی میں رسائی چاہتے ہو، ۲۰؍عادتوں کو چھوڑ اور ۲۰؍کو پکڑ۔

☆☆☆

[۱] خودسپردگی، [۲] لوگوں سے امید نہ رکھنا، [۳] جوع بھوک، [۴] تعلق، [۵] کم سے کم گذارہ۔ [۶] بدگمانی

۱۱

سلک یازدہم

(صحو وسکر کے بیان میں)

صحو وسکر بھی اس فن کی اصطلاحات میں سے ہیں، حال کے غلبہ کا نام ''سکر'' ہے اور ترتیب افعال کی طرف رجوع ہو جانا ''صحو'' ہے۔ ''سکر'' ارباب قلوب کے لئے ہے اور ''صحو'' ان لوگوں کے لئے جو حقائق غیبیہ کا کشف کرتے ہیں، فن تصوف میں ''جمع وتفرقہ'' بھی آتے ہیں جس پر علماء کا اتفاق ہو ''جمع'' ہے اور جس پر اختلاف ہو ''تفرقہ'' ہے۔ ائمہ تفسیر فرماتے ہیں اللہ کا قول- واللہ یدعو الی دار السلام، (کہ اللہ تعالیٰ بہشت کی طرف بلاتا ہے) ''جمع'' کی طرف اشارہ کر رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''یھدی من یشاء'' اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے، تفرقہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ خواجہ ابوسعید[۱] جو جمع بلا تفرقہ رکھتے تھے، فرماتے ہیں......

الجمع ان یکون العبد فانیا عن نفسه ویری الاشیاء کلها به وله ومنه والتفرقة ان ینظر الی الکون.	جمع یہ ہے کہ بندہ خود کو فنا کر دے اور تمام اشیاء کو اسی سے، اسی کے لئے اور اسی کی طرف سے تصور کرے اور تفرقہ یہ ہے کہ بندہ کائنات کی طرف دیکھے۔

اس بارے میں بعض کا نظریہ ہے کہ بندہ کے لئے جو کچھ بھی ہے حق کی طرف

[۱] خواجہ ابوسعید خزار، آپ بغداد کے رہنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر فن میں باکمال بنایا تھا۔ اپنے مریدین اور متوسلین پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ فن تصوف پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ اس فن میں آپ کی ۴۰۰ کتابیں ہیں۔ سب سے پہلے فنا اور بقا پر آپ ہی نے لب کشائی فرمائی۔ لسان التصوف آپ کا خطاب تھا۔ تصوف میں آپ کے ارشادات بطور سند پیش کئے جاتے ہیں۔ سن وصال ۲۸۶ھ ہے۔

سے ہے یہ جمع ہے، اور تفرقہ یہ ہے کہ بندہ اسے اپنی کمائی تصور کرے۔

فلا بدللعبد من الجمع و التفرقة فان من لا تفرقة لـه لاعبودية لـه ومن لا عبودية له لا جمع له ومن لا جمع له لا معرفة له.	بندہ کے لئے جمع اور تفرقہ دونوں ضروری ہیں کیونکہ جسکے لئے 'تفرقہ' نہیں اسکے لئے 'عبودیت' نہیں جسکے لئے عبودیت نہیں اس کیلئے جمع نہیں جسکے لئے جمع نہیں اسکے لئے معرفت نہیں۔

خواجہ ابوالحسن[1] نوراللہ مضجعہ ارشاد فرماتے ہیں......

الجمع بالحق تفرقة من غيره والتفرقة من غيره جمع به.	حق کے ساتھ رہنا 'جمع' ہے اور یہی غیر خدا سے 'تفرقہ' ہے، اسی طرح غیر خدا سے دوری 'تفرقہ' ہے اور حق کے ساتھ رہنا 'جمع' ہے۔

اے میرے عزیز، جو شخص کسی کے ساتھ مشغول ہے تفرقہ اس کا نصیب ہے اور جس کے ساتھ کوئی اور مشغول رہے جمع اس کا حصہ ہے۔

قيل الجمع جمع المتفرقات والتفرقة تفرقة المجموعات.	کہا گیا متفرقات کے جمع کا نام جمع ہے اور مجموعات کے تفرقہ کا نام تفرقہ ہے۔

[1] خواجہ ابوالحسن۔ابوالحسن کنیت کے کئی ایک بزرگ ہیں، انھیں میں خواجہ ابوالحسن نوری بھی ہیں۔امیر القلوب آپکا خطاب تھا۔تمام مشائخ آپکی عزت کیا کرتے تھے۔حضرت جنید بغدادیؒ کے معاصرین میں تھے اور حضرت سری سقطی علیہ الرحمتہ کے پیر و مرشد تھے۔آپکے دہن شریف سے ایسا نور نکلتا تھا کہ پورا مکان روشن ہو جاتا تھا اسلئے آپ کو 'نوری' کہا گیا۔آپ تقریر تصوف کو فوقیت دیا کرتے تھے۔آپکا وصال ۲۹۵ھ میں ہوا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی اپنی جمع کو تفرقہ کی بدولت جانو کہ چاندنی رات کا جگنو بھی چراغ کا کام کرتا ہے، دوزخ کا خوف بھی جنت کو قبضہ میں لاتا ہے تیرے باطن کا تفرقہ بھی ''جمع'' کرتا ہے۔	نخشی جمع خود ز تفرقہ دان کرم شب تاب کار شمع کند بیم دوزخ بہشت دست آرد تفرقہ باطن تو جمع کند

☆☆☆

۱۲ سلک دوازدھم

(لسانِ حال کے بیان میں)

لسان حال بھی اس علم یعنی تصوف کی اصطلاح میں آتا ہے۔

لسان الحال انطق من لسان المقال.	لسان مقالی سے کہیں زیادہ لسان حال بولتا ہے۔

ایسے لوگ جن کی نظر مکمل طور سے عبرت ہوتی ہے اور جن کی بات سراپا سوچ، زیادہ تر بغیر کسی زبان کے بات کرتے ہیں جیسا کہ ایک صاحب حال بزرگ نے سفید کاغذ پر ایک نقشِ سیاہ دیکھا اور زبانِ حال سے اس کے ساتھ گویا ہوا، اے کاغذ اپنا چہرہ کیوں سیاہ کئے ہوئے ہو؟ شاید یہ جفا کاغذ بنانے والے کا ہے؟ کہ اس نے پہلے تجھے کوٹا ہوگا، پھر پانی میں ڈبویا ہوگا؟ اس کے بعد دیوار پر چپکایا ہوگا اور پھر تیرا بند بند جدا کیا ہوگا؟ کاغذ نے ان کے جواب میں کہا...... کاغذ بنانے والوں نے

اگر چہ مجھے چند بار کوٹ کر رکھا، مگر یہ سعادت بھی اسی کی بدولت ہے کہ میں اس کا دیوانہ ہو گیا ہوں، کوئی بھی دفتر میرے بغیر پورا نہیں ہو سکتا، اور تمام امور میرے بنا بیکار ہیں۔

صاحب حال پھر بول اُٹھا......

شاید یہ جلد ساز کی زیادتی ہوگی کہ اس نے تجھے شکنجہ میں کسا ہوگا، اور تیرے سر پر پتھر مارا ہوگا، تجھے بازاروں میں لایا ہوگا اور تلوار کے ذریعہ تجھے پارہ پارہ کیا ہوگا۔

کاغذ نے جواب میں کہا......

اے خواجہ یہ ظلم مجھ پر نہ تو کاغذ بنانے والوں نے کیا اور نہ ہی جلد ساز نے بلکہ یہ تمام ظلم و ستم مجھ پر سیاہی نے کیا، یہ تمام باتیں صرف سیاہی سے پوچھو؟

صاحب حال سیاہی کے پاس جاتا ہے اور پوچھتا ہے......

اے سیاہی تو بزرگی کے خاندان سے ہے اور دودِ چراغ کا سیاہ لباس زیب تن کر کے ''صوفی'' بنی پھرتی ہے، یہ کیا بے رخی ہے؟ جو تم نے کاغذ کے ساتھ کیا، سیاہی نے کہا۔

اے خواجہ ہوشیار، یہ علم و ہنر میں نے سیاہی فروش سے حاصل کیا کہ دوات کے ایک گوشہ میں میں نے اپنے لئے جگہ بنائی تھی، اور مقصد یہ تھا کہ میں اپنا سیاہ چہرا کسی کو نہ دکھاؤں؟ مجھے تو قلم نے اپنی نوک سے زخم رسید کیا اور مجھے گوشہ سے باہر نکالا، یہ بات آپ قلم سے پوچھئے۔

صاحب حال قلم کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے......

اے قلم تیرے سر پر نٓ والقلم وما یسطرون کا تاج رکھا ہے۔ تیرے

کاندھے پر ''دوتوام''[1] سیف اور قلم کی قبائیں ہیں، تو پھر کسی صوفی کو کیوں رنج دے رہا ہے اور سیاہی کو ''چوب'' کا زخم۔

قلم نے جواب میں کہا......

میں بہتی نہروں کے کنارے کھڑا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس صوفی کے ساتھ زبان درازی کروں۔ اس ''کار اہم'' کے لئے میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے۔ میرے قدوقامت تراشے گئے، اور میری زبان کھینچی گئی۔ دراصل موجب ملامت ہاتھ ہے نہ کہ میں؟

صاحب حال نے ''دست'' کے پاس جا کر کہا......

اے دست، یہ کیا زبردستی ہے؟ کسی کا سر اس لئے قلم کیا؟ کہ وہ تیری مٹھی میں رہے۔ اس ضعیف و ناتواں کے ساتھ یہ ظلم؟ جو ہر وقت جنگلوں میں بصورتِ قیام رہتا ہے کاش یہ ظلم نہ کیا جاتا جو تم نے کیا۔

دست نے بھی جواب دیا......

اے خواجہ۔ تم نہیں جانتے میں اور میری حقیقت کیا؟ میں تو گوشت پوست سے زیادہ نہیں اور گوشت و پوست بذات خود حرکت نہیں کرتا اور نہ ہی حرکت میں آ سکتا ہے، مجھے یہ کام کرنے کا حکم ''قدرت'' نے دیا۔

صاحب حال قدرت کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے......

اے قدرت، یہ بھی کوئی قدرت ہے، تو ہاتھ کا امتحان لیتی ہے، اور یہ کام دوسرے کے ہاتھوں کراتی ہے؟

قدرت نے جواب دیا......

---

[1] دوتوام۔ جڑواں

میں ''قصد و ارادہ'' سے مجبور و مقہور ہوں۔ یہ سوال تم ارادہ سے کرو، نہ کہ مجھ سے۔

صاحب حال نے ارادہ سے پوچھا......

اے ارادہ۔ مجھے تم سے یہ امید نہ تھی کہ اس قسم کی حرکت تجھ سے سرزد ہوگی۔ آخر یہ کونسا نمایاں کام ہے؟ جو تم نے ''قدرت'' سے لیا۔

ارادہ نے جواب میں کہا......

اے خواجہ! تو نہیں جانتا، جب تک علم و عقل کا حکم نہ ہو، مجھ سے کوئی چیز وجود میں آ ہی نہیں سکتی۔

اب صاحب حال، علم و عقل سے سوال کرتا ہے۔

اے عقل تجھ سے تو سبھی خیر و فلاح اور ثواب کی امید رکھتے ہیں، یہ تو نے کیا کیا کہ ارادہ کو اس کام پر ابھارا؟

علم و عقل نے جواب دیا......

اے خواجہ! کیا تو نہیں جانتا؟ علم و عقل کا محل صرف دل ہے جب تک دل نہ چاہے یہ کام مجھ سے ہو ہی نہیں سکتا۔

صاحب حال دل کے پاس پہنچا اور کہا......

اے دل! تو تمام اعضائے جسمانی کا رئیس اور اجزاء بدن کا سلطان ہے۔ کسی بھی سلطان سے ان چیزوں کے وجود پذیر ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی ہے۔ آخر پھر کیا وجہ ہے؟ جو تم نے علم و عقل کو اس کام کے لئے ابھارا؟

دل نے جواب میں کہا......

اے سلیم القلب، صاحب حال، تو نہیں جانتا کہ ''مقلب القلوب'' کوئی اور ہے جو بلند و بالا اور پاک و بے عیب ہے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
بخشنے والا خدائے پاک نے اس نخشی کو اپنے کرم سے زبان مقال عطا کی اور کرم بالائے کرم یہ کہ اس ناچیز کو زبانِ حال سے بھی نوازا۔	نخشی را خدائے بخشندہ دادہ بود از کرم زبان مقال برکرم صد کرم زیادہ کرد دادہ اورا چنیں لسان الحال

☆☆☆

۱۳ سلک سیزدھم

(سالک، واقف، راجع کے بیان میں)

جاننا چاہیے، بندہ جب تک راہِ معرفت پر سالک رہتا ہے کمال کا امیدوار ہوتا ہے۔ علم سلوک کی اصطلاح میں ایک کو ''سالک'' دوسرے کو ''واقف'' اور تیسرے کو ''راجع'' کہا جاتا ہے۔ سالک وہ ہے جو راہِ سلوک کو دوامی طور پر طے کرتا ہے اگر ذرا بھی اس کام میں وقف کرتا ہے تو اسے ''واقف'' کہیں گے بشرطیکہ جلد اس کا تدارک کرے اور اس ''وقفہ'' کو ''رجوع'' سے مقرون نہ کرے مگر خوف اس بات کا ہے کہیں وہ 'راجع' نہ ہو جائے۔ اس راہ کی لغزشیں سات ہیں......

۱۔ اعراض، ۲۔ حجاب، ۳۔ تغافل، ۴۔ سلب، ۵۔ سلب قدیم، ٦۔ تسلی، ۷۔عداوت۔

ان تمام لغزشات کی تفصیل اس طرح ہے:-

عاشق اور معشوق اس راہِ عشق میں ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق ہوتے ہیں اگر عاشق سے کوئی ایسی چیز وجود میں آجائے جو معشوق کے لئے ناگوارِ خاطر ہو تو یقینی طور پر ''معشوق'' اس سے اعراض کرے گا اور اگر عاشق بہت جلد معذرت خواہ ہو جائے تو وہ تھوڑا سا اعراض جو معشوق کی طرف سے وجود میں آیا تھا۔ ختم ہو جاتا ہے اور پھر کار محبت اپنی اصل حالت پر جاری رہتا ہے۔ اور اگر عاشق معذرت خواہ نہ ہو بلکہ اس پر بار بار اصرار کرے تو وہی اعراض، حجاب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد بھی عاشق، معذرت خواہ نہ ہو تو وہ حجاب، تغافل میں بدل جاتا ہے اسکے باوجود بھی عاشق استغفار نہ کرے، تو وہی تغافل، سلب میں بدل جاتا ہے ''سلب'' کی لغزش سے طاعت و بندگی میں کوئی ذوق اور لذت نہیں ملتی، اس لغزش کے باوجود اگر عاشق توبہ و استغفار نہ کرے تو یہ سلب، سلب قدیم ہو جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے قبل انھیں جو راحت اور ذوق ملا تھا وہ بھی اس سے واپس لے لیا جاتا ہے۔ اسکے بعد بھی عاشق توبہ نہ کرے۔ تو یہ سلب قدیم، 'تسلی' میں بدل جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ معشوق کو عاشق کی جدائی پر سکون مل جاتا ہے اور اس کے دل کو قرار آجاتا ہے اس لغزش پر اب بھی عاشق کو افسوس نہ ہو اور اس سے رجوع نہ کرے اور نہ ہی مغفرت طلب کرے تو عاشق اور معشوق کے مابین محبت نہیں بلکہ عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔

نعوذ باللہ من ذالک۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی دوستی بھی عجیب چیز ہے جو کبھی جدال میں بدل جاتی ہے، بال برابر بھی اگر لغزش ہو جائے تو دوستی دشمنی میں بدل جاتی ہے۔	نخشی دوستی عجب کار یست سر تسلیم ہم جدل گردو سر مو گر فرد گذاشت کنی ہمہ در دشمنی بدل گردو

☆☆☆

۱۴ سلک چہاردھم

(معجزہ، کرامت، معرفت اور استدراج کے بارے میں)

جاننا چاہیے کہ آدمی سے بطور خرقِ عادت جو کچھ بھی صادر ہو علم سلوک کے ائمہ اسے چار درجوں میں رکھتے ہیں:-

۱۔درجہ اول-معجزہ، ۲۔درجہ دوم-کرامت، ۳۔درجہ سوم-معرفت، ۴۔درجہ چہارم-استدراج۔

۱۔ معجزہ- انبیاء کرام کے لئے خاص ہے کیونکہ یہ مبارک افراد علم اور عمل دونوں میں کامل ہوتے ہیں۔

۲۔ کرامت- اولیاءعظام کے لئے خاص ہے کہ ان کا علم اور عمل بھی کامل ہوتا ہے۔

۳۔ معرفت- یہ مجانین کے لئے خاص ہے کیونکہ ان کے لئے نہ علم ہوتا ہے اور

نہ عمل، مگر ان سے بھی کبھی کبھی کوئی چیز بطورِ خرقِ عادت ظاہر ہو جاتی ہے۔

٤۔ استدراج - ان لوگوں کے لئے جو اصل میں ایمان نہیں رکھتے۔ ان سے بھی کسی وقت کوئی چیز قاعدہ و اصل کے خلاف دیکھی جاتی ہے۔ جیسے سحر وغیرہ۔

اے میرے عزیز۔

صاحبِ استدراج کے علاوہ جس درجہ والے پر نظر پڑ جائے، انھیں اپنے سے کہیں بہتر تصور کرو، اگر چہ دیکھنے والا، مطیع و فرماں بردار اور صالح ہو، اور جنہیں دیکھا گیا وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو، کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے ناظر کی یہ آخری طاعت ہو اور منظور الیہ[1] کی یہ آخری معصیت ہو۔

سنو سنو! حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ[2] فرماتے ہیں، جہاں تک مجھے یاد ہے کہ جس شخص پر بھی میری نظر پڑی، میں نے اسے اپنے سے بہتر ہی تصور کیا۔ مگر ایک مرتبہ میں نے اپنے آپ کو کسی سے بہتر جانا۔ جس کی وجہ سے میں نے اپنے اوپر ایک الزام عائد کر لیا۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے......

ایک مرتبہ میں نے حبشی کو دیکھا، پانی کے کنارے بیٹھا ہے اور ایک صراحی اس کے پاس ہے اور ایک خوبصورت عورت اس کے پہلو میں بیٹھی ہوئی ہے۔ صراحی سے کچھ نکال رہا ہے اور جرعہ، جرعہ[3] پی رہا ہے اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا، اگر تمام

---

[1] منظور الیہ - جسے دیکھا جائے

[2] حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ زاہدوں، عالموں اور فصحاء کے سردار تھے، کما قال صاحب غایۃ المرام" آپ کا وصال ماہ رجب ۱۱۰ھ کو ہوا، اور بعد نماز جمعہ مدفون ہوئے آپ روزانہ پانچوں وقت کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا کرتے تھے، حالانکہ آپ بصرہ میں جلوہ فرما رہتے، آپ "اہل خطوہ" (اہل خطوہ انھیں کہا جاتا ہے جو میلوں کی مسافت چند قدموں میں طے کر لے) سے ہیں۔

[3] جرعہ - جرعہ - گھونٹ گھونٹ۔

عالم مجھ سے بہتر ہے تو میں اس حبشی سے بہت بہتر ہوں، کم از کم میں اس طرح بیٹھا تو نہیں جس طرح یہ حبشی بیٹھا ہے، کہ صراحی سامنے ہے، اور عورت پہلو میں ہے۔ اسی اثناء میں کوئی کشتی دریا میں ڈوبنے لگی جس میں کل سات نفر[1] بیٹھے ہوئے تھے، اس حبشی نے خود کو دریا میں ڈال دیا، اور چھ لوگوں کو ڈوبنے سے بچالیا اور مجھ سے یوں مخاطب ہوا، میں نے ۶ر لوگوں کو بچالیا، اگر تو مجھ سے بہتر ہے تو اس ایک کو ڈوبنے سے بچالے۔

فارسی قطعہ	**اردو ترجمہ**
نخشبی ہیچ نیست خود بینی	اے نخشبی خود بینی کی کوئی حیثیت نہیں
از دواہا بیرون است علت آن	خود بینی ایک لاعلاج مرض ہے جس
ہر کہ در خود بدید در ساعت	نے ایک ساعت کو بھی خود بینی کی، وہ
خورد از دست ہر کسے لت آن	ہر ایک کے ہاتھوں سے مار کھائیگا۔

☆☆☆

۱۵ سلک پانزدھم

(نفس شہوانی، روح نورانی، اور قلب ربانی کے بیان میں)

جاننا چاہیے کہ آدمی کے لئے ''نفس شہوانی'' ہوتا ہے، ''ملکوتِ فنا'' میں اس کی سیر ہوتی ہے، روح نورانی ہوتی ہے۔ ''ملکوت بقا'' میں وہ سیر کرتی ہے، اور ''قلب ربانی'' ہوتا ہے جو ''ملکوت بقا'' میں سیر کرتا ہے، نفس دنیا کا مرید ہوتا ہے اور اسی پر

[1] نفر- آدمی۔

اپنی توجہ صرف کرتا ہے۔ روح ''عقبیٰ'' کا مرید ہوتی ہے اور اسی پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز رکھتی ہے، قلب مولیٰ کا مرید ہوتا ہے اور اسی پر اپنی توجہ مبذول کرتا ہے۔

سنو سنو! ایک بزرگ نے فرمایا- میں نے دنیا کو ترک کرنا چاہا اور آخرت کی رسی مضبوطی سے پکڑ کر اپنے رب کے پاس جانا چاہا، تو نفس، روح اور قلب کو حاضر کر کے پہلے میں نفس سے مخاطب ہوا......

اے نفس میں نے چاہا دنیا اور اس کی لذتوں کو ترک کردوں، مگر ایسا نہ کر سکا کچھ تو ہی بتا؟ اس راستہ میں اندیشوں کو میرے ساتھ کیوں کر دیا گیا۔

نفس نے جواب دیا- میں نہیں بتا سکتا کہ اس میں کیا راز ہے۔ ہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ سے کہا، تو زمین کے اجزاء سے پیدا کیا گیا ہے تو پھر مجھے دنیاوی لذتوں کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ اس کے بغیر مجھے سکون نہیں مل سکتا۔ کیوں کہ میری بقا دنیاوی لذتوں کی بقا سے ہے۔ نفس کی ان باتوں کو سننے کے بعد، میں روح کی طرف متوجہ ہوا، اور کہا......

میں خداوند کریم کے قرب میں جانا چاہتا ہوں بہشت کے عیش و آرام کی خاطر نہیں بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے۔ کیا تو کچھ کر سکتی ہے؟ اور میرا راز دار بن سکتی ہے؟

روح نے جواب میں کہا......

مجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ کیوں فرمایا؟ تو برائے آخرت پیدا ہوئی ہے۔ لہٰذا مجھے یہاں کی لذت سے کوئی سروکار نہیں۔ اور میں جنت کے ابدی عیش وآرام کے بغیر نہیں رہ سکتی۔

جب میں نے محسوس کیا کہ نفس اور روح دونوں آلودہ حرص اور آمیزۂ غرض ہیں

تو اپنا روئے سخن قلب کی طرف موڑ دیا اور کہا

اے قلب تو تو بادشاہ ہے اور علم و یقین کا محل ہے۔ اگر تو ٹھیک، تو سارے اعضاء بھی ٹھیک، اور بگڑ گیا تو تمام اعضاء بھی بگڑ جائیں۔ نفس مجھے لذت دنیا کا اسیر بنانا چاہتا ہے اور روح بہشت اور اس کی لذتوں کی بات کرتی ہے اور میں خالصاً لوجہ اللہ اس کی عبادت و اطاعت کرنا چاہتا ہوں نہ لذت دنیا کے لئے اور نہ ہی بہشت کے آرام کے لئے۔ اگر ہو سکے تو تو ہی میرا رفیق کار بن جا۔

قلب نے زور دے کر کہا......

اپنے سر اور آنکھوں کی قسم! مجھے صرف قناعت کے لئے اللہ نے پیدا کیا۔ اور میرے لیے صرف عبادت کا حکم ارشاد ہوا۔

بزرگ نے کہا- قلب نے جب میرے دل لگتی بات کہی، تو مجھے کچھ سکون ملا اور پھر دونوں جہاں میرے ہاتھ آ گئے۔

اے میرے عزیز- جس کے چراغ میں معرفت کا نور ہو۔ اسکے باوجود، دل روشن نہ ہو، تو سمجھ لیجیے کہ اس کے نفس و روح یہ دونوں ایسے اندھے ہیں جنکے پاس سہارے کی لاٹھی بھی نہیں۔ وہ ہر روز ذلت و رسوائی کے گڑھوں میں گرتا رہے گا۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی نور دل قوی نور یست شود از دل خراب آبادی تن و جاں ماندہ بد بتاریکی شمع دل نور اگر نمی داری	اے نخشی دل کا نور قوی تر نور ہے، ویرانیاں اسی دل سے آباد ہوتی ہیں۔ تن و جاں دونوں اندھیروں میں پڑے رہیں گے شمع دل اگر نور نہیں رکھتی ہے۔

☆☆☆

١٦

سلک شانزدھم

(فضیلت دعا کے بارے میں)

تمام عالم اور سبھی لوگوں کو معلوم ہے کہ ''ناز و غنا'' کے معاملہ میں شکر سے بہتر کوئی جائے قرار نہیں اور نیاز و غنا کے معاملہ میں دعا سے بہتر کوئی سکوں کی جگہ نہیں۔ اسے وہ مرتبۂ بلند حاصل ہے جو کسی بھی عبادت کو نہیں کیونکہ کچھ عبادتیں دن کا وظیفہ ہیں جیسے نماز فرض، اور کچھ رات کا مثلاً رات کی فرض نمازیں۔ کچھ ہفتہ کا وظیفہ ہے جیسے نماز جمعہ اور کچھ مہینہ کا جیسے روزۂ رمضان اور کچھ ایسی عبادتیں ہیں جو سال کا وظیفہ ہیں مثلاً زکوٰۃ اور کچھ پوری عمر کا وظیفہ ہے جیسے حج۔ مگر دعا وہ چیز ہے جو ہر قسم کے لوث سے منزہ ہے اور صبح و شام مانگی جاتی ہے۔ آقا بھی مانگتے ہیں اور غلام بھی۔ جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں جو پوری نیازمندی سے دعا مانگتا ہے خواہ وہ کسی بھی نام سے مانگے اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ لوگ یہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کوئی بزرگ حضرت خواجہ بایزید بسطامی[1] علیہ الرحمتہ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا نام کونسا ہے؟ اے شخص یہ بتا، اللہ کا چھوٹا سا نام کونسا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے سبھی نام بڑے ہیں، مگر دعا کی رہگذر پاک ہونی چاہیے کہ......

ان اللہ لا یقبل الدعا من قلب غافل	بے شک اللہ قلب غافل کی دعاؤں کو قبول نہیں فرماتا۔

---

[1] حضرت خواجہ بایزید۔ ولادت ۲۳۴ھ یا ۲۶۱ھ، آپ کا شمار اولیاء کبار، اور مشائخ عظام میں سے ہے، احادیث کے بیان کرنے میں آپ کو درک حاصل تھا۔ تمام اولیاء میں آپ کا وہی اعزاز تھا جو فرشتوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا، مقام توحید میں تمام بزرگوں کی انتہا آپ کی ابتدا ہے، (بحوالہ تذکرۃ الاولیاء)

اور بعض نے یہاں تک فرمایا۔

بغیر عمل کے دعا ایسی ہے جیسے بغیر تیر کے کمان۔ تین دعائیں کبھی رد نہیں کی جاتی ہیں......

۱۔ والدین کی دعا۔ ۲۔ مسافر کی دعا۔ ۳۔ مظلوم کی دعا۔

کوئی نصف شب ایسا نہیں جس میں آسماں سے یہ ندا نہ آتی ہو......

هل من داعٍ فيستجاب له هل من احد يستغفرله هل من سائل فيعطى مسأله .	ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اسکی دعا قبول کیجائے، ہے کوئی کہ اس کی مغفرت کی جائے۔ ہے کوئی مانگنے والا کہ اس کی حاجت روائی کی جائے۔

یہ ندا طلوعِ آفتاب تک برابر جاری رہتی ہے، یہ خیال رہے بلاؤں کے نزول سے قبل دعائیں کرنی چاہئیں اور جب بلائیں نازل ہو جائیں تو دعاؤں سے اسے دفع نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ، نیشا پور میں مفلسی کی بلا نازل ہوئی، بادشاہِ وقت نے کسی ایک آدمی کو ایک فقیر، درویش کے پاس بھیجا کہ آپ دعا فرما دیں، درویش نے کہا، اب بلا نازل ہو چکی ہے یہ دعا کا وقت نہیں بلکہ وقتِ رضا ہے۔

اللهم انی اعوذبک من علم لاينفع ومن قلب لا يخشع و من بطن لا يشبع ومن دعاءٍ لا يسمع.	اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے، اس قلب سے جو خوف نہ کھائے اس بطن سے جو آسودہ نہ ہو، اس دعا سے جو سنی نہ جائے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشبی دعا کرنے میں ٹال مٹول ہرگز نہ کر کہ دعاؤں سے ہی التماس کیا جاتا ہے، جس در کو آسمان بند کر دے، دعا کی کنجی ہی سے کھولا جاتا ہے۔	نخشبی در دعا مکن امہال از دعا التماس دادہ شود ہر درے را کہ آسماں بندد بہ کلید دعا کشادہ شود

☆☆☆

١٧ سلک ہفدہم

(آداب، مرید، و متعلم کے بیان میں)

اہل بصیرت اپنی باطنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ لیتے ہیں جسے اہل بصر اپنی ''چشم ظاہر'' سے نہیں دیکھ سکتے۔ عام طور پر لوگ کہتے ہیں، مرید یا متعلم اپنے پیر یا استاد سے جو بات سنتا ہے، اس کے بیان کرنے یا اس کے حل کرنے میں کبھی بھی غلطی نہیں کرتا۔ لہٰذا مرید و متعلم کو چاہیے- اعتراض کی زبان ہرگز نہ کھولے، 'لاادری اور لا نسلم' کا لفظ زبان پر بھی نہ لائے، کیونکہ ان کی دینی اور دنیاوی اصلاح کا رشتہ انہیں سے متعلق ہے۔ ممکن ہے جسے تم برا تصور کرتے ہو، وہی تمہارے لئے بہتر ہو اور جسے تم بہتر سمجھتے ہو وہ تمہارے لئے برا ہو۔

سنو سنو! عرب کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں ایک زاہد رہا کرتا تھا۔ سبھی لوگ حوادث فاجعہ اور بلیات مہلکہ میں انہیں کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

اور ان کی نصیحت اور وعظ میں اپنے لئے امن وسکون محسوس کرتے تھے۔ اتفاقاً کسی رات اس قبیلہ کے تمام کتے مرگئے۔ قبیلہ کے لوگ امداد کے لئے اس زاہد کے پاس آئے۔ سارا ماجرا بیان کیا۔ زاہد نے فرمایا...... ہوسکتا ہے تمہاری اصلاح ان سب کے مرنے ہی میں ہو۔ پھر دوسری شب تمام مرغ مرگئے۔ اہل قبیلہ پھر زاہد کے پاس آئے، واقعہ بیان کیا۔ زاہد نے پھر وہی بات کہی۔ ہوسکتا ہے تمہاری بھلائی ان مرغوں کے مرنے ہی میں ہو۔ اہل قبیلہ نے کہا- یہ کتے ہمارے پاسبان تھے اور یہ مرغ ہمارے لئے مؤذن تھے۔ تو پھر اس کے مرنے میں ہماری کیا بھلائی ہوسکتی ہے؟

زاہد نے ارشاد فرمایا...... پوشیدہ باتوں اور سربستہ رازوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس میں بھی کوئی راز ہو جسے ہماری عقلیں نہیں جانتیں۔ تیسری شب لوگوں نے آگ روشن کرنا چاہی۔ آگ تو روشن ہوئی مگر اسکی لپٹیں قطعی بلند نہیں ہوئیں۔ لوگوں کے ذہن ودماغ پر یہ اندیشہ رچ بس گیا، یہ ایک اور بلا ہے جو ہم پر نازل ہوئی۔

صبح کو معلوم ہوا دشمنوں کے لشکر اس قبیلہ کے نواحی علاقوں پر حملہ آور تھے اور نصف سلطنت پر اپنا تسلط قائم کر چکے تھے۔ جب اس قبیلہ کے نزدیک آئے، انھوں نے نہ روشنی دیکھی اور نہ کتوں کا بھونکنا، اور نہ مرغوں کی بانگ سنی، جس سے لشکر اعداء کو یقین ہوگیا۔ یہ قبیلہ پہلے ہی سے ویران ہے اس پر حملہ بے سود ہوگا۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے خلاصی پائی اور زاہد کی بات جو انھوں نے ہر بار کہی تھی کہ تمہاری اصلاح اسی میں ہو۔ قطعی درست اور سچ ثابت ہوئی۔ سچ ہے......

فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی نے کہا ہر ایک کی مت سنو،	نخشی گفت ہر کسے مشنو
ہاں فقیر جو بھی کہے وہی ہونا ہے اگر	ہر چہ درویش گفت حکم ہمانست
تم سچائی کی جگہ دیکھنا چاہتے ہو وہ	مجزی راستی ہمی خواہی
صرف اہل دل کی زبان ہے۔	بتمامی زباں اہل دلا نست

☆☆☆

۱۸ سلک ہژدھم

(خلقت کی قسموں کے بیان میں)

جاننا چاہیے ''مخلوق'' کی چار قسمیں ہیں......

(۱) وہ لوگ جن کے لئے دنیا میں بھی وسعتِ رزق ہو اور عقبیٰ میں بھی، ایسے ہی لوگ غنی اور صالح ہوتے ہیں۔

(۲) ایسے لوگ جن کے لئے دنیا میں بھی رزق کی کمی ہو اور آخرت میں بھی، ایسے ہی افراد محتاج ہوتے ہیں۔

(۳) ایسے لوگ جن کے لئے دنیا میں فراخیٔ رزق ہو، مگر آخرت میں تنگیٔ رزق کا مالک ہو، یہ کافر اور غنی ہیں۔

(۴) وہ لوگ جو دنیا میں تنگیٔ رزق کا مالک ہو مگر آخرت میں وسعت رزق رکھتا ہو، ایسے ہی افراد مومن اور غنی ہوتے ہیں۔

اے میرے عزیزو!

پہلی قسم کے افراد کے لئے معنوی اور صوری دونوں طور سے دنیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے روزینہ سے کہیں زائد روزی ہوتی ہے۔

دوسری قسم کے لئے دنیا ہے ہی نہیں، نہ معنوی طور پر اور نہ ہی صوری طور پر، بلکہ وہ اخلاص کے ساتھ صرف اطاعت کرتے ہیں۔

تیسری قسم کے افراد کے لیے دنیا صوری طور پر نہیں مگر معنوی طور پر ہوتی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو صرف دکھاوے اور ریا کاری کے طور پر بندگی کرتے ہیں۔

چوتھی قسم کے افراد کے لئے، صورتاً تو دنیا ہے مگر معنیً نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل حرم کے حقوق ادا کرتے ہیں۔

جب یہ وضاحت معلوم ہوگئی تو اب یہ بھی جاننا چاہیے کہ صنف اول میں وہ لوگ آتے ہیں جن کے ظاہری حالات آراستہ و پیراستہ ہوتے ہیں۔ مگر ان کے باطنی حالات خراب اور بہت خستہ ہوتے ہیں اور صنف دوم میں ان لوگوں کا شمار ہوتا ہے جن کا باطن تو آراستہ ہوتا ہے، مگر ظاہر نہیں۔ جیسے مجانین اور مجازیب وغیرہ صنف سوم کے حامل وہ حضرات ہیں۔ جو ظاہری اور باطنی دونوں طور پر خستہ حالات رکھتے ہیں جیسے عام مخلوق، صنف چہارم میں وہ افراد شامل ہیں جن کے دونوں قسم کے حالات بہتر ہوں، ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کا ظاہر بھی معمور ہوتا ہے اور باطن بھی۔ ایسے ہی لوگ زیر زمین رہ کر ہفت آسمان کی خبر رکھتے ہیں اور بالائے فلک رہ کر زمین کے آخری حصہ تک کی نشاندہی کرتے ہیں۔

سنو سنو!

ایک مرتبہ ہارون رشید نے کسی درویش کو گرفتار کر کے حجرہ میں اسیر کر دیا۔ اور

حجرہ کو ہر طرف سے بند کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے کہا۔ اے بادشاہ فلاں درویش تو فلاں باغ میں گشت کر رہا تھا۔ لوگوں نے انہیں پکڑ کر ہارون رشید[1] کے سامنے حاضر کر دیا۔ ہارون نے درویش سے کہا......

من ادخلک فی البستان. — تمہیں باغ میں کس نے داخل کیا

درویش نے جواباً کہا......

من اخر جنی من جسک. — جسنے مجھے تیرے قید خانہ سے آزاد کیا

ہارون نے کہا......

من اخرجک من حبسی. — تجھے میری قید سے کس نے نکالا۔

درویش نے جواب دیا......

من ادخلنی فی البستان. — جس نے مجھے باغ میں داخل کیا۔

فارسی قطعه	اردو ترجمہ
نخشبی چشم دل عجب چشمے است کیست کز بہر آں نکوشیدہ است حال خود را مپوش زاہل ضمیر آں بریں طائفہ چہ پوشیدہ است	نخشبی دل کی آنکھ بھی عجیب آنکھ ہے، ایسا کون ہے جس نے اس کو پانے کی کوشش نہ کی ہو، اہل ضمیر سے اپنا حال ہرگز نہ چھپا، اس مبارک جماعت پر کیا چیز پوشیدہ ہے۔

[1] ہارون رشید عباسی خلفاء میں اہمیت کے حامل تھے۔ ۱۴۸ ہجری میں بمقام 'ری' پیدا ہوئے، ابو جعفر اور ابو موسیٰ، ان کی کنیت تھی، ۱۶ر ربیع الاول ۱۷۰ ہجری کو خلیفہ بنے، علم وفن سے لگاؤ رکھتے تھے، نیک اور صالح تھے، ہر روز سو رکعات نمازیں ادا کرتے تھے، خراسان کے علاقوں میں سے مقام طوس میں ۳ر جمادی الآخر ۱۹۳ ہجری میں ان کا وصال ہوا، اور یہیں مدفون ہیں۔

١٩

سلک نوز دھم

(مخلوق کی قسمیں، ان کے مطالب کے اعتبار سے)

کچھ افراد ایسے ہیں جو حق تعالیٰ سے دنیا طلب کرتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو عقبیٰ کو چاہتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو خدائے تعالیٰ سے خود "خدا" کو طلب کرتے ہیں، حضرت صمدیت نے ان تینوں قسم کے لوگوں کا قرآن پاک میں ذکر فرمایا اور قرآن پاک کی شان یہ ہے کہ......

ولا رطب ولا یابس الافی کتاب مبین.[1]

اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا ہو۔

وہ ذکر یہ ہے......

فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد و منھم سابق الخیرات.[2]

تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر اور ان میں کوئی وہ جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا۔

یعنی منھم من رجع منی بالدنیا و منھم من رجع منی بالعقبی و منھم من رجع بالمولیٰ.

اللہ کا یہ فرمان ہے بعض نے دنیا کے لئے مجھ سے رجوع کیا اور بعض نے عقبیٰ کے لئے، اور بعض نے خود مولیٰ کے لیے۔

---

[1] پارہ-۷، سورۂ انعام، رکوع:۱۳۔ [2] پارہ ۲۲، رکوع:۱۵، سورۂ فاطر۔

سنوسنو! ایک بار حضرت داؤد[1] علیہ السلام کو وحی ہوئی......

یاداؤد من اکتفی بنا وبمالنا، کنالہ وما لنا ومن لم یکتف بنا وبمالنا فلسنا لہ ومالنا.	اے داؤد جسنے ہم پر اور ہماری ہر چیز پر اکتفا کیا تو پھر ہم بھی انکے ہیں اور ہماری ہر چیز انکی ہے اور جس نے ہم پر اور ہماری چیز پر اکتفا نہیں کیا تو نہ ہم انکے ہیں اور نہ ہی ہماری کوئی چیز انکی ہے۔

میں سمجھتا ہوں جس نے اسے پالیا، پھر کوئی ایسی چیز نہیں جو اس نے نہ پائی ہو، اور جس نے اسے نہیں پایا اس نے کچھ بھی نہیں پایا۔

اعلموا ان اللہ تعالیٰ عوض من کل شئ، ولیس شئ عوضا لہ، وھو الحاصل فی الدارین، ولیس فیھما حاصل غیرہ.	جان لو کہ یقیناً اللہ ہر شے کا عوض دیتا ہے اور کوئی شے اس کا عوض نہیں دے سکتی، اور وہی دو جہاں کا حاصل ہے، اس کے علاوہ کوئی حاصل نہیں۔

اے میرے عزیز! کسی بھی عیب سے قوی تر اور کسی بھی افسوس سے زیادہ افسوسناک یہ ہے کہ محبوب، محبّ کو اختیار دے کہ مجھ سے مانگ، اور محبّ محبوب سے غیر محبوب کو طلب کرے، وہ بلند حوصلہ رکھنا چاہیے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھا کہ

[1] حضرت داؤد علیہ السلام۔ آپ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے داؤد بن ایشا بن عوبر بن باعر بن سلمون ...... بن یہود بن یعقوب۔ آپکا حلیہ شریف اس طرح ہے سفیدی مائل سرخ چہرہ، بڑا سر لمبا قد، سفید جسم گھنی داڑھی نہایت ہی سریلی پیاری اور نرم آواز، مورخین لکھتے ہیں حضرت فاروق اعظم کا مقدس حلیہ آپ کے حلیہ شریف سے کچھ ملتا جلتا تھا۔ آپ کو نبوت اور بادشاہت دونوں ملی تھی۔ ساٹھ سال تک آپ کی حکومت رہی۔ آپکے بارہ (۱۲) بیٹے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان میں سب سے چھوٹے تھے۔

انھوں نے جب اس منزل پر قدم رکھا، تو عرض کیا......

رب ارِنی انظر الیک	اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں

سنوسنو!

حکی ان بھلول[1] المجنون دخل یوماً بیت الله الحرام ساکتاً مدھوشاً فقال له رجل سل حاجتک فانک فی بیت الله عزو جل. قال امن مروۃ الرجل ان یسأل فی بیت الله غیره.	بیان کیا گیا کہ ایک روز بہلول مجنوں بیت اللہ میں خاموشی اور مدہوشی کے عالم میں داخل ہوا ان سے کسی نے کہا اپنی حاجت طلب کر بہلول نے کہا کیا یہ آدمی کی مروت میں سے ہے کہ اللہ کے گھر میں کسی غیر خدا کو طلب کرے۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی از خدا بخواه خدا ایں سعادت بروزگار کراست صادقان جہاں ہمی گویند از خدا جز خدا نباید خواست	اے نخشی خدا سے خدا ہی کو طلب کر، یہ سعادت زمانے میں کسے ہے، دنیا کے سچے لوگوں نے یہی کہا ہے، خدا سے غیر خدا کو نہیں مانگنا چاہیے۔

☆☆☆

[1] بہلول، ایک نہایت سادہ لوح اور مجذوب انسان تھے۔ آپ کوفہ میں پیدا ہوئے وہیں جوان ہوئے اور ہارون رشید کے عہد میں بغداد آئے، اگر چہ مجذوب تھے مگر ان کی باتیں حکمت سے پُر ہوتی تھیں، اس لئے انھیں "دانا" کہا جاتا ہے۔ آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔ ہارون رشید اور ان کی بیگم زبیدہ ان سے بہت زیادہ مانوس تھیں۔

۲۰

سلک بستم

(حصولِ آخرت اور طلب دنیا کے بارے میں)

جاننا چاہیے دنیا سے جو کچھ بھی تجھے دیا گیا اس کی دو قسمیں ہیں......

(۱) وہ چیز جو خود بخود چل کر تیرے پاس آئی۔ (۲) وہ چیز جس کے پاس تو چل کر گیا اور بہتری اسی میں ہے کہ ان دونوں قسم کی نعمتوں پر لوگوں کو راضی ہو جانا چاہیے۔ بندۂ نخشبی کہتا ہے دنیا سے ہاتھ کھینچ لینا بہت زیادہ دشوار ہے۔ آخرت پر ہاتھ رکھنا اور پھر اسے حاصل کرنا اور بھی زیادہ دشوار ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ آج آدمی زادہ بیش بہا قیمت دے کر دوزخ خرید لیتا ہے اور قلیل قیمت میں بھی جنت نہیں لیتا، فاسق فسق کی ضیافت میں ۲۲ر دینار خرچ کر دیتا ہے حالانکہ وہ ایک قسم کا دوزخ ہے جو ۲۲ر دینار کے عوض خریدا گیا، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیر فاسق صرف ایک کاسۂ شوربا یا کسی حصۂ خرما سے بہشت خرید لیتا ہے، لٰہذا بہشت کے خریدنے میں قطعی ٹال مٹول نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت ابو حازم[۱] نے فرمایا...... کوئی بہشت کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اسے نہ چھوڑ دے جو انھیں دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے، اور دوزخ سے خلاصی ممکن نہیں، مگر اس کے کر گزرنے سے جو دنیا میں اس کے لئے سخت تر ہے۔

[۱] ابو حازم- آپ مخلص اہل تقویٰ میں سے تھے، فقر و غنا کے حامل تھے، مجاہدات و مشاہدات میں اپنی نظیر آپ تھے، آپ کو بہت سے صحابہ کرام کے علاوہ حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو ہریرہ سے شرف نیاز حاصل تھا۔ آپ نے لمبی عمر پائی۔ آپ کے ارشادات اہل تصوف کے لئے منارِ نور ہیں۔

سنو سنو! حضرت عمر بن عبدالعزیز[1] کے دوستوں میں سے ایک دوست جوان کے تئیں اپنے دل میں حسن ظن رکھتا تھا جب وہ تخت خلافت پر براجمان تھا، کہہ رہا تھا ...... اے خلیفہ، تخت خلافت پر براجمان ہونے سے قبل اور لباس شاہی کے زیب تن کرنے سے پہلے تو آرزو کرتا تھا کہ سلطنت کا ایک گز ہی دس دینار کے عوض خرید لیا جائے اور اب جبکہ تو خلیفہ بن گیا، شاہی لباس پہن لیا، یہ آرزو کرتا ہے کہ سلطنت کا دس گز ایک دینار کے عوض دے دیا جائے، ایسا کیوں؟ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا، جب میں خلافت کا طالب تھا اور خلافت میری پہونچ سے دور تھی اور میں اب طالب بہشت ہوں، اور بہشت میری پکڑ سے باہر ہے اور بہشت حاصل نہیں ہوتی مگر عجز و انکساری کے لباس سے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی خدا سے آخرت ہی طلب کر، کہ دنیا کے غموں نے تیرے دل کو زخم خوردہ بنا دیا ہے، طلبِ آخرت مکمل طور پر دشوار ہے، اسے کسی بھی حال میں رائیگاں نہیں کرنا چاہیے۔	نخشبی آخرت طلب ز خدا رنج دنیا درونۂ تو بخست طلب آخرت ہمہ سختی است آخرت رائیگاں نباید است

☆☆☆

[1] عمر بن عبدالعزیز نام عمر بن عبدالعزیز کنیت ابو حفص، آپ کا مقام ''خلفائے راشدین'' میں پانچواں ہے، ولادت ٦١ ہجری یا ٦٣ ہجری میں ہوئی، مولد شریف مصر کا ایک گاؤں ''حلوان'' ہے، مدینہ پاک میں رہ کر علم و ادب سیکھا۔ ٨٣ ہجری تا ٩٣ ہجری امیر مدینہ منورہ رہے، ٩٩ ہجری میں خلیفہ ہوئے اور ٢ر سال ٥ ماہ تک خلیفہ رہے۔ آپکے دور خلافت میں عدل وانصاف شباب پر تھا، ١٠١ ہجری میں آپکا وصال ہوا۔

۲۱

سلک بست ویکم

(فقر و غنا کے بارے میں)

مردانِ دیں، نوجوانانِ یقین کا ارشاد ہے...... گریہ و بکا کی لذت سے جو آنکھ آشنا ہو، وہ ہنسی اور خوشی کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتی، کیونکہ......

البکاء جلاء مرات الجنان من صلاء الاحزان. غموں کے سبب رونا آئینہ دل کی رونق ہے

جس دل نے ذوق اندوہ اور لذتِ غم حاصل کر لی وہ کبھی بھی طرب و نشاط کی طرف مائل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ......

ان اللہ یحب کل قلب حزین. بیشک اللہ تعالیٰ غمزدہ دلوں کو پسند فرماتا ہے

حضرت ابراہیم ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] نے جب قبائے شاہی اتار پھینکی اور لباس فقر زیب تن کر لیا، تو ہر ایک نے یہی تصور کیا، انھیں ہر لمحہ ایک نئی مصیبت اور نیا غم لگ رہا ہے۔ اے میرے عزیز، راہ حق ایک عجیب و غریب راہ ہے جس میں محنت، جفاکشی نقد ہوتی ہے اور عیش و عشرت اُدھار۔ لوگ بیان کرتے ہیں......

ایک مرتبہ ایک کثیر العیال شخص شام کے وقت اپنے بچوں میں جا رہا تھا۔ ہاتھ خالی، ہزاروں غم ان کے ساتھ تھے۔ اسی اثناء راہ میں ان کی ایک درویش کامل سے

---

[1] ابراہیم ادھم اپنے وقت کے بادشاہ تھے۔ بادشاہت ترک کر کے لباس فقیرانہ زیب تن کر لیا، آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں، ان میں ایک کرامت یہ بھی ہے، کسی باغ کی نگرانی کرتے ہوئے آپ کسی درخت کی چھاؤں میں سو گئے اور ایک سانپ آکر ہوا کرنے لگا۔ آپ فقر میں بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۶۲ ہجری میں ہوا اور دریائے شام کے ساحلی پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ میں مدفون ہیں۔ مزار پاک عالیشان ہے، اور اس کے بہت سے اوقاف ہیں۔

ملاقات ہوگئی، دیکھا وہ درویش نہایت ہی خوش وخرم اور فارغ البال ہوکر جلوہ فرما ہیں، انھیں کوئی اندیشہ اور غم نہیں۔ عرض کیا- اے درویش، یہ کوئی انصاف ہے؟ میں شدید غموں سے دوچار اور آپ اس قدر خوش حال؟ درویش کامل نے جواب دیا- اے شخص میں نے جو "عمل خیر" کیا تجھے دیتا ہوں اور ساتھ میں یہ خوشحالی اور فارغ البالی بھی۔ اس کے عوض تم اپنا سارا رنج وغم، حزن وملال مجھے دیدو۔ اس کثیر العیال نے کہا...... اے درویش، غموں کی لذت اور محنت و جفاکشی کی کرامت تم کیا جانو؟ اس میں کیا لذت ہے؟ اور یہ بھی سنا ہے- ایک درویش حضرت ابراہیم ادھمؒ کے پاس آیا، اور اپنی فقیری کے تعلق سے شکایت کی۔ حضرت ابراہیم ادھم نے کہا- جا، تو امیر ہوگا، چندروز کے بعد دیکھا گیا وہ درویش واقعی غنی ہوگیا۔ انھوں نے کہا- اے خواجہ آپ کی دعا اور برکت سے میں تو غنی ہوگیا، مگر یہ بتایئے آپ کو کیسے معلوم؟ کہ میں غنی ہونا چاہتا ہوں۔ ابراہیم ادھم نے کہا- محض اس وجہ سے "تم نے درویشی کے تعلق سے شکایت کی۔ میں سمجھ گیا، تو دولت وثروت طلب کررہا ہے کیونکہ درویشی اسے کبھی نہیں ملتی جو اس کی شکایت کرے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی اپنی فقیری پر شکریہ ادا کر،	نخشی شکر فقر خود بگذار
جو مقبول بارگاہ ہوتا ہے وہی زیادہ ڈرتا ہے،	ہر کہ مقبول شود زود ترسد
مرد اپنی فقیری کے سبب اس قدر لرزتا ہے،	مرد از فقر خود چناں لرزد
جیسے کوئی اپنی مالداری پر ڈرے۔	کہ کسے برغنائے خود ترسد

☆☆☆

۲۲

سلک بست و دوم

(علم وعمل اور محاسبۂ نفس کے بارے میں)

مدینۂ علم سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا......

علیک بالعلم فان قلیل	علم تمہارے لئے ضروری ہے کیونکہ
العمل مع العلم کثیر وان	علم کے ساتھ قلیل عمل بھی بہت ہے
کثیر العمل مع الجھل	اور جہل کے ساتھ کثیر عمل بہت
قلیل.	زیادہ تھوڑا ہے۔

سب کے سب مردہ ہیں مگر علماء...... علما محتاج ہیں۔ مگر عاملین اور عاملین مغرور ہیں مگر مخلصین، اور مخلصین کے لئے بھی عظیم خطرے ہیں۔

المخلصون علی خطرٍ عظیم.	مخلص حضرات عظیم خطروں میں ہیں

کسی بزرگ سے لوگوں نے عرض کیا۔ مخلوق میں سب سے بڑا عالم کون؟ جواب دیا، وہ جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ کسی عالم نے یہ بھی لکھا ہے......

امابعد من حاسب	بعد حمد وصلوٰۃ، جسنے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اس
نفسہ ربح ومن غفل	نے فائدہ اُٹھایا، اور جو اس سے غافل رہا اس
عنھا خسر من رحم،	نے اپنا نقصان کیا، جس نے رحم کیا، وہ بھی
رحم من اعتبر ابصر	رحم کیا جائیگا، جس نے عبرت حاصل کی وہ
من ابصر فھم، ومن	صاحب بصیرت ہوا، جو صاحب بصیرت ہوا
فھم علم ومن علم	اس نے علم سیکھا جسنے علم سیکھا اس نے عمل کیا،
عمل ومن عمل سلم	جسنے عمل کیا وہ دارین میں سلامت رہا، انھیں
فی الدارین، والسلام.	میری طرف سے سلام ہو

اے درویش، خود کو خالق کی نگاہ میں گرا دینا بہت آسان ہے مگر جواں مردی یہ ہے کہ خود کو اپنی نگاہ میں گرادے۔ اپنے آپ کو قطعی نہ دیکھ، کیونکہ جس نے خود کو دیکھا، اسے کوئی نہیں دیکھتا۔ لہٰذا خود کو ہرگز نہ دیکھ۔ تاکہ لوگ تجھے دیکھیں۔ اے بھائی، ہر کوئی خود کو دیکھ سکتا ہے مگر اسے ایسا کام کرنا چاہیے جس کی برکت سے دوسرے لوگ انھیں دیکھیں۔ یہ حق ہے جس نے بھی جو کچھ پایا، اسے کسی نہ کسی کی برکت ہی سے پایا ہے۔

حضرت سمنون رحمتہ اللہ علیہ[1] سے لوگوں نے پوچھا آپ نے یہ عظیم مرتبہ کس طرح حاصل کیا؟ جواب دیا۔ اس کیساتھ ''انس'' رکھ کر، جس کے ساتھ تم لوگ انس نہیں رکھتے ہو۔ اور اس سے دور ونفور رہ کر جس سے تم دور ونفور نہیں رہ سکتے یعنی ''مخلوق'' اور کسی ان دیکھے کو دیکھنے سے یعنی آخرت اور کسی حاضر کی طرف رخ نہ کرنے سے یعنی دنیا، مردہ کو زندہ کرنے سے یعنی دل، اور زندہ کو مردہ کرنے سے یعنی نفس۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
بخشی نفس خود بکش هم خود	اے بخشی اپنے نفس کو خود ہی مار ڈال،
مردن نفس زندگی دانی	نفس کے مار ڈالنے کو ہی زندگی سمجھ، تو
بحیاتے ابد گہے نرسی	ابدی حیات کو پا ہی نہیں سکتا جب تک
تاتو این زنده را نمیرانی	کہ اس زندہ نفس کو نہ مارے تو۔

☆☆☆

[1] سمنون بن حمزہ الخواص، ائمہ تصوف اور اکابر صوفیا سے تھے، وطنا، بصری، اور مسکنا بغدادی تھے۔ حضرت سری سقطی کے شاگرد رشید تھے اور عظیم الشان حیثیت کے حامل تھے، مقام محبت میں آپ کو درجۂ کمال حاصل تھا۔ محبت کے تعلق سے جب آپ گفتگو فرماتے تو روشن چراغ بھی عالم وجد میں جھوم اٹھتا۔ سن ۲۹۸ ہجری میں آپکا وصال ہوا۔ مزار پاک نیشاپور میں ہے۔

۲۳

سلک بست و سوم

(مناسب کے مطابق عمل کی ترغیب کے بارے میں)

صاحب قدم وہی ہے جو صراط مستقیم کے سوا ایک قدم بھی آگے نہ بڑھائے۔

لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں ...... مرد راہ پر لازم ہے، صراط مستقیم پر جہاں بھی قدم رکھے اس کے تمام تقاضوں کو پورا کرے جس نے بھی ایسا کیا، تو راہ مستقیم پر ان کا اُٹھتا ہوا ہر قدم اس کے تمام تقاضوں اور حقوق کی تکمیل کرتا نظر آئے گا، بعینہٖ یہی صورتِ حال اس سالک کی ہوتی ہے جو اپنے لباس کے مناسب حال کام کرے۔

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے......

ویل لمن لبس الصوف ویخالف قوله فعله.	اسکے لئے بربادی ہے جس نے لباس صوف زیب تن کرلیا اور اس کا قول اسکے فعل کی مخالفت کرتا رہا۔

اگر کوئی شاہی لباس میں فقیرانہ کام کرے، وہ شاباشی اور صد آفریں کا مستحق ہے اور اگر فقیرانہ لباس میں شاہوں جیسا کام کرے تو نفرت کا مستحق ہے۔

سنو سنو! حضرت اصمعی[1] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......راہِ کعبہ میں ایک شخص کو مجھ سے اذیت پہونچی اور جب میں منزل مقصود کو پہنچ گیا تو اس شخص کو دیکھا، حلقۂ کعبہ پکڑ کر کہہ رہا تھا...... خداوندا، اس اصمعی کو بخش دے۔ میں نے کہا۔ اے شخص میں نے تجھے

---

[1] اصمعی -۲۲-۱۲۳ھ میں عرب کے ایک خاندان میں پیدا ہوا۔ جو انشاء پردازی میں کافی مہارت رکھتا تھا۔ لغت، ادب اور لفظوں کے استعمال پر قدرت تامہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ ابونوافس نے کہا۔ اصمعی عرب کا بلبل ہے جو اپنے نغموں سے محظوظ و مسحور کرتا ہے۔ ۴۲ کتابوں کا مصنف تھا۔ صاحب نظر نقاد، تاریخ داں اور مزاحیہ نگار تھا۔ ۲۱۶ھ میں وصال ہوا۔ (محمد شمشاد رضوی)

اذیت دی، تو پھر میرے لئے یہ دعا کیوں؟ جواب دیا...... اے خواجہ، ہر ایک کو اپنے حال کے مناسب کام کرنا چاہیے، تیرے لئے جو مناسب ہو کر گذر۔ چونکہ میرے والد نے میرا نام ''محسن'' رکھا ہے اس لئے اپنے نام کی مناسبت سے مجھے کام کرنا چاہیے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی اپنے نام پر غرور مت کر، کیونکہ شہد کی مکھی زہر کا کام کرتی ہے۔ زمانہ میں جو چھوٹے کاموں سے اپنے لئے نام پیدا کرے وہ مردِ کامل کیسے ہوسکتا ہے۔	نخشی ہم بنام غرہ مشو مگس نوش کارنیش کند مرد کامل کسے بود کہ بدہر در کار خورد نام خویش کند

☆☆☆

۲۴ سلک بست و چھارم

(عقل وشہوت اور نامحرم کو دیکھنے کے بارے میں)

''راہِ طریقت'' کے اے رہرو- عورتیں بھی اس راہ میں ''مردوں'' کے قدم بہ قدم چلی ہیں، اور منزل مقصود سے جا لگی ہیں۔ اگر ان کے مناقب میں سے تھوڑا سا بھی تیرے روبرو رکھ دوں۔ تیرے پلے شرمندگی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ جیسا کہ لوگوں نے بیان کیا...... حضرت محمد بن سیرین[۱] کی ایک پندرہ سالہ بہن تھی، جو مصلی سے صرف ''تجدید طہارت'' کے لئے اٹھتی تھی، انھوں نے کہا، ''خواب میں اگر مجھے کسی

[۱] محمد بن سیرین، ابوبکر کنیت تھی اور حضرت انس بن مالک کے آزاد کردہ تھے، مشاہیر تابعین میں ہیں، آپ بہت بڑے فقیہ، عالم، زاہد، متقی اور عابد شب زندہ دار تھے، جب آپ موت کا ذکر کرتے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جانا، وصال شریف ۱۱۰ ہجری کو ہوا۔ آپ نے ۷۷ سال کی عمر پائی۔

نامحرم کا چہرہ نظر آتا، میں اسی وقت اپنا چہرہ اس کی طرف سے پھیر لیتی ہوں"۔ ایک بزرگ شخص نے جیسے ہی یہ بات ان سے سنی، فوراً اسی وقت یہ فرمایا...... ہمیں عالم بیداری میں اسی طرح سے رہنا چاہیے جیسے یہ نیک اور پارسا خواب میں رہتی ہے۔

اے میرے عزیز، اس راہ میں قطعی اس طرف التفات نہ کرو کہ مرد ہے یا عورت؟ کیونکہ یہاں معاملہ، کردار اور عمل کا ہے۔ لوگوں نے یہ بھی بیان کیا...... ایک مرتبہ کسی آقا نے لونڈی خریدی۔ جب رات ہوئی، آقا نے کہا، اے باندی! میرے لئے بستر بچھا، تاکہ میں سوؤں۔ باندی نے عرض کی......

یا مولیٰ الک مولیٰ قال	اے آقا، تیرا بھی کوئی آقا ہے، کہا،
نعم قالت ایر قد مولاک	ہاں، باندی نے کہا، کیا تیرا آقا بھی
قال لاقالت أتستحن ان	سوتا ہے؟ کہا نہیں! کیا یہ مناسب
ترقد و مولاک یقظان	ہے تم سوؤ، اور تیرا آقا جاگتا رہے۔

آقا نے زور سے نعرہ مارا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا، اور جب ہوش آیا، تو کہا، اے کنیز، میں نے تجھے آزاد کیا۔ اس کے بعد سے وہ کبھی نہیں سویا، اور ولی کامل ہوگیا۔

سنوسنو! ایک نیک اور صالح عورت، کسی گنہگار مرد سے کہہ رہی تھی، مردوں میں عقل وشعور کی تقسیم کس طرح کی گئی ہے؟ مرد نے کہا، عقل کے دس حصوں میں سے نو حصے مردوں کو دیئے گئے اور ایک حصہ عورتوں کو۔ مرد نے کہا، شہوت کے دس حصوں میں سے نو حصے عورتوں کو دیئے گئے، اور ایک حصہ مردوں کو۔

عورت نے کہا...... اے فاسق! ہماری ۱/۱۰ عقل، ۹/۱۰ شہوت پر غالب آگئی اور تمہاری ۹/۱۰ عقل ۱/۱۰ شہوت پر غالب نہ آسکی۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی عقل کو قطعی بے شہوت رکھ کیونکہ اہل شہوت بے عقل ہوا کرتے ہیں عاقل محض شہوت والا نہیں ہوتا، کیونکہ عقل و شہوت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔	نخشی عقل باش بے شہوت اہل شہوت ز عقل بے خبر ند عاقل محض شہوتی بنود عقل و شہوت نقیض یک دیگر ند

☆☆☆

۲۵

سلک بست و پنجم

(عشق کی شراب اور مستی کے بیان میں)

اے شراب عشق کے سرمستو! پہلی امتوں کے لئے شراب حلال تھی اور اس امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہوگئی۔ کیونکہ انھیں اس کی ضرورت تھی ولولہ و جوش کے لئے، اور طرب و خوشی کے لئے، ابدی، ازلی ساقی نے گزشتہ امتوں کے حلق میں اس شراب کی ایک گھونٹ ڈالدی تا کہ ان کے باطن میں خوشی کی لہر پیدا ہوجائے اور فرحت و انبساط کی یہ لہر دوڑ بھی گئی۔ مگر یہ امت صہبائے عشق سے سرمست اور شراب ذوق سے مدہوش ہے۔ انھیں اس شراب کی کیا ضرورت؟ اسی لئے ان کے لئے جائز اور ہمارے لئے حرام ہے۔ فرض کر لیجیے، مچھلی کے جگر میں اگر آگ ہی آگ ہو، تو دریا کے تمام پانی بھی اس کے حلق میں ڈالدینے سے کوئی فائدہ نہیں، اس سے اس کے جگر

کی حدت کم نہ ہوگی۔

قلنا یا نار کونی علی	ہم نے کہا اے آگ ابراہیم کے لئے
ابراھیم بر داو سلاما	ٹھنڈی ہو جا مگر سلامتی کے ساتھ۔

علمائے ظاہر کے نزدیک یہ خطاب اسی ''ظاہری آتش'' سے ہے۔ جس میں حضرت ابراہیم[1] علیہ السلام ڈالے گئے تھے۔ مگر علمائے باطن کا قول ہے، یہ خطاب اس ''آتشِ باطن'' سے ہے جو حضرت ابراہیم کے قلب و جگر میں سوزاں تھی اس کا مطلب یہ ہوا۔ اے نمرود تم حضرت ابراہیم کے لئے کیا آگ روشن کر رہے ہو، اس سے کئی گنا دہکتی ہوئی آگ ان کے سینہ میں پائی جاتی ہے اگر اس کی ایک چھوٹی سی چنگاری اس جہاں میں آجائے تو نمرود اپنی ظاہری آگ سمیت جل کر راکھ ہو جائے گا۔ اے بھائی! ابدی محبت کی آگ میں جلنے والے اور سرمدی مودت میں مست و مدہوش رہنے والے کچھ الگ ہی ہیں۔

سنو سنو! مقام معرفت میں شہرت کا مقام رکھنے والے حضرت معروف کرخی[2] کل بروز قیامت مستانہ وار غمزہ و ادا میں آئیں گے، لوگ کہیں گے یہ کون ہیں؟ صدائے غیبی آئے گی، جسے سب سنیں گے۔ یہ ہماری محبت کے سرمست ہیں، اسکے بعد ہی سبھی کہنا شروع کریں گے، جاؤ، بہشت میں جاؤ، مگر یہ سرمست کہے گا کہ مجھے

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ والد کا نام تارخ تھا اور آزر چچا، چونکہ آزر نے آپ کی پرورش کی اس لئے لفظ 'اب' کا استعمال ہوا۔ شہر بابل میں ۱۰ ردن، کنعان میں ۱۰ رسال، آپ مقیم رہے پھر مستقل طور پر علاقہ فلسطین میں اقامت پذیر ہو گئے۔ آپ نبوت کے ساتھ ساتھ شرف خلت سے بھی مشرف تھے۔ قربانی آپ ہی کی سنت مرضیہ ہے۔

[2] معروف کرخی، تصوف کے عظیم امام اور جماعت افراد سے تھے، اور کنیت 'ابو محفوظ' تھی، مستجاب الدعوات تھے۔ مزار پاک کے پاس اہل بغداد آکر دعائیں مانگتے ہیں اور ان کی یہ دعا قبول بھی ہو جاتی ہے۔ اہل بغداد دعا کے اس عمل کو، تریاق مجرب کا نام دیتے ہیں۔ آپکا وصال سن ۲۰۱ ہجری میں ہوا۔ (بحوالہ جامع کرامات الاولیاء)

بہشت سے کیا کام؟ میں نے خدائے عز وجل کی طاعت و عبادت بہشت کے لیے نہیں کی تھی بلکہ اسکی رضا کے لئے کی تھی۔ فرشتے نور کی زنجیروں میں جکڑ کر انھیں جنت میں لے جائیں گے مگر ہر بار وہ یہی فریاد کرتا ہوا نظر آئے گا۔ میں نہیں جاؤنگا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی شرابِ عشق سے مست ہے اِس	نخشی مست بادۂ عشق است
مستی سے جدا کوئی زندگی ہے ہی نہیں،	نیست ہستی شد ز مستی عشق
اگر چہ مستی کی چار قسمیں ہیں مگر مستی عشق	اگر چہ مستی چہار نوع بود
کا مقام اور کوئی مستی نہیں لے سکتی ہے۔	نرسد مستی بمستی عشق

☆☆☆

۲۶ سلک بست و ششم

(تضاد عشق و عقل کے بیان میں)

یہ حق ہے کہ عقل اور عشق کے مابین تضاد ہے۔ علماء ''اہل عقل'' ہیں اور ''فقرا'' اہل عشق، عالموں کی عقل فقیروں کے عشق پر غالب ہے اور فقیروں کا عشق عالموں کی عقل پر غالب ہے۔ مگر انبیاء عظام دونوں سے متصف ہیں۔ وہ ایسے عشاق ہیں جو اپنے معشوق کے لئے سراپا عشق ہیں جیسا کہ ارشاد ہے......

انما یکون البدن حیث یکون القلب فاذا کان القلب مع الله فالبدن هناک.

بدن وہیں رہتا ہے جہاں دل ہوتا ہے۔ دل اگر اللہ کے حضور ہے تو بدن بھی وہیں حاضر ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ رہتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے۔

المرء مع من احبه. آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرے

ظاہر ہے جو اپنے دوست کے ساتھ رہتا ہے وہ اعضائے جسم کے ساتھ ہی رہتا ہوگا، ایسا نہیں اعضائے جسم کہیں اور ہو، اور صرف دل اسکے ساتھ رہے۔ لوگ بیان کرتے ہیں...... حضرت طاؤس ملک رحمتہ اللہ علیہ[1] نے ایک مرتبہ انتہائی محبت سے ''خانۂ کعبہ'' پر نظر ڈالی۔ اسوقت آفتاب کا درجۂ حرارت بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا اور سروں پر چمک رہا تھا۔ لوگوں نے کہا، آپ چھاؤں میں کیوں نہیں آجاتے؟ حضرت طاؤس ملک نے کہا- مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو، میں اس مقدس اور بابرکت گھر کو دیکھ رہا ہوں جسے دیکھنا ایک روزہ دار، عابد شب زندہ دار کی عبادت سے کہیں زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اے لوگوں، ہر وقت محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور نگاہ ہر ایک ماسوا پر ڈالتے ہو۔ عاشقِ صادق وہی ہے جو معشوق کے سوا کسی کو ہرگز نہ دیکھے۔

سنو سنو! مدرسۂ عشق کے مدرسِ اعلیٰ حضرت ادریس[2] علیہ السلام نے چاند سے دریافت کیا- اے چاند! سورج سے تیری دوستی کس حد تک ہے؟ چاند نے کہا- باعتبار

---

[1] طاؤس ملک- اصل نام ذکوان ہے۔ آپ تابعی ہیں اور فقیہ یمن کہلاتے ہیں۔ چونکہ آپ علمائے کرام اور فقہائے عظام کے مابین امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ اس بنا پر آپ کا لقب طاؤس پڑ گیا اور پھر طاؤس ملک کے نام سے مشہور ہوئے۔ کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ پچاس صحابہ کی صحبت اور ملاقات کا شرف انھیں حاصل تھا۔ آپ نے ستر سال سے کچھ زائد عمر میں وفات پائی۔ آپ حج کر رہے تھے کہ یوم الترویہ سے ایک روز قبل ۱۰۶ھ میں انتقال فرمایا اور نماز جنازہ امیر المومنین ہشام بن عبدالملک نے پڑھائی۔ آپ نے چالیس مرتبہ حج فرمایا۔ آپ نہایت ہی مستجاب الدعوات تھے۔ (حیاۃ الحیوان ص: ۹۷-۹۳، جلد سوم)

[2] ادریس علیہ السلام- نام اخنون بن برد حضرت آدم کی ۵ رویں پشت اور شیث علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ درس وتدریسِ صحائف میں انہماک کے سبب 'ادریس' آپ کا لقب پڑ گیا۔ مندرجہ ذیل خصوصیات کے جامع تھے (۱) رسالت (۲) نزول سی صحائف (۳) علم نجوم (۴) علم کتابت (۵) خیاطی (۶) آلاتِ حرب سازی (۷) جہاد (۸) اسیری اولاد کفار (۹) اونی لباس کی صنعت وغیرہ، طوفانِ نوح کی پیشنگوئی بھی آپ نے کی تھی۔

اصل میں تیرہ و تار ہوں۔ نہ میری ذات نورانی اور نہ ہی میرے سر و پا، میں جو کچھ بھی رکھتا ہوں اسی سورج کی بدولت ہر وقت میں اپنے آپ میں دیکھتا ہوں۔ گویا آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں میں سورج ہی کو دیکھ رہا ہوں کہ چاند میں سورج کے سوا ہے ہی کیا؟

فارسی قطعه	اردو ترجمہ
نخشبی ہم بخود طلب مطلوب ہر کہ در نعمتے نیکو بیند نعمت خود بہا نہ داند منعم خویش را در و بیند	نخشبی خودی میں ڈوب کر مطلوب کو تلاش کرو کیونکہ جو دیدۂ بینا سے نعمتوں کو دیکھتا ہے اور خودی کی نعمت کو انمول تصور کرتا ہے وہی نعمتوں میں اپنے منعم کو دیکھا کرتا ہے۔

☆☆☆

۲۷ سلک بست و هفتم

(احرام اور قربانی کے بیان میں)

حرم معرفت کے زائرو! کچھ لوگ "خانۂ کعبہ" کے دیدار کے لیے احرام باندھتے ہیں، اور کچھ رب کعبہ کے لئے۔ جو خانۂ کعبہ کے لیے احرام باندھتا ہے، اسے چاہیے خود جا کر کعبۂ معظّمہ کا استقبال کرے اور جو رب کعبہ کا قصد کرتا ہے، کعبہ خود اس کا استقبال کیا کرتا ہے۔

لهذا اقيل الكعبة اذا رفعت لزيارة ارباب القلوب فصلوٰة المتوجهين اليها جائزة.	اسی لئے کہا گیا ارباب قلوب کے لئے جب کعبہ اٹھایا گیا تو اس کی طرف متوجہ ہونے والوں کی نمازیں جائز ہیں۔

بصرہ کے ہر چہار جانب کوئی ایسی عورت یا مرد نہ تھا جو حضرت رابعہ بصریہ[1] جیسا حسن و جمال رکھتا ہو، وہ اپنے حسن و خوبی میں بے نظیر تھیں، جب انھوں نے پہلی بار ''خانہ کعبہ'' کا قصد کیا، تو خود کعبہ نے ان کا استقبال کیا تھا۔ عین اسی اثناء میں کوئی صاحب نظر درویش بھی ''حرم پاک'' میں تھا۔ جب اس نے کعبہ کو نہیں دیکھا تو حیران ششدر رہ گیا۔ کعبہ کہاں گیا؟ غیب سے ندا آئی۔ کسی ضعیفہ نے بہت دور سے کعبہ کی زیارت کا قصد کیا ہے، اس کے استقبال کو کعبہ گیا ہے۔ لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں، اہل معرفت میں سے کوئی ایک شخص جیسے ہی حج سے فارغ ہوا، فوراً ہی دوسرے حج کا احرام باندھ لیا۔ لوگوں نے کہا، ایام حج تو گذر گئے۔ اب یہ احرام کیوں؟ انھوں نے جواب دیا......

احرمت من الوطن الیٰ البیت	میں نے اپنے وطن سے خانہ کعبہ
والاٰن احرمت من البیت الی	کا قصد کیا اور اب خانہ کعبہ سے
صاحب البیت.	رب کعبہ کا قصد کر رہا ہوں۔

اے کعبۂ معرفت کے چاہنے والو! اس راہ میں جو بھی قدم رکھو تو اس طرح رکھو جیسا کہ جوان مردوں نے رکھا ہے۔ بعض تو اس راہ میں اونٹ، بکریوں کی طرح پرورش پاتے ہیں اور خود کو اونٹ بکریوں کی مانند قربان کر دیتے ہیں۔ حضرت

---

[1] رابعہ بصریہؒ - آپ چار بہنوں میں سب سے چھوٹی اور چوتھے نمبر پر تھیں اس لئے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا کثرت سے روتی تھیں اور دن رات میں ایک ہزار رکعات نمازیں پڑھتی تھیں۔ توکل علی اللہ آپ کی شان تھی اور استغنا آپ کی 'عادت مستمرہ'۔ آپ کے بیشمار مناقب اور ان گنت کرامات پائے جاتے ہیں۔ جس وقت وفات کا وقت قریب آیا، آپ کے سرہانے بڑے بڑے بزرگ تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا- اُٹھ جاؤ اللہ تعالیٰ کے قاصد آ رہے ہیں۔ تمام حضرات آپ کے پاس سے ہٹ گئے اسی وقت ایک آواز بلند ہوئی...... یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة اور آپ کا وصال ہو گیا۔ سن وصال ۱۰ محرم ۱۲۷ھ ہے اور مزار بغداد شریف کے بیرونی حصے میں ہے۔

ذوالنون مصری[1] نے ارشاد فرمایا...... عید کے موقعہ پر سبھی لوگ اپنی اپنی قربانیوں میں مشغول تھے۔ کوئی کسی کی طرف مائل نہ تھا۔ مگر ایک جوان مرد میرے ہی پاس کھڑا تھا اور کچھ نہیں بول رہا تھا۔ جب تھوڑی دیر گذر گئی تو چہرہ آسمان کی طرف کر کے عرض کیا۔

الھی ھؤلاء تقربوا الیک بقرا بینھم وانا لا اجد ھدیا سوی نفسی فاتقرب بذبحھا ثم اشار بسبابته الیٰ حلقه فخط فیه خطا کما یفعل بالسکین فخر میتاً۔

اے اللہ ان لوگوں نے اپنی اپنی قربانیوں سے تیرا تقرب حاصل کرلیا اور میرے پاس جان کے سوا کچھ نہیں، پس میں اسی کو ذبح کر کے تقرب حاصل کر رہا ہوں۔ انھوں نے اپنی شہادت کی انگلی سے گلے پر ایک لکیر کھینچ دی جس طرح چھری سے کھینچی جاتی ہے پس معاً اسی وقت وصال کر گئے۔

فارسی قطعہ

نخشی جاں بباز در رہِ عشق
عشق در چشم خلق خارے دان
در رہِ عشق دوست جانبازی
عاشقاں را کمینہ کاری دان

اردو ترجمہ

نخشی راہ عشق میں اپنی جان قربان کردے، حالانکہ لوگوں کی نگاہ میں عشق ایک قسم کا کانٹا ہے۔ محبوب کے عشق میں جاں گنوا بیٹھنے کو عاشقوں کے لیے ایک چھوٹا سا کام تصور کر۔

☆☆☆

[1] ذوالنون مصری- آپ سلطان معرفت اور بحر توحید کے شناور تھے۔ آپ نے اپنے حالات کا کبھی اظہار نہیں کیا جس کی وجہ سے آپ کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ معرفت، توکل، خوف، یقین کے تعلق سے آپ کے ارشادات پائے جاتے ہیں، وعظ و نصیحت آپ کا محبوب مشغلہ تھا جس رات آپ کا وصال ہوا کم از کم ستّر اولیاء کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ اور ان سب سے آپ نے یہی فرمایا- میں خدا کے دوست ذوالنون مصری کے لئے آیا ہوں۔ بعد از وصال آپ کی پیشانی پر یہ الفاظ دیکھے گئے۔

۲۸

سلک بست و ہشتم

(سلامتی اور عافیت کے بارے میں)

اہل تحقیق نے کہا...... لوگ دنیا میں صرف دو چیزوں کی خواہش کرتے ہیں۔ (۱) سلامتی اور (۲) انجام کی بہتری۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں بہشت میں پائی جاتی ہیں، دنیا میں نہیں۔ حضرت خواجہ جنید[1] بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی مرید سے کہا ...... تم نے کس طرح صبح کی، عرض کیا خیر و عافیت کے ساتھ۔ خواجہ نے چلا کر کہا۔ اے بے خبر، اہل دنیا ہو کر اہل جنت جیسی باتیں؟ اگر کسی کا ایک پاؤں جنت میں ہو، اور دوسرا اس سے باہر۔ اسے بھی اس قسم کی بات کرنی حرام ہے۔ دنیا کی پستی سے آسمان کی بلندی تک تیرے سامنے ہزاروں نشیب و فراز ہیں اس کے باوجود یہ باتیں؟

اے میرے عزیز، ایک مرید کی کہانی یہ تھی جو تم نے سن لی۔ اب دوسرے مرید کا ایک اور لطیفہ بھی سنو، جیسا کہ لوگوں سے سنا ہے۔ خواجہ ابو بکر وراق[1] فرمایا کرتے

---

[1] جنید بغدادی - کنیت ابو القاسم، نام جنید بغدادی ہے۔ اپنے عہد میں شیخ مطلق اور فن تصوف کے امام علی الاطلاق تھے۔ تفسیر، فقہ، حدیث اور ادب پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ آپ نے علم طریقت کو مدون کیا اور اشارات باطنی کو علمی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ کتب سیر میں آپ کے بیشمار مناقب اور فضائل ملتے ہیں۔ بغداد شریف میں مدفون ہیں۔ اپنے عہد کے زبردست ترین شیخ اور یگانہ عصر ولی گذرے ہیں۔ آپ کے زمانہ سے فقرا کی عزلت پسندی دور ہوئی۔ وہ سالکوں کی حیثیت سے باہر آئے اور ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ ۲۷ رجب ۲۹۷ھ میں وصال ہوا۔

[1] ابو وراق - پورا نام اس طرح ہے ابو بکر محمد بن عمر وراق، مشائخ آپ کو مؤدب اولیاء کہا کرتے تھے۔ آداب و معاملات پر آپ کی بہت سی کتابیں ہیں۔ آپ کے ارشادات و تعلیمات، حکمت و موعظت سے پُر ہیں مثلاً (۱) بے علم بادشاہ، (۲) بد پرہیز عالم، (۳) اور لالچی فقیر شیطان کے قریب تر ہیں۔ تمام دنیا کا فساد انہیں تین گروہوں سے وابستہ ہے۔ احمد خضرویہ اور محمد بن علی ترمذی کی مصاحبت کر چکے تھے۔ (از کشف المحجوب)

تھے......آج زیادہ تر لوگ صرف چار چیزوں کو طلب کرتے ہیں تا کہ وہ ان چاروں کو یہیں پالیں، مرید نے کہا حضور! وہ چار چیزیں کیا ہیں؟ حضرت ابو بکر وراق نے فرمایا- وہ چار چیزیں یہ ہیں- (۱) لقمہ حلال، (۲) مناسب دوست، (۳) طاعت بے ریا، (۴) ایسا عالم جو لالچی نہ ہو۔

مرید نے کہا، یہ چاروں چیزیں میں نے پالیں۔ابوبکر وراق نے فرمایا- وہ کیسے؟ مرید نے کہا- آج لقمہ حلال ''غصہ'' ہے، بہتر اور نیک شخص وہ ہے جو غصہ کو پی لے، یار موافق ''قرآن'' ہے۔تفکر ''طاعت بے ریا'' ہے اور ''عالم بے طمع'' علام الغیب ہے۔ابوبکر وراق نے فرمایا- اے فرزند ارجمند، جب تم نے اس لقمہ حلال کو تناول کر لیا، یار موافق تک رسائی حاصل کر لی، طاعت بے ریا بجالائے اور عالم بے طمع سے آشنائی حاصل کر لی، تو اب تجھے ان چاروں سے زیادہ کی حاجت نہ رہی۔

فارسی قطعه	اردو ترجمہ
نخشی نقد دین زدست مده خلق فضل کریم برهمه یافت فقرا پائے برسر گنج اند نقد دیں ہر کہ یافت او ہمہ یافت	اے نخشی نقد دین کو ہاتھ سے مت جانے دے، ہر ایک مخلوق نے کریم کے فضل کو پالیا فقیروں کے پاؤں خزانوں پر ہیں جس نے نقد دیں پالی گویا اس نے سب کچھ پالیا۔

☆☆☆

سلک بست و نہم

(اسرار ہست ونیت کے بارے میں)

آسمان حقائق کے مہر و ماہ اور افکارِ دقائق کے سرو پا فرماتے ہیں...... حضور علیہ وآلہ وسلم شب معراج جب عالم بشریت سے گذر کر حق تعالیٰ سے روبرو ہوئے تو لگا تار یہ خطاب آنا شروع ہوا۔

الم تریٰ الیٰ ربک - کیا تم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا؟ آپ جب تبلیغ رسالت کے لئے عالم بشریت کی طرف واپس آئے تو حیرت انگیز لب ولہجہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے "الم تریٰ الی ربک" سے خطاب اس کے ساتھ کیا جاتا ہے جو صفت "بقا" سے متصف ہو۔ جب میری ہستی انوار تجلی سے مکمل طور پر محو ہوگئی تو پھر محل خطاب کیا؟

ذالک سر لا یدرکه العقل.	یہ وہ راز ہے عقل جس کا ادراک نہیں کرسکتی

اے درویش، آج تم اپنی ہستی کو "نیستی" سے بدل دو جس طرح سے تو نے اسے ہست کیا حالانکہ تیرا نیست کرنا اسکے ہست کئے جانے کے مطابق نہیں ہوسکتا اس کے باوجود مجھے معلوم نہیں آج تم کیسے اور کن کن کاموں میں مشغول ہو؟

قیل ینبغی للعاقل الکامل ان یکون الیوم مشغولا بما هو فی الغد مستولا.	کہا گیا ماہر دانشور کے لیے یہی مناسب ہے کہ اس کا آج ان کاموں میں مشغول رہے جنکے بارے میں کل سوال ہوگا۔

اے میرے عزیز! آج کام کا دن ہے۔ مگر اس کام کا جو کل کام دے۔ اللہ تعالیٰ

جب کسی سے ارادۂ خیر فرماتا ہے تو اس کے لئے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے اور سستی و کاہلی کا دریچہ اس کے لئے بند کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ''پکڑ'' بہت سخت ہے۔ اس کی علامتوں میں سے ایک ''علامت'' یہ ہے کہ وہ اسے ایسے کاموں میں مشغول کر دیتا ہے جو اس کے کسی کام کے نہیں۔ اسی لئے تو اس نے انسان کو تھوڑی عمر دی ہے اور حرص بہت زیادہ، عمر تو ہر ساعت، ہر آن کم ہوتی جا رہی ہے اور حرص دن بہ دن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اس کے باوجود آج انسان برائیوں میں ملوث ہے۔

سنو سنو! حضرت ابراہیم موصلی[1] صاحب علم تھے اور ان کا غلام صاحب معرفت تھا۔ ابراہیم موصلی نے کہا...... اے غلام تو کیسا غلام ہے، کہا نیک اور خواجہ برا ہے۔ ابراہیم موصلی نے کہا- وہ کیسے؟ اس وجہ سے کہ تو نے مجھے ایسے کاموں کا حکم دیا جو کبھی پورا نہیں ہو سکتا یعنی تم نے مجھے پانی پلانے کا حکم دیا۔ نہ مخلوق مکمل طور سے سیراب ہو سکتی ہے اور نہ ہی مجھے اس سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ نہ دریا کا پانی کبھی کم ہو سکتا ہے۔ پھر بتایئے میں کل کے لئے زادِ راہ کس طرح تیار کروں؟

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی نیک مفلسے ز عمل عاملاں اندریں نمونہ روند بندگاں پیش بادشاہ قدیر بادست تہی چگونہ روند	یہ سادہ لوح نخشی عمل میں مفلس ہے، حالانکہ عمل کرنے والے اس جہاں میں نمونہ چھوڑ کر گئے ہیں، بادشاہ قدیر کے روبرو یہ بندے خالی ہاتھ کس طرح جائیں گے۔

☆☆☆

[1] ابراہیم موصلی- علم و دانش، فن و حکمت میں ماہر اور نہایت ہی تجربہ کار تھے۔ خوش اخلاق اور شیریں گفتار تھے، پاکیزہ نفس اور حساس طبیعت کے مالک تھے۔ عورتوں کو غنا کی تعلیم سب سے پہلے انھوں نے ہی دی۔ فن تصوف میں ان سے متعلق چند واقعات ملتے ہیں جو حکمت و موعظت سے پُر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰

سلک سی ام

(انسانی قدرت واختیار اور دعویٰ کے بارے میں)

جاننا چاہیے اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی مخلوق ''انسان'' سے زیادہ کمزور نہیں ہے کیونکہ ''خلق الانسان ضعیفا - کہ انسان کمزور پیدا کیا گیا''۔

خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کوئی نہیں کرتا مگر یہی انسان، مقام افسوس ہے۔

قیل لابی ذر جمہرای	بوزر جمہر[1] سے کہا گیا، کون سا جانور
الدواب اجمح ؐقال	زیادہ سرکش ہے؟ کہا انسان، اس
الانسان وضع بین یدیه	کے سامنے موت، قبر اور دوزخ کا
مضمار الموت والقبر	میدان کشادہ ہے۔ اللہ چابک سوار
والنار والله رائضه	ہے اور انبیاء کرام سائق ہیں۔ کتاب
والانبیاء سائقه والکتاب	قائد ہے اس کے باوجود وہ ایسا سرکش
قائده وهو جمح لم یکن.	ہے جو سدھانے میں نہیں آرہا ہے۔

بزرگ ہموار[2] جو ہر وقت 'مامور بہ' اور 'منہی عنہ' کی بجا آوری میں مشغول رہا کرتے تھے، آپ فرماتے ہیں۔ وہ آدمی مسکین ہے جو پوری عمر ''مامور بہ'' اور منہی عنہ میں لگا رہے، کیونکہ کسی ''امر'' کی توفیق اور کسی ''نہی'' سے احتراز دوسروں کے قبضہ میں رہا کرتا ہے، امر کسی جانب لے جاتا ہے اور نہی کسی اور جانب۔ اسے اس قدر بھی

---

[1] بزرگ جمہر - یہ بزرگ مہر کا معرب ہے اور نوشیرواں کے وزیر اعظم کا لقب ہوا کرتا تھا۔ اس منصب پر وہی فائز ہوتا تھا جو ذہین وفطین اور علم وحکمت میں ماہر ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی حکمت ودانائی کے واقعات مشہور ہیں۔ [2] ہموار نامی بزرگ کا اب تک کوئی تذکرہ میری نظر میں نہیں ہے۔ (محمد شمشاد حسین)

تصرف کا اختیار نہیں، کہ بغیر مرضی مولیٰ کسی امر کی جانب قدم اُٹھائے یا نہی کی طرف اس قدر جبر واکراہ کے باوجود اسے فاعل مختار کہا جانا ایک طرفہ تماشہ ہے اور اسے یہ جائز نہیں کہ وہ خود کو ''من یاما'' سے تعبیر کرے، اُنہیں فاعل مختار کس طرح کہہ سکتے ہیں جب فرشتوں کو بھی یہ اختیار نہیں کہ طاعت و بندگی کا دعویٰ کرسکیں۔ پھر ہم کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں اور خود کو صالحین میں کس طرح شمار کر سکتے ہیں؟ سنو سنو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا - اپنی قوم میں سے نیک بندوں کو علاحدہ کرو۔ قبل اس کے کہ وہ علاحدہ کرتے عرض کیا - اے اللہ میں کس طرح علاحدہ کروں؟ حکم ہوا - ان میں جو سب سے زیادہ نیک ہیں انھیں پسند کرلیں - حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صالحین میں سے ستّر کو اختیار فرمالیا۔ پھر ندا آئی ان میں سے صرف ۷ (سات) کو پسند کیجئے۔ حضرت موسیٰ[1] علیہ السلام نے سات کا انتخاب فرمالیا پھر ان میں سے صرف تین کو پسند فرمایا -

فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ یا موسیٰ ھذہ الثلاثۃ ابغض خلقی لا نھم کلما سمعوا نداء الصالحین فعدو وانفسھم من الصالحین.	پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اے موسیٰ یہ تینوں میری مخلوق میں سب سے زیادہ نا پسندیدہ ہیں کیونکہ جب انھوں نے ندا میں صالحین کا لفظ سنا تو خود کو صالحین میں شمار کرلیا۔

اے میرے عزیز - یہ وہ راہِ عجیب ہے جس میں اگر کوئی عبادت و بندگی نہیں بجا لاتا ہے تو وہ اس سے کہیں بہتر ہے، جو بندگی کر کے اسکا دعویٰ کرتا ہے۔ شریعت میں

[1] موسیٰ علیہ السلام - ایک مشہور پیغمبر کا نام ہے جن کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل تھا۔ موسیٰ سریانی زبان میں تابوت کو کہا جاتا ہے اور یہ مو اور سا سے مرکب ہے۔ مو کا معنی تابوت اور 'سا' کا معنی سریانی زبان میں پانی ہے۔ چونکہ آپ کو تابوت میں رکھ کر پانی میں ڈال دیا تھا اور فرعون نے اس تابوت کو نکال لیا تھا۔ اس لیے آپ کا نام موسیٰ پڑ گیا یعنی پانی والا تابوت۔

مدعیٰ علیہ پر تعزیر ہوتی ہے مگر طریقت میں مدعی پا بند سلاسل کیا جاتا ہے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
خبردار! اے نخشبی یہاں خود کی طرف نظر نہ کر، مرد راہ اس قسم کے کام نہیں کرتے جس کی نگاہ خود پر مرکوز ہوتی ہے، کوئی بھی اس کی طرف توجہ ہرگز نہیں کرتا۔	نخشبی یاں نظر بخود نکنی مثل ایں کار مرد راہ نکند ہر ہرگرا بہ خود نگہ باشد ہیچ کس سوئے او نگہ نہ کند

☆☆☆

۳۱
سلک سی و یکم
(زندوں اور مردوں کی صحبت کے بارے میں)

معلوم ہونا چاہیے سالک کو زندوں کی صحبت ''مشغولی حق'' سے روکتی ہے۔ اسی لئے مردوں کی صحبت زندوں کی صحبت پر فضیلت رکھتی ہے۔ سلسلۂ طریقت کی ایک اہم کڑی حضرت واسطی علیہ الرحمہ[1] فرماتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی[2] کرم اللہ

---

[1] ابوبکر واسطیؒ، ولادت عراق میں ہوئی، وصال مرو (فارس) میں ۳۸۰ھ میں ہوا۔ توحید اور تجرید میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا اپنے دور کے مشائخ میں فوقیت کے حامل تھے حقائق و معارف میں آپ اپنی مثال تھے اور قبض و بسط کے اعتبار سے آپ قطب عالم اور ولایت کے مسند نشین تھے، آپ کی عبارتیں اور کلام دقیق ہونے کے سبب عام فہم نہ ہو سکا۔

[2] حضرت علی، نام علی بن ابی طالب، کنیت ابوالحسن، ابوتراب تھی۔ ۱۵ یا ۱۶ یا ۱۹ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ آپ غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک تھے۔ آپ کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے منسوب تھیں۔ ۱۸ر ذی الحجہ ۳۵ ہجری میں آپ امیر المومنین کے منصب پر فائز ہوئے، اور ۱۸ر رمضان ۴۰ ہجری جمعہ کے دن علی الصباح ابن ملجم نے آپ کو زخمی کیا اور تین دن کے بعد آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی، آپ سے ۵۸۶ حدیثیں مروی ہیں۔ ۲۰ر احادیث متفق علیہ ہیں۔ ۹ حدیثوں میں امام بخاری اور ۱۵ر میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (بحوالہ۔ اکمال فی اسماء الرجال) ش۔ رضوی۔

وجہ الکریم زیادہ تر قبرستانوں میں رہا کرتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اے روشن ضمیر کیا بات ہے؟ کہ مردوں کی صحبت آپ نے پسند فرمائی۔ ارشاد فرمایا...... ان کی صحبت میں نے اس لئے پسند کی، اگر میں ان کے درمیان نہیں رہتا تو یہ مردے میری غیبت نہیں کرتے اور اگر ان کے درمیان رہتا ہوں تو میری تعریف نہیں کرتے۔ ان سے کبھی کوئی ایسا فعل یا قول صادر نہیں ہوتا، جو میری خوشی یا تکلیف کا باعث ہو۔ ایک مرتبہ رات کو میں اپنی عادت کے مطابق قبرستان گیا اور کہا......

السلام علیکم یا اخوانی واخواتی، اے میرے بھائی اور بہنو تم پر سلامتی ہو ان مردوں میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر کہا۔

مالکم لا تردون الجواب۔ تمہیں کیا ہوا کہ جواب نہیں دیتے؟ چند ثانیے کے بعد قبروں میں سے کسی قبر سے یہ آواز آئی......

ان رد السلام من الطاعات و	سلام کا جواب عبادت ہے اور عبادت
قد غلق علینا باب الطاعة.	کا دروازہ میرے لئے بند کر دیا گیا۔

حضرت علی نے جب یہ آواز سماعت کی تو آپ نے فرمایا......

یا معشر الاموات ان	اے گروہِ اموات تمہارے مال بانٹ
اموالکم قد قسمت وان	لئے گئے، تمہارے مکانات بوسیدہ ہو
دیارکم قد درست وان	گئے اور تمہاری عورتوں نے شادیاں
نساءکم قدزوجت وان	رچالیں، تمہارے بیٹے ذلیل وخوار ہو
ابناءکم قدذللت فهذا	گئے، پس میرے پاس تمہاری یہی
خبرکم لنا فما خبرنا	خبریں ہیں ہمارے لئے تمہارے
عندکم.	پاس کیا خبریں ہیں

حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ چند ثانیہ کے بعد کسی اور قبر سے مجھے یہ آواز

سنائی دی......

یا امیر المومنین ربحنا بما قد منا قد خسرنا بما خلفنا.	اے امیر المومنین ان نیک اعمال نے جو ہم پہلے بھیج چکے تھے نفع دیا اور نقصان ہوا اس سے جو ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے۔

اے میرے عزیز، سفر دو طرح کے ہیں، ایک دنیا کا سفر اور دوسرا آخرت کا سفر۔ دنیا کے سفر میں زادِ راہ ساتھ لے کر چلنا چاہیے۔ مگر آخرت کے سفر میں ''زادِ راہ'' سفر کرنے سے قبل ہی بھیج دینا چاہیے......

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی توشه در سفر شرط است راه بے توشه دہ چه سان است ہر چه کس بیشتر فرستاده است توشه راه او ہماں است	اے نخشی سفر کے لئے توشہ ضروری ہے بغیر توشہ کے سفر کی کیا حیثیت ہے جس نے پہلے ہی خیر و نیکی بھیج دی ہے۔ اس کا توشہ وہی ہے۔

☆☆☆

۳۲

سلک سی و دوم

(مخلوق کے اقسام اور کردار و گفتار کے بارے میں)

تمام مخلوقات میں افضل ترین ''اہل تحقیق'' ہیں۔ یہ لوگ خود ارشاد کرتے ہیں، مخلوق تین طرح کی ہوتی ہے:-

(۱) ایسی مخلوق جس کا باطن اس کے ظاہر سے زیادہ آراستہ و پیراستہ ہو یہ اولیاء

کرام ہیں۔

(۲) ایسی مخلوق جس کا ظاہر اس کے باطن سے زیادہ آراستہ ہو، یہ جاہل قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

(۳) ایسی مخلوق جس کا ظاہر اور باطن ایک سا ہو، یہ علماء ہیں اور علماء عظام فرماتے ہیں۔ علم عدد و شمار سے کہیں زیادہ ہے۔ اسے حاصل کرو۔ خواہ کوئی سا علم ہو، وہ بہتر ہے۔ اے میرے عزیز۔ علم کثیر ہے اور عمر بہت زیادہ قلیل۔ اور طالبعلم بھی حریص ہے۔ جب طالبعلم کو ''قلیل عمر'' دی گئی ہے تو پھر تمام علوم کا حصول ناممکن۔ سالک کو وہ علم درکار ہے جو اہم ہو، تا کہ وہ اس پر قناعت کرے اور اگر فرصت موقع دے، تو دوسرے علوم کے حصول میں کوشاں رہے، اور اس کے حصول میں مشغول ہو جائے، اگر فرصت نہ ملے تو اس نے جو کچھ بھی عمل کیا، وہ علم سے خالی نہ ہوگا۔ اے میرے بھائی، علم تو وہ ہے جو اسلاف کے پاس تھا۔ مگر علماء اس بات کو نہیں سوچتے اس دور سے پہلے کے تمام علماء صاحب کردار تھے اور اس دورِ حاضر میں یہ علماء صاحبِ گفتار ہیں اور بس۔ جیسا کہ لوگوں نے بیان کیا...... حضرت سفیان ثوری[1] کا قارورہ شناخت امراض کی غرض سے کسی ماہر طبیب کے پاس لایا گیا۔ وہ طبیب نصرانی تھا۔ قارورہ دیکھتے ہی اس طبیب نے کہا۔ مجھے نہیں معلوم؟ اسلام میں بھی ایسے لوگ ہیں۔ وہ نصرانی اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اے میرے عزیز۔ طبیب نصرانی کے پاس موجود لوگوں میں سے ایک ستر سالہ زناردار، نے اپنی زنار توڑ دی اور ایک اسّی سالہ مسلمان نے ''زنار'' باندھ لی۔

---

[1] حضرت سفیان ثوری۔ وصال ۲۹۵ھ۔ علوم و فنون اور احادیث میں آپ کا بلند مقام تھا۔ اکابر ائمہ مجتہدین اور افراد عباد و زہد میں تھے، آپ کی اسی علمی لیاقت کے سبب لوگ امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے۔ طاعت و ریاضت میں جانکاہ محنت سے کام لیتے تھے۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی شوم خلق بد باشد لقمۂ زشت حلق می گیرد خوب پہلوئے زشت زشت شود خلق را شرم خلق می گیرد	اے نخشی ! منحوس بری مخلوق ہوا کرتا ہے، برا لقمہ حلق کو جکڑ لیتا ہے۔ بروں کی صحبت سے اچھائی بھی بری ہو جاتی ہے۔ اسلئے مخلوق کو بھی مخلوق سے شرم کرنی چاہیے۔

☆☆☆

۳۳ سلک سی و سوم

(یادِ محبوب اور اس کے نتائج کے بارے میں)

جاننا چاہئے کہ جو محبوب کی یاد میں مستغرق رہتا ہے وہ بعد از وصال بھی زندہ رہتا ہے اور جو اس یاد سے غافل رہتا ہے اگر چہ وہ زندوں میں ہوتا ہے مگر مردہ دکھائی دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ مصری[1] فرماتے ہیں...... ایک مرتبہ میں نے مردہ کو نہلانے کا ارادہ کیا۔ میں نے لاکھ چاہا اعضائے مستورہ کھولوں مگر انھوں نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور کھولنے نہیں دیا۔ متاثر ہو کر برجستہ میں نے کہا۔ یہی تو ''حیات بعد الممات'' ہے، اسی گھر کے ایک گوشہ سے یہ آواز بھی سنائی دی......

اما علمت من عرف الله لایموت.	کیا تجھے علم نہیں، جس نے اللہ کو پہچانا اسے موت نہیں آتی۔

[1] عبداللہ مصری، عابد و زاہد تھے۔ مشہور اولیائے کرام اور عرفائے عظام میں آپ کا شمار ہے۔ ابن وھب سے آپ مشہور ہیں۔ آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے۔ ایک روز اندھیری رات میں اپنے گھر آئے، تو آپ کا پورا جسم مثل شمع روشن ہو گیا۔ (محمد شمشاد حسین رضوی)

اے میرے عزیز، ارباب دل...... ہر زندہ کو ''زندہ'' اور ہر مردہ کو ''مردہ'' نہیں کہتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک حیات و ممات کا تعلق معاملات سے رہتا ہے جیسا کہ لوگوں سے سنا ہے کہ......

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی[1] نے ''نماز جنازہ'' میں پانچ تکبیریں کہیں۔ لوگوں نے کہا، اس میں چار سے زیادہ تکبیر ہوتی ہی نہیں۔ پھر یہ پانچویں تکبیر کیوں؟ آپ نے جواب دیا، نماز جنازہ میں چار ہی تکبیریں کہی گئیں اور پانچویں تکبیر ان زندوں کے لئے کہی گئی جو مردوں سے بھی زیادہ مرے ہوئے ہیں۔ زندوں میں اس شخص کو مردہ کہا جاتا ہے جو گناہوں سے نہیں ڈرتا، جبکہ پہلے ایسے لوگ تھے جو دوسروں کے گناہوں کو سن کر ہی توبہ کر لیتے تھے اور ہدایت پا لیتے تھے مگر آج کا یہ حال ہے کہ خود تیرا باطن گناہوں کے سبب دھڑکتا نہیں۔ یہ ایک پرانی رسم ہے کہ موسم بہاراں کے آتے ہی لوگ لہو و لعب اور عیش و نشاط میں مشغول ہو جاتے ہیں اور حضرت معروف کرخی موسم بہاراں کے قریب ہوتے ہی اس خوف و اندیشہ سے بیمار ہو جاتے کہ اب لوگ لہو و لعب میں مشغول ہونگے جبکہ خود حضرت معروف کرخی موسم طریقت کی رونق و بہار تھے۔

سنو سنو! ایک مرتبہ یومِ عید کے موقع پر حضرت شبلی علیہ الرحمتہ[2] سیاہ لباس زیب تن کر کے نوحہ کر رہے تھے۔ لوگوں نے کہا، کیا یہ نوحہ کا دن ہے؟ فرمایا- میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دوری بنائے ہوئے ہیں۔ وعیدیں بھی انھیں قریب نہیں لا پا

---

[1] جنید بغدادی، دیکھئے سلک ۲۸۔ [2] حضرت ابوبکر شبلی- آپ کی ولادت بغداد شریف میں سن ۲۶۴ ہجری میں ہوئی، آپ معتبر صوفیائے کرام میں سے تھے۔ علم میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ آپ نے احادیث کی بھی تخریج فرمائی۔ آپ کی شہرت کسی بھی قسم کی تعریف و توصیف اور تعارف سے بے نیاز ہے۔ سلسلہ قادریہ کے بہت ہی اہم بزرگ ہیں۔ ۳۳۴ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔

رہی ہیں۔ میں ایسوں ہی کے غفلت پر نوحہ کرر ہا ہوں...... الویل لمن غفل، الویل لمن غفل ،جس نے غفلت کی اس کے لئے ہلاکت ہے۔ جس نے غفلت کی اس کے لئے ہلاکت ہے۔

فارسی قطعه	اردو ترجمہ
نخشبی نیک غافلی از دین آنکه تحت چرخ فیروزه است نیست از غفلتی بیروں آمدے غفلت آدمی نه امروز است	تعجب ہے آسماں تلے نخشبی جیسا نیک اور دین سے اس قدر غافل؟ جب وہ غفلت سے باہر نہ ہو سکا تو پھر آج کا آدمی غفلت سے کیسے باہر آ سکتا ہے۔

☆☆☆

۳۴ سلک سی و چھارم

(اسباب رنج و غم کے بارے میں)

یہ خیال رہے کہ رنج و راحت کا سبب بھی تو ہی ہے ایسا نہیں کہ دوسروں کے سبب تو پکڑ میں ہے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ تجھ تک جو بھی رنج و راحت پہونچی ہے اس کا سبب بھی تو خود ہی ہے کیونکہ مور کا وبال خود اس کا پیر ہے، لومڑی کا اس کا بال، اور عاشق کا اس کی آنکھیں ہیں، جو گھر بھی ویران ہو اس کا اپنا کیا ہوا ہے اور کبھی تو آدمی کا کثرت سے رونا اس کی آنکھوں کو سفید کر دیتا ہے یعنی اسے اندھا کر دیتا ہے۔ کیا کوئی حکیم یہ کہہ سکتا ہے؟ کہ میں تیری آنکھوں کو دوا کے ذریعہ ویسا ہی روشن کر دوں

جس طرح سے پہلے تھی۔

ایک مرتبہ کوئی بچہ رو رہا تھا، کسی نے کہا- کیوں رو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا، اس کی اپنی سخت محنت اسے رلا رہی ہے۔ آپ نے یہ بھی سنا ہوگا، ایک حکیم کا بیٹا مر گیا۔ لوگوں نے پوچھا، اس کی موت کا سبب کیا ہے؟ حکیم نے جواب دیا، اس کی موت کا سبب خود اس کی زندگی ہے۔

سنو سنو! ایک اعرابی نے ایسی عورت سے شادی کر لی جو ہر اعتبار سے اس پر فضیلت رکھتی تھی، نسب میں بھی اور حسب میں بھی۔ اعرابی نے حیرت سے کہا...... اَہاہا، تو اس قدر دُبلی ہے عورت نے جواب دیا۔ مجھے میرے شوہر نے ہی دبلی کر دی ہے۔

فارسی قطعہ

نخشی دردِ کس بکس نرسد
سر ایں حرف در زمانہ کراست
مردم از شوم خود شود گشتہ
نہ ز کس ہم ز ماست آنچہ ہماست

اردو ترجمہ

نخشی کسی کا درد کسی کو نہیں پہنچتا ہے،
اس زمانہ میں یہ راز کسی کو کیا معلوم؟
آدمی خود اپنی نحوست سے پریشان رہتا ہے نہ کہ کسی اور کے سبب جو کچھ بھی اسے ہے، رنج یا معصیت خود اسی سے ہے۔

☆☆☆

۳۵

سلک سی و پنجم

(عشق حقیقی اور اس کے تقاضوں کے بارے میں)

سلطنتِ حقیقت کے تاجدار، مملکت طریقت کے شہریار کا ارشاد ہے بادشاہان مجازی جب کسی کو اپنی بارگاہ کا مقرب بنانا چاہتے ہیں، تو بنا لیتے ہیں اور اسے تاج وقبا عطا کر دیتے ہیں۔ بادشاہِ حقیقی بھی جب کسی کو اپنی بارگاہ کا مقرب بناتا ہے تو اسے سندِ قرب عطا کر دیتا ہے، فرشِ انبساط پر بیٹھا دیتا ہے اور تاج وقبا، اس سے لے لیا جاتا ہے۔ اے برادر، مخلوق کے ساتھ ارباب حیات جو معاملات روا رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے ساتھ روا نہیں......

لان من خاف شيئا	جو کسی شے سے ڈرے وہ اس سے
هرب منه ومن خاف	بھاگتا ہے اور جو اللہ سے خوف رکھے
الله هرب اليه.	اس کی پناہ میں آجاتا ہے۔

سنو سنو! ایک عاشق اپنے معشوق سے کہہ رہا تھا، اگرچہ میں تیرے جسم و اعضاء کو پا نہ سکا۔ مگر میرا دل تجھ سے بہت قریب ہے۔ عاشق نے کہا۔ مجھ تک رسائی کے لئے دل کی طرف سے کوئی راہ نہیں۔ تو ظاہری حالت میں ہی میرے قریب رہ، اور دل کے اعتبار سے تو جہاں چاہے، جا۔

اے میرے عزیز۔ یہ معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ روا نہیں۔ اگر کوئی عشق حقیقی کا لطف اٹھا لے تو انھیں مناسب ہے کہ اس کا دل بھی اسی کے ساتھ رہے اور صورت جہاں چاہے جا سکتی ہے۔

ایک شب کوئی درویش مسجد میں نماز ادا کر رہا تھا کہ بارش شروع ہو گئی۔ اس کا دل گھر کی طرف مائل ہو گیا۔ اسی کے گھر کے ایک گوشہ سے یہ آواز سنائی دی اے

درویش یہ نماز جسے تو ادا کر رہا ہے۔ میرے اوپر اس کا کوئی احسان نہیں، تو اپنے پاس سے لطیف شے یعنی دل کو گھر بھیج رہا ہے اور کثیف شے کے ساتھ انجام دے رہا ہے یعنی جسم ظاہر کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے......

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشبی ڈینگیں مارنے والوں کا دل ایک خراب سامان ہے جو کچھ بھی دل کے سوا ہے، وہ خالص مٹی ہے اگر چہ کوئی کام چشم ظاہر میں بہت زیادہ ہو، مگر کام تو معتبر ''چشم دل'' سے ہی ہوا کرتا ہے	نخشبی دل شگرف کالائی است ہر چہ جز دل بود تمام گلِ است گر چہ در چشم کار بسیار است آنچہ کارے بود بچشم دل است

☆☆☆

۳۶
سلک سی و ششم
(عشق حقیقی اور اس کے تقاضوں کے بارے میں)

رستم[1] کے اہل قبیلہ نے کہا۔ شہزادہ بلخ حضرت خواجہ شفیق بلخی[2] نے فرمایا، جو ہر

---

۱ رستم۔ ایک مشہور پہلوان کا نام ہے جو ژال بن سام بن تریمان کا بیٹا تھا اور سن عیسوی سے نو سو برس پہلے موجود تھا۔ فارس کے مشہور بارہ پہلوانوں میں سے وہ ایک تھا اور اسفندیار سے لڑتے ہوئے ہلاک ہو گیا۔ (از:۔ فرہنگ اصفیہ)

۲ خواجہ شفیق بلخی، آپ کا نام، ابوعلی شفیق بن ابراہیم بلخی ہے، شہزادۂ بلخ تھے۔ زہد و طاعت میں یگانۂ روزگار اور علم و فضل میں ممتاز تھے۔ خراستان کے مشائخ میں آپ کا اہم مقام ہے۔ تصوف وسلوک میں بھی آپ رتبۂ بلند رکھتے تھے۔ آپ کے کلام پر توکل کا غلبہ ہے۔ اہل علم نے آپ کے بارے میں فرمایا۔ (لہ لسان فی التوکل) ۱۷۰۰ علماء سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ حضرت حاتم اصم کے استاد اور حضرت ابراہیم ادھم کے شاگرد تھے۔ آپ کا سن وصال ۱۹۴ھ ہے۔

وقت خوش رہنا چاہے، اسے چاہیے جو میسر ہو اس پر قناعت کرے اور جس کے پاس ہے ہی نہیں اسے "رنج وغم" پر شاکر رہنا چاہیے اور صبر پر ڈٹا رہے۔ حضرت اصمعیؒ[1] کا ارشاد ہے......

بیابان میں ایک ایسے اعرابی کو دیکھا جس کی آنکھیں مارے درد کے لٹک رہی تھیں۔ اس بات کا انہیں کوئی احساس تک نہ تھا۔ میں نے کہا، کیا تیری آنکھیں نہیں دکھ رہی ہیں۔ کہا، ہاں۔ دکھ رہی ہیں۔ مگر طبیب نے مجھے صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اطبائے حاذق کا قول ہے اگر کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے، تو صبر سے بہتر اس کے لئے کوئی اور دوا نہیں اور جو صابر و شاکر رہتا ہے اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔

ایک بزرگ شخصیت نے کہا- میں نے بذات خود ایک بیابان میں دیکھا- ایک عورت جو سارے زمانے کی عورتوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، اور صاحب جمال تھی اور اس کا شوہر نہایت ہی کالا کلوٹا، وہ اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی- کل بروز حشر میں بے باک ہو کر جنت میں جاؤں گی، اور میرے ساتھ تو بھی جائے گا۔ شوہر نے کہا- وہ کیسے؟ عورت نے جواب میں کہا- اللہ تعالیٰ نے تجھے میرے ساتھ، اور مجھے تیرے ساتھ کر دیا ہے۔ تو مجھ کو پالینے پر شکر گزار ہے اور میں تجھ جیسے بدصورت کے ساتھ رہنے پر شاکر و صابر ہوں۔ تو شکر کے سبب اور میں صبر کے عوض جنت میں جاؤں گی کیونکہ جنت تو صابروں، شاکروں کے لئے ہی ہے۔ لہٰذا دونوں کا مقام جنت ہوا۔

---

[1] دیکھئے سلک ۲۳۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
تخشی صبر عجیب کرشمہ رکھتا ہے۔	تخشی صبر کا رہا دارد
زہے نصیب جس نے اسے پہچان	زہے خوش کہ این نمط بشناخت
لیا جو اپنے درد پر صابر ہے۔ درد	ہر کہ در درد خویش صبرے کرو
اسے خدا والا بنا دیتا ہے۔	درد اورا خدائے دار و ساخت

☆☆☆

۳۷

سلک سی و ہفتم

(رزق اور اس کی تلاش کے بیان میں)

ایمان والے صرف اللہ تعالیٰ کے وعدۂ قبولیت پر بھروسہ اور اعتماد کلی رکھتے ہیں خود ارشاد ربانی ہے......

ومامن دابة فی الارض	اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا
الاعلی الله رزقها.	رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔

لوگوں کا کہنا ہے بندگی، گناہ، دانائی، نادانی، طلب اور ترک طلب، سے نہ رزق میں کمی آتی ہے اور نہ ہی زیادتی، حضرت ابوحازم مدنی[1] کا ارشاد ہے۔ دنیا و مافیہا صرف دو چیزوں پر مشتمل ہے، (۱) وہ جو میری روزی ہے، (۲) وہ جو دوسروں کی روزی ہے، میں ہواؤں پر سوار ہو کر بھاگتا پھروں، پھر بھی روزی مجھ تک پہنچ ہی جائے گی کیونکہ وہ میری روزی ہے اور وہ جو دوسروں کی روزی ہے اسے تلاش کرنے، اور

[1] ابوحازم مدنی، دیکھئے سلک ۲۰۔

اپنی گرفت میں لانے کی لاکھ کوشش کروں خواہ ہواؤں کے دوش پر سوار ہو کر ہی ڈھونڈ لوں، مجھ تک پہنچ ہی نہیں سکتی کہ وہ دوسروں کی روزی ہے۔ ان دونوں قسم کی روزی کی تلاش میں لگنا، اور کوشش کرنا گویا عمر کو ضائع کرنا ہے۔ فقیر نہ صرف روزی کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے بلکہ خود رزق اس کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے۔ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا......

الرزق یطلب العبد	خود رزق صاحب رزق کی تلاش میں رہتی ہے
کما ھو یطلبہ.	جس طرح بندہ اس کی تلاش میں رہتا ہے۔

اے عزیز۔ جس طرح ''موت'' سے چھٹکارا نہیں، اسی طرح رزق سے بھی چھٹکارا نہیں، یہ حقیقت ہے کہ رزق کی تلاش موت سے کہیں زیادہ سخت ہے، حضرت ابوالقاسم[1] حکیم ارشاد فرماتے ہیں......

الشک فی الرزق	روزی میں شک توحید میں شک کے
شک فی التوحید.	مترادف ہے۔

دونوں قسم کے شکوک یکساں ہیں۔ بصرہ میں ایک مرتبہ شدید قحط پڑا، لوگ حضرت رابعہ[2] کے پاس پہنچے اور صورتِ حال کی اطلاع دی۔ رابعہ بصریہ نے جواب دیا......اگر اناج کے سارے دانے سونے میں تبدیل ہو جائیں، پھر بھی ہمیں اس کی کوئی فکر نہیں۔ ہم پر واجب ہے، ہم اس کی عبادت کریں جیسا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں روزی عطا کریگا یہ اس کا وعدہ ہے۔ سنو سنو! ایک مالدار نے چند

1۔ حضرت ابوالقاسم حکیم، نامِ نامی اسحٰق بن اسماعیل ہے، کنیت ابوالقاسم حکیم ہے، اور اسی کنیت سے آپ مشہور ہیں۔ آپ باکمال مشائخ میں سے ہیں۔ معاملات اور نفس کے عیوب و نقائص کے بارے میں آپ کے ان گنت ارشادات و تعلیمات ہیں۔ آپ کی نگاہ 'توجہ الی اللہ' پر مرکوز رہتی تھی۔ آپ کے تمام معاملات مخلوق الٰہی کے فائدہ پر مبنی تھے۔ کوئی ایک معاملہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں حظ نفس پایا جاتا ہو۔ ۳۴۲ھ میں عاشورہ کے دن آپ کا انتقال ہوا۔ (نفحات الانس)

2۔ رابعہ بصریہ، دیکھئے سلک ۲۷۔

درویشوں سے کہا، تمہارے لئے شام کا کھانا کس مطبخ سے آتا ہے۔ جواب دیا، اس مطبخ سے جس سے تمہیں صبح کو روزی ملتی ہے......

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی سب کو رزق خدائے تعالیٰ سے ملتی ہے جس طرح سے تمام جہاں آفتاب سے نور لیتا ہے دنیا میں کون و فساد پایا جاتا ہے مگر شاہ و گدا کو روٹی ایک ہی مطبخ سے ملتی ہے۔	نخشی از خداست رزق ہمہ می برد ز آفتاب عالم نور ہست اندر جہاں کون و فساد نان شاہ و گدا از یک تنور

☆☆☆

۳۸ سلک سی وھشتم

(ظلم کی مذمت کے بارے میں)

اہل انصاف کا مقولہ ہے کوئی بھی ظلم سراہنے کے لائق نہیں، مگر وہ ظلم جو نفس پر کیا جاتا ہے لائق ستائش ہے، ایک شخص گھر سے نکل کر کسی ویرانے میں بیٹھ کر کہہ رہا تھا۔ جو کسی پر ظلم کرتا ہے اس کا گھر ویران ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے......

فتلک بیوتھم خاویۃ بما ظلموا۔ — تو یہ ہیں ان کے گھر ڈھے پڑے بدلہ ان کے ظلم کا۔

کسی نے کہا۔ تم نے کسی پر ظلم کیا ہوگا، جس سے تیرا گھر ویران ہو گیا، جواب

میں اس آدمی نے کہا، میں نے خود اپنے نفس پر ظلم کیا۔ وہ مجھ سے چپکا ہوا ہے اور بار بار آرزوئیں کرتا ہے۔ مگر اس کی ایک آرزو بھی پوری نہیں ہونے دی۔ یہ بھی ایک قسم کی ویرانی ہے۔ سنو سنو! سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک پڑوسی یہودی تھا۔ ایک دن کسی نے ان سے کہا...... جس کا پڑوسی بایزید جیسا ہو، وہ یہودی کیسے رہ سکتا ہے؟ اس یہودی نے جواب دیا۔ اگر اسلام یہی ہے جو بایزید رکھتا ہے تو یہ اسی کو مبارک ہو۔ مجھے اسلام قبول کرنے کی تاب نہیں اور اگر اسلام یہ ہے جو تم رکھتے ہو، تو ایمان نہ لانا میرے لئے بہتر ہے۔ یہ بات انھیں بہت زیادہ گراں محسوس ہوئی۔ وہ حضرت بایزید کے پاس آیا اور کہا۔ اے خواجہ، راہ طریقت میں آپ جو مجاہدہ کر رہے ہیں۔ اس میں سے کچھ میرے سامنے بیان کریں۔ حضرت خواجہ بایزید نے جواب دیا۔ اگر میں ان میں سے کچھ بیان کروں تو تیرا باطن اس پر مصالحت نہیں کریگا، اور اگر اسکے علاوہ کذب بیانی سے کام لوں، تو وہ یہ ہے، ایک مرتبہ میرے نفس نے کسی امر دینی کے انجام دینے میں کاہلی کی، یعنی جس کام کو اسے اوّل وقت میں انجام دینا چاہئے۔ اسے اخیر وقت میں انجام دیا۔ اس بنا پر میں نے مسلسل ایک سال تک اسے پانی پینے نہیں دیا۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی نفس در ریاضت بہ مرد بانفس خویش رنجہ کند صد شکنجہ شمر ریاضت نفس نفس خود را کہ در شکنجہ کند	اے نخشبی نفس کو ریاضت میں لگائے رکھنا بہتر ہے کیونکہ آدمی نفس کے سبب ہی رنج پاتا ہے ریاضت نفس کے لئے سو شکنجے تیار کر اور اپنے نفس کو اس سے جکڑ دے۔

[1] حضرت بایزید، دیکھئے سلک ۱۶، ص: ۴۵

۳۹

سلک سی و نہم

(بندگی اور طاعت کے بارے میں)

بارگاہِ الٰہی کے اُن مقرب بندوں کا ارشاد ہے جو طاعت و ریاضت کے سبب دارین کی سروری حاصل کر چکے ہیں۔

العبودیۃ بثلثۃ اشیاء منع النفس عن ھواھا وزجرھا عما نھاھا والطاعۃ فی امر مولاھا ومن فعل ھذہ الثلاثہ نادی مناد کل یوم انت خیر فی الدارین.	عبودیت تین چیزوں سے انجام پاتی ہے، نفس کو روکنا اس کی خواہشات سے، نفس کو تنبیہ کرنے سے منہیات کے ارتکاب پر اور ماموات کے بجالانے سے جس کسی نے ان تینوں چیزوں کو انجام دیدیا، انھیں ہر روز ایک منادی یہ ندا دیگا، تو دارین میں سب سے زیادہ بہتر ہے

کسی بزرگ سے لوگوں نے دریافت کیا، بندگی کیا ہے؟ اس نے کہا، ہر حال میں خدا کو پکارنا، اور خود کو ہر اعتبار سے اسی کا بندہ تصور کرنا بندگی ہے۔ باعتبار عبودیت کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر نہیں، جیسا کہ انھوں نے خود فرمایا "انی عبداللہ" میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اے میرے بھائی، بندہ ہونا اور ہے، اور بندگی کرنا ایک دوسری چیز ہے اور اگر دونوں ایک سے ہوتے، تو ابلیس کا چہرہ کبھی بھی سیاہ نہیں ہوتا اور علیک لعنتی کے خنجر سے مجروح نہ ہوتا۔

نماز مغرب کے قریب، خیر نساج[1] نامی ایک بزرگ کے پاس حضرت عزرائیل

---

[1] خیر نساج- نام محمد، والد کا نام اسماعیل، لقب خیر نساج ہے، اسی لقب سے مشہور ہوئے، آپ اہل سامرہ سے تھے اور بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی مجلس میں شبلی اور خواص نے توبہ کی، تصوف کے اکابر مشائخ میں تھے۔ آپ کا وصال ۳۲۱ ہجری میں ہوا، حضرت سفیان ثوری کے ہم زمانہ تھے۔ غالباً آپ کی عمر شریف ۱۰۰ سال کی تھی۔ (محمد شمشاد رضوی)

علیہ السلام آئے، اور روح قبض کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا، رک، اے فرشتہ اجل، تو بھی خدا کا بندہ ہے اور میں بھی خدا کا بندہ ہوں، تجھے روح قبض کرنے کا حکم ہے اور مجھے نماز عصر ادا کرنے کا۔ جس کام کا تجھے حکم ہے کر گذر اور مجھے جس چیز کا حکم ہے میں بھی بجالاؤں تا کہ نماز فوت نہ ہو جائے۔ لہٰذا چند ثانیے تک توقف فرمائیں کہ میں نماز عصر پڑھ لوں۔ فرشتۂ اجل نے کہا۔ ہاں، ہاں، آپ نماز ادا کریں۔ حضرت خیر نساج نے پانی منگوایا۔ نیا وضو کیا، اور شام کی نماز ادا کی، اس کے بعد جان جان آفریں کے حوالہ کردی۔

اس واقعہ کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ دنیا جان لے، کہ جو شخص بھی طاعت و ریاضت میں چست رہتا ہے۔ فرشتۂ اجل بھی اس کا مطیع و فرماں بردار ہو جاتا ہے......

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشبی بندگی ایک اچھی چیز ہے۔	نخشبی بندگی نیکو چیز یست
نافہ جب خوشبو نہ دے تو اسے خون ہی تصور کر،	نافہ را خون شمر چوں بو بنود
جو بندگی میں بہتر ہوتا ہے اسکی قسمت میں	ہر کہ در بندگی نکو باشد
نیکی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔	جز نکوئی نصیب او بنود

☆☆☆

۴۰

سلک چھلم

(مردان رہِ حق کے بارے میں)

مردان دین اور نو جوانان یقیں کا ارشاد ہے راہِ دیں کے ناقص افراد سے کہیں زیادہ ناقص العقل عورتیں فضیلت رکھتی ہیں، سلطنت وطریقت کے عزیز مصر ذوالنون مصری[1] رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں...... شام کے بعض ساحلی علاقوں میں، میں نے ایک مردنما عورت کو دیکھا اور ان سے دریافت کیا - آپ کہاں سے آئی ہیں؟ جواب میں انھوں نے کہا......

"ان من عند اقوام تتجافی جنوبھم من المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا".[2]

ان قوموں کی طرف سے، جن کے پہلو خوابگاہوں سے جدا رہتے ہیں اور اپنے رب کو پکارتے ہیں، ڈرتے اور امید کرتے ہوئے۔

پھر میں نے کہا - آپ کہاں جائیں گی؟ انھوں نے کہا......

"الی رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر الله".[3]

ان مردوں کی جانب جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتے۔

---

[1] ذوالنون مصری، ثوبان یا الفیض ان کا نام تھا۔ والد گرامی مقام نوبہ کے رہنے والے تھے مگر حضرت نے مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ تصوف میں آپ کا مقام بلند تھا۔ علم، ورع، حال اور ادب میں نابغۂ روزگار تھے۔ المتوکل، ان سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ ۲۴۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

[2] پارہ ۲۱، رکوع ۱۴، سورہ سجدہ۔ [3] پارہ ۱۸، رکوع ۱۰، سورہ نور۔

لوگوں نے یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ کسی شہر میں ایک ایسی عورت تھی جو از حد خوبصورت اور پیکر حسن و جمال تھی۔ وہ آپنے حسن و خوبی کو "مرغان زیرک" کے لئے بطور جال استعمال کرتی تھی اور افراد انساں کو اپنے دام تزدیر میں پھانس لینا اس کے لئے مشکل نہیں تھا۔ جو اسے دیکھ لیتا، اسی وقت اس پر شیدا و فریفتہ ہو جاتا اور جب تک اس سے ۱۰ دینار وصول نہ کر لیتی، اسے قبول نہ کرتی۔ ایک دن کسی زاہد و پارسا نے اسے دیکھ لیا اور اس کا اسیر زلف ہو گیا۔ ان الکریم و ذالاسلام یختلس، کہ شریف اور اہل اسلام کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ ہر چند اس پارسا نے کوشش کی، اس کے فریب میں نہ آئے۔ آخر کار عشق کا بے مروت کوتوال اس کا گریباں گیر ہو گیا۔ عبادت خانہ پہنچا۔ تسبیح و مصلی جو کچھ پاس رکھتا تھا، فروخت کیا اور اس طرح ۱۰ دینار حاصل کر لیا اور عورت کے گھر گیا۔ دسوں دینار حوالے کر کے اسے راضی کر لیا۔ وہ پارسا جب اس عورت کے ہم زانو ہوا۔ عنایت ازلی کے نقیبوں نے آواز دی اے زاہد، اتنے سالوں کا دعوی جواں مردی کے باوجود زنا کا ارادہ۔ ہائے افسوس۔ دل میں گھبراہٹ پیدا ہوئی جس کا اثر چہرہ سے نمایاں تھا۔ عورت نے کہا۔ اے پارسا تیرے چہرہ پر یہ کون سی افتاد ہے؟ جواباً کہا۔ یہ خدا کا خوف اور اس کی ہیبت ہے۔ فوراً وہ پارسا عورت سے علاحدہ ہوا اور اس کے گھر سے چلتا بنا۔ یہ ایماں ہی تھا جس نے اسے زنا کے مرتکب ہونے سے بچا لیا۔ جب عورت نے اپنے چشم سر سے یہ منظر دیکھا تو اس کے دل میں بھی ایک انجان سا خوف بیدار ہوا اور باطن میں رغبت پیدا ہوئی اور یہ کہنا شروع کیا جس خدا سے وہ ڈر رہا ہے وہی تو میرا خدا ہے۔ جب نا کردہ گناہ سے ڈرنے کا یہ عالم ہے! اور میں نے تو بے شمار گناہ کئے ہیں اس کے باوجود میں خوف نہیں کھاتی۔ اسی وقت اس عورت نے توبہ کی اور اس راہ کے کامیاب افراد میں شامل ہو گئی۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی راہ حق میں چست چالاک رہ	نخشی چست باش در رہِ حق
کیونکہ خوشبو ہی سے نافہ قیمتی ہوا کرتا ہے	قیمتی شود ہر نافہ زبو
جو راہ حق میں چست نہیں اللہ والوں کے	مرد کو چست نیست در رہ حق
نزدیک اس سے کہیں بہتر ڈاکو ہے۔	نزد مرداں راہ زن بہ ازو

☆☆☆

۴۱ سلک چہل و یکم

(یقین اور ضعف اعتقاد کے بیان میں)

ان ارباب یقین کا ارشاد عالی ہے جو عقیدہ و ایمان میں کامل و راسخ ہوا کرتے تھے......

الیقین رویته الاعیان بنور الایمان.	نور ایمان سے اعیان کے دیکھنے کا نام یقین ہے

اور بعض اس یقین کی تشریح اس طرح کرتے ہیں......

الیقین مشاهدة الغیوب بکشف القلوب.	کشف قلوب کے ذریعہ اسرار غیبیہ کے مشاہدہ کا نام یقین ہے

حضرت جنید بغدادی[1] علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں......

[1] حضرت جنید بغدادیؒ، دیکھئے سلک ۲۸۔

من لم يصل علمه با ليقين و يقينه بالخوف و خوفه بالعمل و عمله بالورع وورعه بالاخلاص واخلاصه بالمشاهده فهو من الهالكين.	جس کا علم یقین تک اور یقین خوف تک اور خوف عمل تک اور عمل ورع تک اور ورع اخلاص تک اور اخلاص مشاہدہ تک نہیں پہنچا پس وہ ہالکین میں سے ہے یعنی اس کا شمار ہلاک شدگان میں ہے۔

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سب سے زیادہ فکر و اندیشہ مجھے اس امت کے ان افراد سے ہے جو ضعف یقین کے شکار ہیں۔ یقینِ واثق[1] رکھنے والوں کا کہنا ہے۔ کوئی بھی تونگری "یقین واثق" سے بالاتر نہیں۔ واہ سبحان اللہ۔ اس جماعت کے افراد کی ہمت کیونکر ضعیف ہوگی جو اس ذات مقدسہ کے وعدہ کی پناہ میں ہو جو کبھی اور کسی حالت میں وعدہ خلاف نہیں اور جس کے ذمۂ رحمت ہم سب کی روزی ہو، مگر ہم ہیں جو حصولِ رزق کے لئے اپنے دلوں کو تنگ کیے بیٹھے ہیں اگر دیکھئے تو یہ ضعف صرف دولت وثروت اور اس کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ کسی کثیر العیال درویش کو چند روز تک کھانے کو کچھ بھی نصیب نہ ہوا۔ عبادت خانہ سے باہر نکلا اور کسی سے کچھ طلب کیا اسی وقت لوگوں نے انہیں چوری کے الزام میں گرفتار کرلیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ درویش اس کٹے ہوئے ہاتھ کو لے کر اپنے گھر بیوی کے پاس آیا اور......

۱۔ یقین واثق - کامل یقین

قال لامراته رفعت یدی الی الخلق فعوقبت بقطعها عن الخلق ولو رفعت القلب الی الخلق عوقبت بقطعه عن الرب و نعوذ بالله من ذالک۔	اپنی بیوی سے کہا مخلوق کے روبرو میں نے اپنا ہاتھ کیا تو اسے کاٹ کر مجھے سزا دی گئی اور اگر مخلوق کے سامنے اپنا دل پیش کرتا تو رب سے میرے دل کو جدا کر کے مجھے سزا دی جاتی اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

سنو سنو! حضرت مسروق[1] کا ارشاد ہے..... رازق مطلق پر میرا یقینِ کامل ہے اور یہ یقینِ کامل اس وقت اور بھی مضبوط ہو گیا۔ جب خادم خانہ نے آ کر کہا۔ آج مطبخ میں ناشتہ کا کوئی سامان نہیں، وہی بہترین دینے والا ہے۔ میری عنایت اور مدد کے بغیر وہ عطا کریگا اور مطبخ تک کچھ نہ کچھ ضرور پہنچائے گا۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشبی رہِ شک از یقین بردار راہِ آزادگاں ہمیں باشد پائے بر آسماں نہد بے شک ہر کہ را در یقیں باشد	نخشبی یقین کے ذریعہ شکوک وشبہات کو دفع کر دو کہ آزاد لوگوں کی یہی روش ہوا کرتی ہے۔ آسمان تک وہی رسائی حاصل کرتا ہے جو اپنے یقین پر پورا یقین رکھتا ہے۔

☆☆☆

[1] حضرت مسروق۔ پورا نام احمد مسروق ہے، اپنے دور کے بہت بڑے ولی اور خراسان کے مشہور مشائخ میں سے تھے، حضرت قطب مدار کی صحبت سے فیضیاب تھے، آپ سے سوال کیا، اس عہد میں قطب کون ہے؟ اس سوال کے جواب میں آپ نے خاموشی اختیار کی جس سے ثابت ہوتا ہے آپ ہی قطب وقت تھے، طوس میں پیدا ہوئے اور بغداد میں سکونت اختیار کی۔

۴۲

سلک چہل و دوم

(سبب ومسبب کے بارے میں)

حضرت حاتم اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] کا ارشاد گرامی ہے جن کی منقبتوں کی دھوم ہر چہار جانب مچی ہوئی ہے اور زمیں تا آسماں جن کی شہرت ہے۔

الحمار یعرف طریق العلف	گدھا چراگاہ کا راستہ تو جانتا ہے مگر منافق
والمنافق لایعرف طریق السماء.	آسمان کے راستوں سے واقف نہیں۔

حضرت اصمعی[2] کا بیان ہے...... میں نے ایک گھنے بیابان میں بدوی راہزن کو دیکھا، جب اسکی نظر میرے اوپر پڑی، اس نے تلوار سونت لی اور بکنا شروع کیا۔

اخلع ثیابک	اپنے کپڑے اتار دو۔

میں نے کہا......

اتری من انا؟	کیا تم جانتے ہو میں کون ہوں؟

اس ڈاکو نے کہا۔

لیس عند قاطع الطریق معرفة لاحد	ڈاکو کو کسی کی معرفت سے کوئی سروکار نہیں

میں نے کہا......

اما تعلم ان اللہ تعالیٰ	کیا تم نہیں جانتے اللہ تمہارے کئے
یطالبک بما تفعل	پر مواخذہ فرمائے گا؟

اس نے کہا......

---

۱ نام حاتم بن عنوان بن اصم۔ کنیت ابو عبد الرحمٰن آپ کا تعلق طبقۂ اولیٰ کے مشائخ سے ہے۔ خراسان کے قدیم مشائخ سے ہیں۔ آپ برزگان بلخ میں سے شقیق بلخی کے ہم نشیں اور احمد خضرویہ کے استاد تھے۔ ۲۲۷ ہجری میں مقام واشجر وہیں جو مضافات بلخ سے ہے، آپ کا انتقال ہوا۔ آپ حاتم اصم سے مشہور ہیں۔

۲ حضرت اصمعی، دیکھئے سلک ۲۳، ص: ۶۲

لا بدمن الرازق يطالبنی	یقیناً وہ رازق ہے میرے اس فعل پر
بفعلی و طالبت رزقی	مواخذہ فرمائے گا اور میں بھی تو اپنے رزق کا مطالبہ کررہا ہوں

میں نے کہا۔

اکنت الطلب رزقک فی الارض	تم اپنی روزی زمین پر تلاش کررہے ہو

اس نے کہا۔

فاین اطلبه	میں اسے کہاں تلاش کروں؟

میں نے کہا۔

فی السماء رزقکم	تمہارا رزق آسمان میں ہے جس کا
وماتوعدون	تم سے وعدہ کیا گیا ہے

جب بدوی نے یہ باتیں سن لیں، تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور پھر کہا۔

استغفر الله، رزقی فی السماء	استغفر اللہ، میرا رزق آسمان میں ہے
و انا اطلبه فی الارض	اور میں اُسے زمین پر تلاش کررہا ہوں

بدوی ابھی اپنی بات پوری نہ کر پایا تھا کہ ہوا کے ذریعہ دو گرم چپاتی اور "شوربہ" کا ایک کاسہ آپہنچا۔ بدوی نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو معذرت کرتے ہوئے مجھ سے کہا......

هداک الله کما	اللہ تیری رہنمائی کرے جس طرح تو نے
هدیتنی الی الرزق	رزق کی طرف میری رہنمائی کی۔

اے میرے عزیز۔ نظر اگرچہ سبب پر ہو مگر دل کا رشتہ مسبب سے مضبوط تر رہے۔ سنو سنو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بارش رک گئی اور آپ غمزدہ ہوئے۔ فرمان ذی وقار آیا، اے موسیٰ دو دیگ نصب کرو۔ ایک میں پانی، مٹی اور بیج

ڈال دو، مگر اس کے نیچے آگ مت جلانا اور دوسری دیگ میں بھی پانی مٹی اور بیج ڈال دو لیکن اس کے نیچے آگ بھی روشن کردو۔ کچھ دنوں کے بعد دیکھا گیا تو اس دیگ میں کچھ نہیں اُگا، جس کے نیچے آگ روشن نہ تھی اور اس دیگ میں بالیاں ہی بالیاں تھیں جس کے نیچے آگ روشن تھی۔ خاک آلود ہو اس کا چہرہ، جس کا دل مسبِب اور قادر مطلق سے منحرف ہوجائے اور پوری توجہ، سبب ضعیف پر رہے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی دل کسی بھی سبب پر نہ لگا، اس قسم کے واقعہ کا صدور اور تجھ سے تعجب خیز ہے۔	نخشی بر سبب منہ دلِ خویش مثل این ز تو از عجب باشد
سبھی لوگوں کے تمام معاملات کا انتظام صرف مسبب سے ہوا کرتا ہے نہ کہ سبب سے۔	انتظام امور بر ہمہ کس از مسبب نہ از سبب باشد

☆☆☆

۴۳

سلک چہل و سوم

(دنیا اور اصل دنیا کی مذمت کے بارے میں)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کے تین حصے کیے۔ اس میں سے ایک مومن کو، ایک منافق کو اور ایک کافر کو دیا گیا۔ مومن دنیا سے توشہ کا انتظام کرتا ہے۔ منافق اس سے زینت حاصل کرتا ہے اور کافر اس سے پھل کھاتا ہے۔ جسے بھی دیکھئے اسے دنیا سے چھٹکارا نہیں۔ ہاں۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شان یہ ہے......

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین، آپ کے پائے ناز دنیا کے اس تلاطم خیز موجوں سے اس طرح گذر اور عبور کر گئے کہ آپ کے نعلین پاک میں سے کچھ بھی تر نہ

ہوا۔ اے میرے عزیز- جسے بھی دنیا کی بدی کے تعلق سے علم ہو گیا، اسے چاہیے کہ اہل دنیا کی بداخلاقی سے ذرا بھی ملول خاطر نہ ہو بلکہ بہتر یہی ہے کہ اہل دنیا کو اس کی اسی حالت پر چھوڑ دیں۔ اہل دنیا کی اس سے زیادہ اور ابتر حالت کیا ہوگی کہ بندہ تھوڑے پر راضی اور نہ ہی زیادہ سے آسودہ۔ سرور دیں ﷺ کا ارشاد ہے...... میرے بعد دنیا میں ایسے افراد پیدا ہونگے جو ایسے عظیم البطن ہونگے کہ نہ قلیل پر صبر کریں گے اور نہ ہی کثیر سے آسودہ ہوں گے۔

اے میرے عزیز- یہ وہ زمانہ نہیں۔ کوئی کسی سے بھلائی اور نیکی کی امید رکھے۔ آج کے دور میں اگر کوئی کسی سے اپنی برائی ظاہر کرے تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ لوگ اس سے قبل کر چکے ہیں کہ کسی نے کسی کے لئے نیکی کی، اور اس کا احسان خود اپنے آپ پر رکھا۔ ہاں اس دور میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو کسی کے لئے برائی نہیں کرتے اور اس بات کا احسان بھی اسی پر رکھ دیتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تمہاری برائی نہیں کی۔ یہ کس قدر طرفہ تماشہ ہے کہ مسلمانوں جیسا نام تو رکھتے ہیں مگر ان کی سیرت و کردار نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے کہا- ہم نے فلاں سے "دوتائی"[1] پائی حالانکہ اس میں نہ استر ہے اور نہ ہی ابرہ ہے تو پھر یہ کیسا پانا؟

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی در کسے نماند نیاز ہر کہ را دیدہ ام بتاہے دید ہر چہ آں دید نیست مردم چوں بنی ہماں نخوا ہی دید	نخشی کسی میں نیازمندی نہ رہی، میں نے جسے بھی دیکھا تباہ و برباد دیکھا، جو کچھ نظر آ رہا ہے اس میں آدمیت نہیں کہ جب تم اسے دیکھ لوگے تو قطعی نہیں دیکھ پاؤ گے۔

[1] دوتائی- یہ صدری نما ایک لباس ہے۔ جس میں اوپر ابرہ نیچے استر اور بیچ میں روئی ہوتی ہے۔ استر اور ابرہ کے بغیر اسے دوتائی کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔ (محمد شمشاد رضوی)

۴۴ سلک چھل و چھارم

(ہم نشینی کے بارے میں)

کسی بھی آدمی کے مصاحب وہم نشیں تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل روح کے قبض ہونے تک، دوم لب گور تک، سوم قیامِ قیامت تک۔

والذی یتبعہ الی قبض روحہ فمالہ والذی یتبعہ الی قبرہ فانہ والذی یتبعہ الی محشرہ فعملہ.	وہ جو قبض روح تک مصاحبت کرتا ہے اسکا 'مال' ہے اور وہ جو اسکی قبر تک مصاحبت کرتا ہے اسکی آل ہے اور وہ جو قیام حشر تک مصاحبت کرتا ہے اس کا عمل ہے۔

اے میرے عزیز۔ نیک عمل سے بہتر آدمی کا کوئی مصاحب نہیں۔ لوگوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے ایک مرتبہ یہ دعا کی...... اے مولیٰ، مجھے ''نامۂ اعمال'' دکھا، نامۂ اعمال انھیں دکھا دیا گیا۔ جیسے ہی انھوں نے نامۂ اعمال دیکھا، کھانا پینا قطعی ترک کر دیا۔ اور روایت میں یہاں تک آیا ہے۔

انہ ما رفع راسہ الیٰ السماء حتی مات حیاء من اللہ.	شرم و حیا کے مارے انھوں نے آسمان کی طرف سر بھی نہ اُٹھایا اور آپ کا وصال ہو گیا۔

اہل علم نے یہ بھی بیان کیا۔ ایک مرتبہ حضرت داوٗد علیہ السلام ترک اولیٰ کے مرتکب ہوئے تو ان کی زیبائی اور سعادت مندی سلب کر لی گئی۔ حضرت یحیٰ کثیر[1]

[1] حضرت یحییٰ کثیر۔ پورا نام اس طرح ہے یحییٰ ابن ابی کثیر اور کنیت ابو نصر ہے۔ یمانی سے منسوب ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اصل میں آپ کا تعلق بصرہ سے تھا۔ مگر یمامہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ تابعی تھے۔ حضرت انس بن مالک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ علم وفقہ میں درک تام رکھتے تھے۔ (اکمال فی اسماء الرجال)

رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں...... حضرت داؤد علیہ السلام نے ترک اولیٰ کے ارتکاب پر گریہ وزاری شروع کی، تو پورے ایک ہفتہ تک کھانا، پینا چھوڑ دیا۔ بعدہٗ صحرا میں ایک زاہد کو مقرر کر دیا اور حضرت سلیمانؑ[1] سے فرمایا۔ انسانوں، پریوں، وحوش وطیور اور تمام چوپاؤں کو آواز دو تاکہ سب کے سب کسی ایک مقام پر جمع ہو جائیں۔ جب سب کے سب جمع ہو گئے تو حضرت داؤد منبر پر جلوہ آرا ہوئے اور اس طرح ارشاد فرمایا...... "اے بے انصافو، جب ایک ترک اولیٰ کے ارتکاب پر ایک پیغمبر اور رسول نے بیس سال تک گریہ وزاری کی، اور زمین پر ٹیک تک نہ لگائی اور تم لوگ ہو، ہر روز ہزاروں گناہ کرتے ہو، پھر بھی تجھے کس طرح نیند آتی ہے"۔

فارسی قطعه	اردو ترجمہ
نخشی باخوشی چہ کار ترا	اے نخشی تجھے خوشی سے کیا کام،
سینۂ مجرماں فگار بود	مجرموں کا سینہ تو چور چور ہوا کرتا ہے۔
دم خوش ہیچ وقت بر نآرد	قاعدہ سے وہ سانس بھی نہیں لے سکتا
ہر کہ چوں تو گنہگار بود	ہے۔ جو تیری طرح گنہگار رہوتا ہے۔

☆☆☆

[1] حضرت سلیمان۔ آپ کی پوری دنیا پر حکومت تھی۔ تمام انسان، جن آپ کے تابع تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۱۰۱۵ سال پہلے آپ کا زمانہ تھا۔ والد گرامی کا مبارک نام حضرت داؤد علیہ السلام تھا۔ آپ ہی کے دور میں بیت المقدس کی تعمیر ہوئی۔ بہت سارے معجزات سے آپ مشرف تھے۔ چیونٹی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکالمہ مشہور ہے جس کا ذکر کلام الٰہی میں بھی آیا ہے۔

۴۵

سلک چہل و پنجم

(امن اوراس کی صورت حال کے بارے میں)

ایسے لوگوں کا بیان ہے جنھوں نے کبھی امن وامان کی خواہش نہ کی اور نہ اپنے دامن کو اس سے وابستہ ہونے دیا کہ حضرت حمادؒ[1] عبداللہ جن کا ایک ایک قدم ترکِ امن کے اہتمام میں اُٹھا کرتا تھا۔ ہر تارک سلطنت کے روبرو جاتے اور زیادہ تر اکڑوں بیٹھا کرتے۔ لوگوں نے ان سے کہا، چہار زانوں کیوں نہیں بیٹھتے۔ تو آنجناب نے ارشاد فرمایا......

تلک جلسة الامن وانا غیر امن. یہ امن کا بیٹھنا ہے اور میں امن والا نہیں

اے میرے عزیز۔ اس سے اور زیادہ کیا مشکل ہوگا کہ انسان خود کو ''امن والا'' تصور کرے۔ ایک قدم جنت میں ہو، اور دوسرا اس سے باہر، اس کے باوجود وہ صاحب امن نہیں۔ جب تک کہ اس کے دونوں قدم جنت کے اندر نہ ہوں۔ امن وہ دولت ہے جو صرف خوبصورت بہشت میں پائی جاتی ہے دنیا والوں نے صرف اس کا نام سنا ہے۔ انھیں اس کی حقیقت کیا معلوم؟

اے میرے عزیز، جسے ہم امن کا نام دیتے ہیں در حقیقت وہ امن نہیں بلکہ غفلت ہے۔

خلق ابن اٰدم ذا غفلة ابن آدم غافل پیدا کیا گیا۔ اگر ایسا نہیں
ولو لا ذالک ماهنا عیشه. ہوتا تو اس کی زندگی خوشگوار نہ ہوتی۔

---

[1] حمادؒ عبداللہ۔ اپنے وقت کے یگانہ روزگار تھے۔ ان کے دل میں دنیا و مافیہا کی کوئی خواہش نہ تھی۔ ان کی زندگی عجز و انکساری میں بسر ہوئی۔ ہمیشہ اکڑوں بیٹھا کرتے تھے۔ کبھی بھی امراء کی طرح آپ نے بیٹھنا پسند نہ کیا چہ جائیکہ دربار سے وابستہ رہتے۔ ابدال میں سے تھے۔ یکے بعد دیگرے ستر عورتوں سے نکاح ہوا مگر اولاد کسی سے نہیں، وصال ۱۶۷ھ میں ہوا۔

حضرت عمر[1] بن عبدالعزیز کا ارشاد ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم؟ حکیم مطلق نے مخلوق کو غفلت سے متصف کیا۔ اس میں بھی "حکمت" ہے، کی لا یموت من خشیة اللہ، کہیں اللہ کے خوف اور خشیت سے وہ ہلاک نہ ہو جائے۔ یہ غفلت کا ہی نتیجہ ہے کہ مخلوقات میں سے ہر کوئی ایک دوسرے کے پیچھے پڑا ہے، قبل اس کے کہ وہ اس سے احتراز کرتے، اب ایسے کام بھی کرنے لگے ہیں جو کیے جانے کے لائق ہی نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا، ایک شخص خود اپنا گوشت کھا رہا ہے۔ آپ متعجب ہوئے اور فرمایا...... اُف لہذا یا کل لحمالہ۔ افسوس یہ خود اپنا ہی گوشت کھا رہا ہے۔

سنو سنو! ایک مرتبہ کسی درویش سے لوگوں نے دریافت کیا، گوشت کہاں فروخت ہوتا ہے؟ میں نے اسے اس طرح فراموش کر دیا ہے کہ اب مجھے پتہ ہی نہیں وہ کہاں بیچا اور خریدا جاتا ہے۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی نیک، غافلے ہی ہی مرد را نور سینہ زہد دہد غفلت از دین ضلالتے است قوی غافلاں را خدائی رشد و دہد	نخشی نیک اور اس قدر غافل افسوس صد افسوس، زہد و ورع مرد کے سینہ کو نور سے بھر دیتا ہے، دین سے غفلت ایک قوی گمراہی ہے، غافلوں کو خدا رشد و ہدایت عطا کرے

☆☆☆

[1] عمر بن عبدالعزیز، دیکھئے سلک ۲۰۔

۴۶

سلک چہل و ششم

(لفظ ''محبت'' اور اس کے ''اطلاق'' کے بیان میں)

دریائے محبت وسخاوت کے شناوروں کا ارشاد ہے...... لفظ ''محبت'' کا اطلاق اسی پر زیب دیتا ہے جو محبوب پر اپنی عزیز ترین شے قربان کر دے، اور کسی قسم کے دریغ سے کام نہ لے، وہ عزیز ترین شے اگر چہ ''جان'' ہی کیوں نہ ہو۔ ایک مرتبہ کسی توانگر نے درویش سے کہا، میں تجھے اچھا دوست سمجھتا ہوں۔ اس نے جواب دیا، تو جھوٹ بول رہا ہے۔ توانگر نے کہا، تم نے یہ کیسے تصور کر لیا، میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ درویش نے کہا، میں نے یوں جانا کہ تم ایک گھوڑا اور دو جھول رکھتے ہو اور میں اس شدید قسم کے ''موسم سرما'' میں بھی کوئی کمبل نہیں رکھتا، کیا یہی محبت ہے؟

قيل ما حقيقة المحبت ان تهب كل مالك لمن احببت لا يبقى لك منه شي.

پوچھا گیا، محبت کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کہ تم ہر چیز جو تمہارے پاس ہے محبوب کو ہبہ کر دو اور تمہارے لئے اس میں سے کچھ بھی نہ رہے

ہونا یہ چاہیے، کہ تیرا سارا جسم ''مثل جال'' دیدار محبوب، اور مشاہدۂ جمال کے لئے آنکھ بن جائے۔ جب تک یہ حال نہ ہوگا، حسن یار اور جمالِ جاناں تیری نظر میں سما ہی نہیں سکتا۔ یہ مشت خاک جو لفظ ''آدمی'' سے موسوم ہے۔ اس کے ہاتھوں میں ایسی کمان دی گئی ہے جس کی تعریف سے عالم بالا اور اس کے مکین بھی عاجز ہیں۔ اس کمان سے مراد ''عشق'' ہے۔

اے میرے عزیز، عاشق ہمیشہ اس فکر و تردد میں رہتا ہے کوئی ایسی تدبیر ہاتھ

آئے جس کے ذریعہ معشوق تک رسائی ہو سکے۔ اور کسی نہ کسی حیلہ سے انھیں جلوۂ جاناں نصیب ہو۔ سنو سنو...... ایک مرتبہ کسی شہزادی کی کلائی ٹوٹ گئی۔ اس شہر میں ایک ایسا نوجواں تھا، جو از حد خوش مزاج، خوبرو، اور طاقتور تھا، نیز ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کے جوڑنے میں مشہور بھی تھا۔ لوگ اسے بلالائے تا کہ وہ اپنے ہنر سے شہزادی کی کلائی کو درست کردے۔ شہزادی نے جیسے ہی اسے دیکھا، دل وجاں سے اس پر شیدا و فریفتہ ہوگئی۔ نوجوان کی ایک ہی نظر سے شہزادی کے جسم کا ایک ایک بند ٹوٹ کر بکھر گیا۔ یہ کیا خوب شکستہ بندی تھی، کہ شہزادی پورے طور پر ٹوٹ کر رہ گئی۔ جوان روز اس کے پاس آتا اور یہ وعدہ کر جاتا، جب کلائی درست ہو جائے گی وہ یہیں آ کر رہے گا۔ جب کلائی درست ہوگئی تو نوجوان نے آنا بند کردیا۔ شہزادی کا مکمل ارادہ تھا کسی طرح وہ گھر سے نکل پڑے، اور نوجوان سے ملاقات کرے۔ شہزادی نے اپنے اس ارادہ کا اظہار ''خادمہ'' سے کیا اور کہا، کوئی ایسی تدبیر تلاش کرو کہ نوجوان سے میری ملاقات ہو جائے۔ خادمہ نے کہا، ایسا کوئی حیلہ نہیں سوائے اسکے کہ یہ کلائی پھر توڑ دی جائے۔

فارسی قطعه

نخشبی عشق زلف خونریزی است
ہر کسے راچہ علم از شب عشق
عاشقاں راوضواز خون خوداست
بوالعجب مذہبی است مذہب عشق

اردو ترجمه

اے نخشبی اسیر زلف ہونا ایک قسم کی خونریزی ہے کسی کو کیا معلوم؟ عشق والوں کی رات کس طرح بسر ہوتی ہے۔ عشاق تو اپنے ہی تازہ خون سے وضو کیا کرتے ہیں۔ مذہب عشق ایک حیرت انگیز مذہب ہے۔

☆☆☆

٤٧

سلک چهل و هفتم

(خوف وخشیت اوراس کی اثرانگیزی کے بارے میں)

جاننا چاہیے، لطف وفضیلت اور شدت وسختی جواس مشت خاک کے لئے روا رکھی گئی، کسی اور مخلوق کے لئے روانہیں۔ کبھی اسے

کرمنا بنی آدم[1] — اور ہم نے بنی آدم کومکرم کیا

کامژدہ جاں فزاسنا کرتخت کرامت پر براجمان کیا اور کبھی

ان الانسان لفی خسر — یقیناً انسان خسارے میں ہے

کاعتاب نازل کر کے عالم میں دوروبہ[2] کردیا گیا۔ یہ عالم اور تمام ارباب جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نعلین کے صدقے ان کی پناہ میں ہیں۔ مجھے نہیں معلوم وہ کون سی ساعت تھی جس میں زبان فیض ترجمان سے یہ مقدس الفاظ نکلے......

یالیت رب محمد لم یخلق محمدا — اے رب محمد کاش محمد کو نہ پیدا کیا ہوتا

حضرت ابو میسرہ جو کبھی طریقت کے میمنہ[3] اور میسرہ[4] میں مشغول ہوتے۔ آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا...... کاش مجھے میری ماں نہ جنتی۔ کسی نے ان سے عرض کیا۔ اس عزت وکرامت کے باوجود آپ کس طرح یہ کہہ رہے ہیں۔ ارشاد کیا۔ ہاں ایسا ہی ہے......

---

[1] آدم- اللہ کے نبی اور خلیفۃ اللہ فی الارض سے مشرف تھے۔ کنیت ابوالبشر، انسانی نسل کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی۔ آپ کو مسجود ملائک ہونے کا شرف حاصل تھا۔

[2] مجرموں کی صف میں لاکھڑا کیا۔ [3] میمنہ- وہ فوج جولڑائی کے وقت بادشاہ کے دائیں طرف کھڑی ہو۔

[4] میسرہ- وہ فوج جولڑائی کے وقت بادشاہ کے بائیں طرف کھڑی ہو۔

لکن اللہ تعالیٰ قد بین لنا انا واردون النار وام یبین انا صادرون النار.

کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بیان فرمایا بیشک ہم جہنم میں اتر رہے ہیں یا یہ بیان فرمایا ہم جہنم سے نکل رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ[1] نے باوجود اپنی عظیم مرتبت اور عزت و وقار کے مختلف بار ارشاد فرمایا۔ کاش میں بصورت آدمی نہ پیدا کیا جاتا۔ اور یہ بندۂ نخشبی عرض کرتا ہے...... کاش میں ایک درخت ہوتا اور میرا خشک وجود دوسروں کے لئے جلانے کے کام آتا۔ حضرت عثمان غنیؓ[2] کا ارشاد ہے جب میں مرجاؤں دوبارہ نہ اُٹھایا جاؤں۔ حضرت عائشہؓ[3] کا قول ہے کاش میں ایسی شے نہ ہوتی جس کا ذکر کیا جائے۔

---

۱ ابوبکر صدیق- نام عبداللہ بن عثمان ابو قحافہ، کنیت ابوبکر اور لقب صدیق و عتیق ہے۔ جائے ولادت مکہ مکرمہ واقعہ فیل سے دو سال چار مہینے بعد ہے۔ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے، آپ عظیم مرتبت کے حامل ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں آپکو وہ قرب خاص حاصل تھا جو کسی اور صحابی کو حاصل نہ تھا۔ بعد از وصال سرکار دو عالم ﷺ خلیفہ اول مقرر ہوئے۔ آپکی مدت خلافت دو سال چار ماہ ہے۔ اس مدت میں آپنے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جن سے مذہب اسلام کو تقویت ملی۔ ۲۲ رجمادی الآخر ۱۳ ہجری کو مغرب و عشاء کے مابین مدینہ پاک میں آپ کا وصال ہوا۔ آپنے ۶۳ رسال کی عمر پائی۔ زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس نے آپکو غسل دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ روضۂ اطہر میں مدفون ہیں۔ آپ سے بہت ہی کم احادیث مروی ہیں۔

۲ حضرت عثمان غنی، عثمان بن عفان، کنیت ابو عبداللہ نسب کے اعتبار سے اموی، قریشی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کے دست مبارک پر اسلام لائے۔ ارض حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت فرمائی۔ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کے یکے بعد دیگرے نکاح میں آنے کے سبب آپ ذوالنورین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ یکم محرم ۲۴ ہجری میں آپ خلیفہ ہوئے۔ کچھ دن کم پورے ۱۲ سال تک آپ امور خلافت انجام دیئے۔ ۸۲ یا ۸۸ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ شنبہ کے دن جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ سے کل ۴۶ حدیثیں مروی ہیں۔

۳ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ہجرت سے تین سال قبل اور نبوت کے سولھویں سال سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔ آپ فیض نبوت کے سبب، علوم شرعیہ اور مسائل دینیہ میں اعلیٰ درک رکھتی تھیں۔ زبان و ادب، فصاحت و بلاغت میں بھی آپ کو اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل تھا۔ آپ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ ۱۷ ررمضان مبارک ۵۸ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

اے میرے عزیز۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے، یہ افسردگی کیوں ہے؟ صرف دوزخ کی اس آتشِ سوزاں کے سبب جو مسلسل تین ہزار سالوں تک روشن کی گئی۔ سنو سنو! لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے...... ایک مرتبہ بادشاہ ہارون رشید گرم حمام[1] میں تھے۔ غیر شعوری طور پر یہ گرم پانی اس کے سر اور بدن پر گرنے لگا جس سے ان کے بدن کو اذیت پہنچی۔ حمام سے باہر آئے۔ کئی ہزار دینار صدقہ کیا۔ صدقہ کرتے جاتے اور یہ کہتے جاتے، آج میں "گرم حمام" کے پانی کو برداشت کرنے کی قوت نہیں رکھتا۔ تو پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب مجھے جہنم کی اس آتش سوزان میں بھیجا جائے گا۔ جو تین ہزار سال تک جلائی گئی ہے۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی نیک غافلی از حشر اندر و نم بہر تو ریش است درچہ کاری تو ہیچ میدانی تاچہ روز عظیم درپیش است	نیک نخشی اور حشر سے غافل، تیرے ہی سبب میرا قلب زخم خوردہ ہے، تم کس کام میں ہو، کچھ جانتے بھی ہو؟ کہ کل تیرے روبرو کون سا "روز عظیم" درپیش ہوگا۔

☆☆☆

[1] گرم حمام۔ نیم گرم پانی سے غسل کرنے کو گرم حمام کہا جاتا ہے۔

۴۸

سلک چہل و ہشتم

(حدودِ عبدیت اور حقوقِ ربوبیت کے بارے میں)

قیل اعز مقام العبد مراقبة حدود العبودية و محافظة حقوق الربوبية.	کہا گیا بندے کے لئے سب سے عزیز ترین مقام حدود عبودیت کی نگہداشت اور حقوق ربوبیت کی محافظت ہے۔

ہلال نامی ایک غلام تھا جسے خواجہ ثقلین سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ وہ اس دار فانی سے دار بقا کو اس پوشیدہ انداز میں گیا۔ کہ بظاہر آپ کو بھی ان کی خبر نہ ہوئی۔ لوگوں نے انھیں غسل دینا چاہا اور اس کام کے لئے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیار ہوئے۔ ہلال نے جب چشم باطن سے یہ مشاہدہ کرلیا۔ کہ امیر المومنین تیار کھڑے ہیں۔ تو کہا...... یا عمر لست منا - اے عمر تو مجھ سے نہیں۔ تم نے اب تک خواجگی کی ہے۔ تجھے کیا معلوم؟ ''ذل بندگی'' کیسا ہوتا ہے۔ ہلال جب ''ذل بندگی'' میں مرا ہے تو پھر غسل دینا کیا اس ہلال کا حق ہے؟ اس واقعہ سے حضرت عمر[1] کی آنکھوں سے اشکوں کا ''چشمۂ سیال'' پھوٹ پڑا۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمر کے کرب واضطراب کو محسوس کیا تو ارشاد فرمایا...... دعه يا عمر كنا موالی الله تعالیٰ - اے عمر انھیں چھوڑ دے ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔

---

[1] حضرت عمر، نام عمر بن خطاب، لقب الفاروق اور کنیت ابوحفص ہے۔ ۴۰ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ آپ کے قبول اسلام کے سبب اسلام کو زبردست قوت و غلبہ حاصل ہوا۔ سب سے پہلے آپ کو ہی ''امیر المومنین'' کہا گیا۔ آپ کے فضائل مناقب بے شمار ہیں۔ ۲۶/ ذی الحجہ ۲۳ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ روضۂ اطہر کے پہلو میں آپ کا مزار پاک ہے۔

کسی خواجہ کی ایک اور حکایت ہے خواجہ کا ارشاد ہے...... میں نے ایک غلام خریدا اور نصف شب کو میں نے آواز دی۔ گھر کا دروازہ بند، مگر غلام گھر پر موجود نہیں۔ علی الصباح میرے پاس آیا اور ایک دینار میرے ہاتھ میں رکھا جس میں سکہ کے مقام پر سورۂ اخلاص منقوش تھا۔ اور یہ بھی کہا اس کی مانند میں تجھے ہر روز ایک ایک دینار دیتا رہوں گا۔ لہٰذا آپ رات میں مجھ سے کوئی کام نہ لیں۔ چند روز کے بعد ایک گروہ میرے پاس آیا اور اس غلام کی شکایت کی۔ یہ راتوں کو کفن چراتا ہے۔ میں نے اس گروہ سے کہا میں خود اس کی جانچ پڑتال کروں گا۔ رات ہوئی، غلام گھر سے نکلا اور میں خود اس کی ٹوہ میں پیچھے لگ گیا۔ وہ قبرستان گیا اور گدڑی زیب تن کر لی اور عبادت میں مشغول ہو گیا۔ جب صبح قریب ہوئی آسمان کی طرف اپنا رخ کیا اور عرض کیا......

الٰھی اٰتِ اُجرۃ مولائی	اے اللہ میرے آقا کی اُجرت عنایت کر
فوقع درھم من الھواء	اتنے ہی میں ایک درہم آسمان سے ٹپک
فاخذہ و جعلہ فی جیبہ.	پڑا، اسے لیا اور اپنی پاکٹ میں ڈال دیا۔

جب میں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو حیران و ششدر رہ گیا اور میرے ذہن میں جو گمان فاسد پیدا ہو گیا تھا اسے تھوک دیا اور خود سے استفسار کیا۔ جب وہ اللہ کی بندگی میں مشغول ہے تو پھر آزاد کیوں نہیں کر دیتے۔ واپسی میں ابھی ایک میل بھی نہیں چل پایا تھا کہ دن کا اجالا پھیل گیا۔ اتنے میں ایک سوار نظر آیا۔ میں نے دریافت کیا، فلاں شہر (جہاں میں رہتا ہوں) کتنے فاصلہ پر ہے؟ سوار نے کہا تیز رفتاری سے دو سال کی راہ ہے؟ یہ سنتے ہی میرے ہوش اُڑ گئے اور میں وہیں دبک کر بیٹھ گیا۔ پھر رات ہوئی۔ غلام آن پہنچا اور کہا اے خواجہ تو نے مجھے آزاد کر دیا۔ تو پھر اپنا ''شکرانہ'' بھی لے اور یہاں سے چلا جا۔ انھوں نے چند سنگریزے میرے دامن میں ڈال

دیئے۔ میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ میرا یہ دامن ''دُردان'' بن گیا۔ ابھی میں چند قدم ہی غلام کے ساتھ چل پایا تھا کہ خود کو اپنے ہی شہر میں پایا۔ اس کے بعد میں نے غلام کو نہیں دیکھا اور نہ پتہ چل پایا کہ وہ کدھر نکل پڑا۔ پھر میں نے جب اپنے دامن کی طرف نظر کی۔ تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ عام سنگریزے بیش قیمت جواہر میں تبدیل ہو چکے تھے۔ جیسے ہی گھر پہنچا تو ان لوگوں نے دریافت کیا جنھوں نے انھیں ''نباش'' کا نام دیا تھا، میں نے کہا، ہاں وہ نباش ہیں، اور ضرور ہیں مگر وہ قبروں کے نباش[1] نہیں، بلکہ ''نباش نور[2]'' ہیں۔ میں نے جب اس صورت حال کی اطلاع دی تو سب کے سب رو پڑے، اور روتے روتے ان کی گھگی بندھ گئی۔ صدق دل سے توبہ کی اور کہا ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ جب یہ لوگ اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو ان کے چہروں پر حیرت واستعجاب کی لکیریں ابھری پڑی تھیں۔

فارسی قطعہ

نخشی خواجہ و غلام مبین
بندہ خواجہ شود بفضل احد
اہل تحقیق خود چنیں گویند
بندۂ نیک بہ ز خواجہ بد

اردو ترجمہ

نخشی خواجہ اور غلام کو مت دیکھ، فضل الٰہی سے غلام بھی خواجہ ہو جاتا ہے۔ اہل تحقیق تو یہاں تک کہتے ہیں، نیک غلام بدمزاج خواجہ سے بہتر ہوا کرتا ہے۔

☆☆☆

[1] نباش = کفن چور۔ [2] نوری کرنوں کا چننے والا۔

۴۹

سلک چہل و نہم

(دعا کی قبولیت اور عدم قبولیت کے بیان میں)

جاننا چاہیے توبہ ہی طاعت و بندگی کا بدل ہے جس طرح سے ''خاک'' پانی کا بدل ہے، اگر بندگی کا صلہ ''جنت'' ہے تو توبہ کی جزا محبت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ......ان اللہ یحب التوابین'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ اے میرے عزیز اگر کبھی تم دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاؤ اور تمہاری یہ دعا قبولیت سے شرف یاب نہ ہو سکے تو یہ سوچ کرنا امید نہ ہو کہ وزیر نے خوش نہیں کیا، تو امیر ضرور خوش کرے گا۔ کیونکہ یہ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ ہے۔ اگر وہ عطا نہ کرے تو پھر کون ہے؟ جو عطا کر سکے۔ من یغفر الذنوب الا اللہ۔ اللہ کے سوا کون ہے جو مغفرت کرے۔ لوگوں نے کسی بزرگ سے دریافت کیا، اللہ ارشاد فرماتا ہے...... ادعونی استجب لکم ...... تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ خواہ کوئی دعا کرے۔ نیکوکار یا خطا کار؟ تو پھر کیا وجہ ہے؟ کہ اہل طاعت کی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں بلکہ ان میں سے بعض کی قبول ہوتی ہے اور بعض کی نہیں۔ اس بزرگ نے جواب میں کہا......

عن انس[1] عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان

حضرت انس نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرت

[1] عن انس۔ نام انس بن مالک، کنیت ابوحمزہ ہے اور خزرجی سے منسوب ہیں۔ والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جب مدینہ پاک میں ورود مسعود ہوا تو اس وقت حضرت انس کی عمر ۱۱ر سال کی تھی۔ آپ خادم کی حیثیت سے بارگاہ رسالت میں قبول کیے گئے۔ حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں آپ بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں علم فقہ اور دیگر علوم کی اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ ۹۱ سال کی آپ نے عمر پائی۔ بصرہ میں صحابہ کرام میں سب سے آخر میں آپ ہی کا وصال ہوا۔ ۱۲۸۶ر احادیث آپ سے مروی ہیں۔ ۱۶۸ر حدیثیں متفق علیہ ہیں۔

جبرئیل علیہ السلام مؤکل لحاجات العباد فاذا دعیٰ اللہ تعالیٰ عبدہ المومن قال لہ یا جبرئیل احبسی حاجۃ عبدی فانی احبہ واحب صوتہ. واذا دعا عبدہ الکافر، قال یا جبرئیل اقض حاجتہ فانی ابغضہ وابغض صوتہ.	جبرئیل بندوں کی حاجت روائی پر مقرر ہیں۔ جب کوئی بندۂ مومن دعا کرتا ہے تو حضرت جبرئیل کو حکم ہوتا ہے میرے اس بندے کی حاجت ابھی روک لے کیوں کہ میں اسے پسند کرتا ہوں اور اسکی آواز کو بھی۔ اور جب کوئی بندۂ کافر دعا کرتا ہے تو حکم ہوتا ہے انکی حاجتیں پوری کرتے رہو کہ یہ خود مبغوض ہے اور میں اسکی آواز کو بھی ناپسند کرتا ہوں

اے میرے عزیز، بندوں میں کچھ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنا دشمن تصور کرتا ہے اور اس کی التماس کو بھی، اور بعض ایسے بھی ہیں جن کو خدا اپنا دوست قرار دیتا ہے اور ان کی مانگوں کو بھی پسند فرماتا ہے۔ سنو سنو! شب معراج، رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانی گوشوں میں سے کسی ایک گوشہ سے ایک غمزدہ کی یہ آواز سماعت فرمائی کہ کرب واضطراب میں کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا...... ارنی ارنی -اے رب مجھے دکھا، اے رب مجھے دکھا۔ رسول اعظم نے ارشاد فرمایا-یا جبرئیل من الذی یزاحم موسیٰ فی وردہ -یہ کون ہیں جو حضرت موسیٰ کی مانند اپنے ورد میں مزاحمت کررہا ہے۔ جواب میں حضرت جبرئیل نے کہا-یا رسول اللہ میکدۂ عشق اور بادۂ محبت سے سرشار موسیٰ کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے جو ایک آدھ گھونٹ پی سکے۔ یہ مضطرب آواز کسی اور کی نہیں صرف حضرت موسیٰ کی ہے......

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی خود کو نالوں میں مشغول رکھ بغیر	نخشی نالہا خود را باش
درد و کرب کے خود طبیعت ملول ہو جاتی ہے	طبع بے درد خود ملول بود
کسی کا نالہ قبول نہیں ہوتا ہے ہاں صرف	نالہ کس قبول نبود و لیک
اہل دل کا ہی نالہ قبول ہوا کرتا ہے۔	نالۂ اہل دل قبول بود

☆☆☆

۵۰

سلک پنجاہ

(خدا کی معیت اور گوشہ نشینی کے بارے میں)

یہ سچ ہے کہ صرف اللہ کی معیت میں ہی خوشی، اور فرحت و انبساط ہے اور غیر خدا کی معیت میں نہ سرور ہوتا ہے اور نہ ہی انبساط، بلکہ صرف غرور اور کبر و نخوت ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا صرف اپنوں کے ساتھ اختلاط باعث فرحت و انبساط ہے۔ انبساط بھی ایک قسم کی مغروریت ہے کسی بھی مخلوق میں بے نیازی کی صفت کا پایا جانا ایک قسم کی نعمت ہے۔ یہ نعمت کہیں اور میسر نہیں ہوتی۔ اے میرے عزیز، ہر وقت کسی ایسی تدبیر میں لگے رہو۔ جو کسی نہ کسی کے ساتھ اختلاط اور ربط و ضبط نہ ہو۔ ہر فرد واحد کو چاہیے، مخلوق سے بے نیازی کی تدبیر ڈھونڈ نکالے اور ان سے جدائی اختیار کر لینی چاہیے۔ اس سرائے فانی میں کوئی ایسی شے نہیں جو سر مو کے برابر بھی لائق اعتنا ہو۔

فطوبیٰ لعبد لا یعرف — اس بندے کے لئے مبارکبادی ہے

الناس ولا یعرفونہ. — جو لوگوں کو نہ پہچانتا ہے اور نہ ہی لوگ اسے جانتے ہیں۔

سنو سنو! یہ حکایت اس بادشاہ کی ہے جس کے دور سلطنت میں حکیم سنائی[1] تھے۔ بادشاہ وقت نے حکیم صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ جہاں بھی انھیں ڈھونڈا گیا وہ ہاتھ نہ آئے۔ بالآخر لوگوں نے انھیں ایک مخنث کے گھر پایا، جہاں سے انھیں ڈھونڈ نکالا۔ وہ بادشاہ کے روبرو اس حال میں آئے کہ دونوں ہاتھوں کو بغل میں دبائے ہوئے تھے اور بیٹھے تو دونوں پاؤں پھیلا دیئے۔

بادشاہ...... میں نے سنا تو حکیم سنائی ہے۔

سنائی...... میرے اندر خلاف حکمت کیا چیز دیکھی؟

بادشاہ...... تیرے اندر تین نئی چیزیں دیکھ رہا ہوں اور یہ تینوں چیزیں حکمت سے خالی ہیں۔

سنائی...... وہ تینوں کیا ہیں؟

بادشاہ...... اول۔ تو مخنث کے گھر میں کیا کر رہا تھا؟

سنائی...... میں نے کسی کو بھی اپنے جیسے کاموں میں نہیں پایا۔ مگر اس مخنث کو میں اگرچہ مردوں کی ہیئت اور صورت میں ضرور پیدا کیا گیا لیکن مجھ سے مردوں جیسا کام صادر نہیں ہوا۔ اس لئے مجھے مخنث کا طریقہ اور منہاج دیا گیا۔

---

[1] حکیم سنائی - نام مجدد بن آدم، ابوالمجد د، کنیت اور تخلص سنائی ہے۔ حکیم سنائی حلقۂ صوفیا میں عظیم شاعر مانے جاتے ہیں اور آپ کے کلام کو ''ارباب تصوف'' بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ مشہور صوفی خواجہ یوسف ہمدانی آپ کے مرید تھے۔ ۵۲۵ ہجری آپ کی تاریخ وفات بتائی جاتی ہے۔

بادشاہ...... دوم۔تم آئے مگر ہاتھ باندھے کیوں آئے؟

سنائی...... اس لئے تاکہ وقت سوال میں اپنے ہاتھوں کو دراز نہ کرسکوں۔

بادشاہ...... سوم۔تم پاؤں پھیلا کر کیوں بیٹھے؟

سنائی...... اس لئے کہ آپ یقین کرلیں۔ میں ایک بے ادب شخص ہوں اور آپ دوبارہ مجھے نہ بلائیں۔اور نہ میرا وقت ضائع کریں۔اور نہ ہی اپنا۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی اہل گوشہ گوشہ نکو وِہ ترا روز گار شائع کرد گوشہ نشیں چوں زگوشہ بیروں رفت وقت خود را تمام ضائع کرد	اے نخشی اہل گوشہ کو گوشہ پسند ہے افسوس کہ زمانے نے تجھے شہرت دیدی۔ جب گوشہ نشین گوشہ سے باہر نکل آئے، تو سمجھ لیجیے اسنے اپنے تمام وقتوں کو ضائع کردیا۔

☆☆☆

۵۱

سلک پنجاہ و یکم

(دنیا کی مذمت کے بارے میں)

ایها السالکون، اطیعو	اے اہل سلوک اللہ کی اطاعت کرو جس قدر تم
الله بقدر حاجتکم	اس کے محتاج ہو (بندہ ہر وقت ہر آن اللہ کا محتاج ہے لہٰذا
الیه، واعصوه بقدر	اس کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں) اور اللہ کی نافرمانی
ظلمه ایاکم و عمروا	کرو جس قدر اس کا ظلم تم پر ہے (چونکہ اللہ کا بندہ پر کوئی
الدنیا بقدر مکثکم	ظلم نہیں اس لئے بندے کے لئے نافرمانی کا جواز ہی نہیں)۔
فیها و تزودوا الآخرة	جس قدر تمہیں دنیا میں ٹھہرنا ہے، اسے آباد کرو،
علی قدر المقام بها.	اور بقدر قیام آخرت کے لیے زادِ راہ تیار کرو۔

اے میرے عزیز- مرد ہوشیار وہ ہے جو اپنے آپ کو ہمہ وقت دنیاوی کاموں میں مشغول نہ رکھے۔ کیونکہ دنیا اس سے زیادہ مفید نہیں کہ جس قدر چاہو دنیا میں سے دوسروں کو عطا کرو۔ جو بھی صبح کو بیدار ہوتا ہے اسے دنیا کی طرف سے غم ہی غم ملتا ہے۔ اور اس کا یہ غم کبھی بھی کم نہیں ہوتا۔ اے میرے بھائی اس بے رونق دنیا کو میں کیا تاب و توانائی دے سکتا ہوں؟ آدم اس دنیا میں آئے، اِسے بے رونق پایا تو چالیس روز تک بیہوش پڑے رہے، یہ دنیا ایک مشت خاک سے زیادہ نہیں، تو پھر اس کی طلب میں اپنی زندگی کیوں پلید کی جائے۔ یہ کس قدر حیرت کی بات ہے دل میں جذبۂ طلب کے باوجود یہ دنیا ہمارے لئے ایسا مطلوب ہے کہ لاکھ کوشش کرنے کے باوجود ہمارے ہاتھ نہ آئی۔ اور آخرت کو جس کے حصول میں ہم سستی اور کاہلی سے کام لیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ہمارے ہاتھوں میں بہت جلد آ جاتی ہے۔ سنو سنو! کسی

دانشور نے ایک صاحب سے پوچھا-تم دنیا کو کس طرح حاصل کرتے ہو؟ کہا! پوری کوشش سے، پھر دانشور نے کہا- کیا کوئی ایسا مطلوب ہے؟ جسے تم نے پالیا ہو۔ جواب دیا نہیں ہرگز نہیں۔ دانشور نے تنقیدی انداز میں کہا یہ دنیائے فانی جسے تم اس کوشش بلیغ سے حاصل کررہے ہو، پھر بھی حاصل نہ کرسکے اور عقبیٰ جو باقی رہنے والا ہے اس کے حصول میں تم قطعی کوشش نہیں کرتے۔ پھر بھی وہ حاصل ہو جاتا ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ اہل حلاوت کی زبانی سنئے......

من مرض بحب الدنیا لایجد حلاوۃ ذکر الآخرہ لان المریض لایجد حلاوۃ الاشیاء کما ھی.

جو دنیا کی محبت کا مریض ہوا وہ ذکر آخرت کی حلاوت نہیں پاسکتا ہے کیونکہ مریض کبھی بھی اشیاء کی حلاوت پا ہی نہیں سکتا ہے جیسی ان کی حلاوت ہے۔

ہر چہار جانب اس قسم کے سیکڑوں مریض ہیں، اور ہر شہر میں صرف ایک طبیب ہے۔ آپ یوں نہ کہیں کہ نیک لوگ اُٹھالئے گئے اور برے لوگ چھوڑ دیئے گئے۔ ہاں یہ صورت اس وقت نمایاں ہوگی جب قیامت قریب ہوگی کہ دنیا سے تمام اچھے اور نیک لوگ اُٹھالئے جائیں گے۔ حضرت ابن عباس[1] کا ارشاد گرامی ہے......

---

[1] ابن عباس- نام عبداللہ ابن عباس، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے اور ان کی ماں لبابہ ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن تھیں، نام اگرچہ عبداللہ ہے مگر ''ابن عباس'' سے مشہور ہیں۔ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور جب رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف ہوا تو آپ کی عمر ۱۳ر یا ۱۵ یا ۱۶ سال تھی، آپ ہی کے لیے رسول اعظم نے حکمت و دانائی، فقہ و تاویل کی دعا فرمائی تھی۔ اسی کا اثر ہے کہ آپ اس امت میں بہتر اور افضل عالم تھے۔ حضرت مسروق اپنے تاثرات کا اظہار یوں کرتے ہیں، میں نے انھیں سب سے زیادہ حسین، علم والا، فصاحت والا اور فقاہت والا پایا۔ حضرت عمر ان کی جلالت شان علمی کے سبب انھیں اپنے قریب بیٹھاتے اور معاملات میں ان سے مشورہ بھی لیا کرتے تھے۔ اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی۔ آپ ۷۱ ہجری میں وصال فرماگئے آپ نہایت ہی وجیہ اور خوبی و کمال والے تھے۔ کثیر صحابہ اور تابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔

اذا كان آخر الزمان يبعث الله تعالىٰ جبرئيل حتى يرفع خمسة اشياء من الارض الىٰ السماء، القرآن والعلم، والركن اليماني و مقام ابراهيم، والابحار الخمسه يعني السيحون والجيحون، والدجله والفرات والنيل وهٰذه الخمسة من انهار الجنة.	آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو زمین پر بھیجے گا، تاکہ زمین سے آسمان کی طرف پانچ چیزیں اٹھالائے۔ قرآن، علم، رکن یمانی، مقام ابراہیم اور یہ پانچ سمندر بھی، سیحون[1]، جیحون[2]، دجلہ[3]، فرات[4] اور نیل[5]۔ یہ پانچوں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔

یہ دنیا کس قدر بے رونق ہے، کہ آخر وقت میں اس کے تمام پانی بھی اُٹھا لئے جائیں گے۔ یہ دنیا ہمیشہ سے بے آب ہے اور بے آب ہی رہے گی۔ ذرا سوچئے پھر وہ کیسا ہوگا جو اس بے آب دنیا سے راضی ہو۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی دل مبند بر دنیا طرفہ مرغے کہ دل بہ گل بندد نیست دنیا مگر کہ خاکی و بس کس بجا کے چگو نہ دل بندد	نخشی دنیا سے دل مت لگا، ذرا اس چڑیا کو دیکھ جو گلوں سے دل لگاتی ہے۔ دنیا ایک خاک کے سوا اور کچھ نہیں، پھر کوئی خاک سے دل کیوں لگائے؟

☆☆☆

[1] سیحون۔ یہ ایک دریا کا نام ہے اس سے مراد کون سی نہر ہے اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض انڈمان اور سمرقند کے مابین واقع ایک نہر مراد لیتے ہیں اور بعض دریائے سندھ یا دریائے اٹک مراد لیتے ہیں۔

[2] جیحون۔ خراسان اور ماوراء النہر کے مابین ایک نہر کا نام ہے جو بلخ کے پاس ہے۔

[3] [4] [5] دجلہ، فرات اور نیل مشہور و معروف نہریں ہیں۔

۵۲

سلک پنجاہ دوم

(لقمۂ پاک اور اکل حلال کے بارے میں)

یہ دنیا ایک زنبور خانہ ہے۔ اور دنیا والے مثل زنبور ہیں۔ وہ لوگ جو شہد بانٹتے اور سب کو عطا کرتے ہیں، کبھی وہ دنیا والوں کو پریشان نہیں کرتے، کیونکہ وہ شہد کی مکھیوں کی مانند ہیں جو ہر حال میں لوگوں کو شہد چکھاتے ہیں، اسی لئے لوگوں نے کہا ہے......

ان النخل مع الخسة مما اکل بالهام الحق صار ما یخرج من بطنه شفاء و غناء و آدم علیه السلام مع صفوته لما اکل بغیر الهام الحق صار ما یخرج من بطنه نتناً وعنا.	شہد کی مکھی باوجود حقیر ہونے کے جو کچھ بھی کھاتی ہے صرف الہام حق سے کھاتی ہے اسکے بطن سے جو کچھ بھی نکلتا ہے لوگوں کے لیے وہ شفاء بن جاتا ہے اور غنا اور آدم علیہ السلام نے الہام حق سے سوا کھایا تو انکے بطن سے جو کچھ بھی نکلا، بدبودار اور حقیر ہو گیا۔

اس سے واضح ہوا، پاک اور حلال لقمہ ہی پاکیزہ کردار کا حامل ہوتا ہے۔ کسی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا-اکل حلال کیا ہے؟ جواب دیا- ایسا کھانا جس سے دنیا میں نہ تاوان لازم آئے اور نہ ہی آخرت میں لائق گرفت ہو اور بعض نے یوں کہا......

قیل الحلال الذی قد انقطع حق الغیر عنه و تحلیله عقلاً.	کہا گیا حلال وہ ہے جس میں کسی غیر کا حق نہ ہو اور اسکا حلال ہونا عقلاً ثابت ہو

لہٰذا اپنے نفس کو اکل حلال پر روکے رکھو کیونکہ جو ایسا کرتا ہے اس کا نفس کبھی بھی حرام شے کی آرزو نہیں کرتا اور جو زیادہ کھاتا ہے، اگرچہ حلال ہی کھاتا ہو اس سے صرف

گوشت پوست میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس کا گوشت پوست زیادہ ہو اس کی خواہش اور شہوت بھی کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے۔ جس کی خواہشات زیادہ ہوتی ہیں ان سے گناہ بھی کثرت سے صادر ہوتا ہے اور جس کے گناہ زیادہ ہوں، ان میں قساوت قلبی بھی پائی جا تی ہے اور اس قساوت قلبی کے سبب اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت نہیں فرماتا ہے جیسا کہ لوگوں نے بیان کیا...... جس نے ایک لقمہ بھی حرام کا کھایا۔ اس کی دعا چالیس روز تک قبول نہیں ہوتی بلکہ نشانۂ قبولیت کو پہنچتی ہی نہیں۔ حلال چیزوں کا حاصل کرنا بھی کار عظیم اور امر اہم ہے۔ بلکہ یہ امور مشکلہ میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکل حلال کو "جہاد" سے تعبیر کیا ہے۔ **کما قال علیہ السلام طلب الحلال جہاد** - کہ طلب حلال بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ ایک سلیم القلب انسان حضرت شعبی[1] کے پاس آیا اور عرض کیا۔ مجھے اکل حلال کی آرزو ہے، آپ نے بطور خوش مزاجی ارشاد فرمایا: جا اور کسی جزیرہ میں سکونت اختیار کر۔ اپنے ہاتھوں سے مچھلی شکار کر، آفتاب سے بھون، اور کھا۔ وہ گیا اور ۱۲/سال تک ایسا ہی کیا۔ جیسا کہ حضرت شعبی نے فرمایا تھا۔ جب حضرت شعبی نے حجاج بن یوسف ثقفی[2] کے خوف سے ترک وطن کیا۔ اتفاق سے اسی جزیرہ میں گئے تو آپ نے اسی سلیم القلب کو نہایت ہی

---

[1] شعبی - نام عامر بن شرجیل، کوفہ کے رہنے والے تھے اور حضرت عمر کی خلافت میں پیدا ہوئے، علم وادب اور فن حدیث میں پورا درک رکھتے تھے، اپنے دور کے مشہور علماء میں سے ایک تھے، کہا جاتا ہے چار بڑے علماء میں سے تھے، مدینہ میں ابن مسیّب، کوفہ میں شعبی، مدینہ منورہ میں حسن اور شام میں مکحول تھے۔ انھوں نے پانچ سو صحابہ کا زمانہ پایا، ابن عباس اور علامہ زہری کے زمانہ میں تھے، انھوں نے جو حدیث بھی روایت کی انہیں حفظ تھی اور اپنی یادداشت پر ہی اعتماد رکھتے تھے۔ ۲۰۴ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ ۸۲ سال کی عمر پائی۔

[2] حجاج بن یوسف - مروان کی خلافت میں عراق اور خراسان کے عامل تھے، ۹۵ھ میں مقام واسط میں ان کی موت واقع ہوئی صرف ۵۴ سال کی عمر پائی۔ حجاج بن یوسف کی موت دردناک واقع ہوئی۔ حضرت سعید بن جبیر کی بددعا کے سبب، ان کے پیٹ میں کیڑے پڑ گئے تھے، جس کے سبب وہ دردناک کرب واضطراب میں آہ ونالہ کرتا ہوا اس جہاں سے چل بسا۔ قرآن مقدس میں اعراب اور نقطے ان کے حکم سے ہی لگائے گئے تھے۔

کمزور، ناتواں اور سیاہ صورت میں دیکھا اور یہ مشاہدہ کیا کہ بہت سی مچھلیاں جمع کر کے آفتاب کے روبرو بیٹھا ہے اور خود نماز میں مشغول ہے۔ شعبی نے کہا...... آپ مجھے جانتے ہیں؟ میں کون ہوں؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ وہی ہیں نا جس نے اوروں کو اکل حلال کا حکم دیا اور خود اکل حلال سے گریز کیا۔ اگر آپ حلال کا ایک لقمہ بھی کھا لیتے تو حجاج کے خوف سے آپ یہاں نہ آتے۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی تا توانی حلال طلب وہ وِہ شبہ خار ہا دارد نان بے شبہ را کجا یابند لقمۂ پاک کارہا دارد	جہاں تک ہو سکے اے نخشبی حلال روزی ہی تلاش کر کہ مشکوک روزی کانٹوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ پاک روٹی لوگ کس طرح پائینگے کہ لقمۂ پاک عجیب کرشمہ رکھتا ہے

☆☆☆

۵۳ سلک پنجاہ و سوم

(لزوم دنیا و آخرت کے بارے میں)

قیل نقصان الدنیا زیادة الأخرة زدیادة الأخرة نقصان الدنیا.	دنیاوی کمی آخرت کی زیادتی کا باعث ہے اور آخرت کی زیادتی دنیوی کم و کاست کا باعث ہے

یعنی کوئی، از خود، کامل بھی ہے اور مکمل بھی۔ مردان کامل کا ارشاد ہے انسان کو کمالات کے حصول کی صلاحیت، اور استعداد دیا گیا ہے اور اُسے دنیا میں ناقص بنا کر

بھیجا گیا ہے۔ تاکہ وہ دنیا میں رہ کر اپنے لئے کمالات حاصل کرے اور خود کو مکمل کرلے۔ یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ از خود ناقصوں سے حصول کمالات کی تمنا کریں۔ بعض کا کہنا ہے...... ان مردان دین میں کیا خوب صلاحیت واستعداد تھی کہ جو ناقصوں سے کمالات حاصل کر چکے۔ ایسے ہی لوگ اپنے کمالات کے سبب، کامل اور مکمل ہیں۔ انھیں اس بات میں کمال ہے کہ یہ لوگ مکمل ہو چکے ہیں۔ یہ درجہ انبیائے کرام کا ہے اور بعض ولی کا۔ اے میرے عزیز۔ تیرے تمام تر کمالات مقررہ نقصانات کے تحت آتے ہیں اور نقصانات مقررہ کمالات کے تحت، کیونکہ دنیا کا نقصان آخرت کی زیادتی اور آخرت کی زیادتی نقصانِ دنیا کا باعث ہے۔ سنو سنو!

لما ولدت فاطمة رضى الله تعالىٰ عنها توقف النبى صلى الله عليه وسلم فى تسميتها فجاء جبرئيل عليه السلام وقال يا رسول الله سمها فاطمة فقال النبى لما ذا قال لانها فطمت عن حظوظ الدنيا.	جب حضرت فاطمہ[1] رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی تو نام رکھنے میں آپنے قدرے توقف کیا۔ حضرت جبرئیل حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا آپ ان کا نام فاطمہ رکھیں۔ ارشاد فرمایا کیوں؟ عرض کیا اسلئے کہ وہ دنیاوی لذتوں کے تلوث سے پاک ہیں۔

[1] حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک اعلان نبوت سے ۵ رسال پہلے ہوئی جبکہ اہل قریش "خانہ کعبہ" کی تعمیر میں مشغول تھے اور سرکار کی اس وقت عمر ۳۵ سال کی تھی۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ ماہ رمضان ۲ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا نکاح ہوا۔ آپ کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں۔ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہونے کی آپ کو بشارت دی گئی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے فاطمہ سے زیادہ سچا کسی کو نہیں پایا۔ حضور کے وصال کے ٹھیک ۶ ماہ بعد فاطمہ کا وصال ہوا۔ حضرت علی نے غسل دیا اور حضرت عباس نے نماز پڑھائی۔ آپ کے اولاد اطہار میں حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت امام محسن، حضرت زینب، ام کلثوم اور رقیعہ ہیں۔

اور سبھی لوگ یہ جانتے ہیں۔ کئی مرتبہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بین قبری و بین منبری روضة من ریاض الجنته۔ کہ میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

اس لئے کہ قبر اور منبر کے درمیانی حصہ میں ہی حضرت فاطمہ بعد از ولادت سوئی تھیں۔ انھیں یہ کمال صرف اس لئے حاصل تھا کہ انھیں دنیا میں دلچسپی بہت کم بلکہ نا کے برابر تھی۔ یعقوب[1] فاریابی جو حقیقت میں کنعان کے یعقوب تھے، فرماتے ہیں...... ایک زاہد کسی متزاہد کے مہمان ہوئے۔ متزاہد نے پر تکلف دستر خوان سجایا۔ زاہد نے پر تکلف دستر خوان کو دیکھتے ہی کہا۔ کیا تمھیں نہیں معلوم یہ دستر خوان کہاں سے آیا؟ جواب دیا نہیں۔ فرمایا۔ اس کے یہاں سے جس کا محراب محبت ویران ہے۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی فقر شحنہ است درشت ہر کس اور اچگونہ دارد دوست نان درویش در نمک نرسد فقر ترک جہاں است ہر چہ در دست	اے نخشبی فقر سخت قسم کا کوتوال ہے، ہر شخص اسے کس طرح دوست رکھ پائیگا۔ فقیر کی روٹی میں نمک تک نہیں ہوتی تو کیا غم؟ کہ فقر دنیا اور مافیہا کے ترک کا نام ہے۔

☆☆☆

[1] یعقوب فاریابی۔ ایک ایسے خطہ سے تعلق رکھتا ہے جو مردم خیز رہا ہے۔ فاریاب ایک شہر کا نام ہے جو علاقۂ خراسان سے ہے۔ اس شہر میں مشہور شاعر ظہیر فاریابی گذرے ہیں۔ یعقوب فاریابی بھی علم وحکمت اور سلوک و تصوف سے آشنا تھا۔

۵۴

سلک پنجاہ و چہارم

(مروّت کے بیان میں)

ارباب مروت کا قول ہے......

قیل لراھب، لم ترکت الدنیا قال لان ترکھا مروۃ.	کسی راہب سے پوچھا گیا تم نے دنیا کیوں چھوڑ دی؟ کہا اسلئے کہ ترک دنیا مروت ہے۔

کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا- مروت کیا ہے؟ جواب میں اس بزرگ نے کہا...... بذل الندی و ترک الاذیٰ - جودو بخشش کرنا اوراذیت دینے سے گریز کرنا۔

حضرت حسن جوسراسر اخلاق تھے، انھوں نے کہا

حسن المروۃ صدق اللسان احتمال عثرات الاخوان و ذل المعروف لاھل الزمان و کف الاذی عن الجیران.	زبان کے سچے ہونے، اور بھائیوں کی لغزشوں کو برداشت کرنے، اہل زمانہ کیلئے جودو بخشش کرنے اور پڑوسیوں کو اذیت دینے سے رکجانے کا نام حسن مروت ہے۔

اور جب مروت کے تعلق سے کسی اور سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے جواب میں کہا۔

المروۃ ترک معصیۃ اللہ تعالیٰ حیاء من اللہ و المحافظۃ علی طاعۃ اللہ لوجہ اللہ والفرار من الغیر الی اللہ.	اللہ سے حیاء کرتے ہوئے معصیت سے بچنے، اور طاعت الٰہی پر محافظت کرنے، اور غیر اللہ سے فرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حفظ واماں میں آنیکا نام مروت ہے۔

اے میرے عزیز۔ مروت یہ ہے کہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نا پسند ہے اسے مت اپناؤ اور جو تجھے محروم رکھے، اسے تو مالا مال کردے جس سے تجھے کوئی اذیت پہنچی ہے اسے تو راحت پہنچا۔ کسی دوسرے بزرگ کا فرمان ہے...... جو صاحبِ مروت نہیں، وہ کچھ بھی نہیں اور یہ بندۂ نخشبی کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ''نظر رحمت'' نہیں کرے گا۔ صاحبِ مروت وہ ہے جو کسی بھی بے مروت کو اذیت نہ دے۔ کسی اور نے یہ کہا...... صاحب مروت وہ ہوا کرتا ہے جو اپنوں اور بیگانوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے۔ اے میرے بھائی۔ مروت والوں کی ایک ایسی جماعت ہے جسے دشمن بھی دوست بنا لیتا ہے پھر یہ کیونکر ممکن ہو کہ اہل مروت کو دوست ہی اپنا دشمن تصور کرے۔ یہ مروت کا ہی اثر ہے کہ ارباب مروت اپنے دشمنوں سے بھی نباہ کر لیتے ہیں۔ سنو سنو۔ لوگوں نے کسی سانپ سے دریافت کیا۔ تیرے سوراخ کے دروازہ پر جب کوئی منتر والا آتا ہے اور نرم نرم لہجہ میں کچھ کہتا ہے تو تم اپنے سوراخ سے کیوں باہر آ جاتے ہو؟ کیا تجھے یہ خوف نہیں کہ وہ پکڑ لے گا۔ سانپ نے جواب دیا، یہ بھی کوئی مروت ہے؟ کوئی میرے گھر پر آئے اور دروازے پر سے آواز دے، باہر آؤ۔ اور میں باہر نہ آؤں۔

فارسی قطعه

نخشبی فکر عجب کارہا دارد
عنف تو با رفیق شیون نیست
رفق با دوستاں نمی گویم
رفق کن با کسے کہ دشمن تست

اردو ترجمه

اے نخشبی فکر تو عجیب کارنامے رکھتی ہے
دوستوں کے ساتھ درشت مزاجی کیا کوئی
عیب نہیں، میں نہیں کہتا کہ صرف دوستوں
کے ساتھ ہی نرمی کرو بلکہ ہر کسی کے ساتھ
نرمی سے پیش آؤ اگرچہ وہ تیرا ہی دشمن ہو۔

۵۵

سلک پنجاہ و پنجم

(توجہ الی اللہ کے بارے میں)

بندۂ یگانہ حضرت عبدالواحد[1] کا ارشاد ہے......

العاقل اذا امر بشیءٍ کان اعمل الناس به و اذا نهی عن شیء کان اترک الناس عنه.

عقلمند جب کسی کام کا حکم دے، گویا وہ لوگوں کو اس پر عمل کرا رہا ہے اور جب کسی شے سے منع کرے گویا وہ لوگوں کو اس کے ترک پر ابھار رہا ہے۔

یعنی جب کوئی دوسروں کو سچائی کی وصیت کرے اور وہ خود جھوٹوں کے ساتھ رہے۔ یہ انصاف کے خلاف ہے۔ محبّ صادق وہ ہوا کرتا ہے جو اپنے دل کو ما ''سوائے دوست'' سے خالی رکھے اور جو کچھ بھی اس کے دل میں ہے۔ اسے بھی چھوڑ دے اور نکال باہر کرے۔ کیونکہ اصل توجہ یہی ہے کہ اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اس کے دل میں کچھ بھی نہ رہے۔ کسی بندۂ خاص کا قول ہے۔

انی وجهت وجهی لله فان کان فی قلبه فی تلک الحاله شی سویٰ الله تعالیٰ فهو کذاب.

میں خالصاً لوجہ اللہ متوجہ ہوا، اس حالت میں بھی اگر اسکے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خیال ہے۔ تو وہ اپنے قول میں جھوٹا ہے سچا نہیں۔

---

[1] عبدالواحد- عبدالواحد نام، کنیت ابوسعید اور لقب رکن الاسلام ہے۔ ۴۱۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علم و عبادت، زہد و ورع کے ماحول میں پرورش پائی۔ ہر وقت قرآن کی تلاوت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ فضیلت ذات و حال میں یگانہ روزگار اور حقیقت و شریعت میں مشائخ کی یادگار تھے۔ آپ کا طریقۂ تدریس یہ تھا پہلے ایک حدیث بیان کرتے پھر اس کے متن پر بحث کرتے، مشکل عبارات کی تشریح فرماتے۔ معانی کا استنباط کرتے اور تقاریر کو حکایات اور اشعار سے دلچسپ بناتے تھے۔ ۴۹۴ ہجری میں وفات پائی۔

اے میرے دوست، جب اپنا رخ اپنے دوست کی طرف کر ہی لیا ہے تو پھر دیر کس بات کی؟ فوری طور پر دوست کے تمام ماسوا سے اپنا رخ پھیر لو، اور اس کا ہو کر رہو۔ اگر اس شرف سے تو مشرف ہو گیا تو میں تیرا ضامن ہوں۔ ایک دل میں دو کی محبت کی گنجائش رکھنا اور دو لوگوں سے دوستی کرنا غیرت و حمیت کی تلوار سے خود اپنے آپ کو مجروح کرنا ہے۔ راہِ طریقت کے بہترین سالک، بلکہ بیشۂ سلوک کے شیر ببر، ایک درویش کسی راستہ سے گذر رہا تھا۔ اور اس کے آگے آگے ایک شیر بھی چل رہا تھا۔ ایک فقیر سے نہ رہا گیا بالآخر اس نے دریافت کر ہی لیا۔ اے درویش یہ کیا ہے؟ درویش نے جواب دیا- یہ میرے لئے مقرر ہے اور اللہ کی طرف سے مامور ہے کہ اس درویش کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھے۔ اگر یہ میرے علاوہ کسی اور سے تعلق و ربط بڑھائے فوراً اس پر حملہ کر دے اور ہلاک کر دے۔ مرد بینا وہی ہے جو ہر طرف نہ اپنی نگاہ اُٹھائے اور نہ ماسوائے اللہ کسی اور کی طرف التفات کرے، اس راہ میں پلک جھپکنے تک التفات بھی باعث تباہ و بربادی ہے۔ لوگوں نے یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے...... ایک شخص چند دینار ساتھ لے کر کسی درویش کے پاس آیا۔ درویش نے دینار لیا اور کہا- مدتوں گذر گئے۔ میں نے اسے طلاق دیدی ہے اور اس چیز کو دیکھنا حرام ہے، جس پر تین طلاقیں مغلظہ واقع ہو گئیں ہوں۔ اے میرے عزیز، جو حق کی طرف سے نظریں چراتا ہے اور باطل کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ وہ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ حضرت احمد صغیر[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شیخ سے عرض کیا-

---

[1] احمد صغیر- آپ حضرت ابوبکر زقاق کبیر کے شاگرد تھے اور مرید بھی۔ آپ بغداد کے رہنے والے تھے۔ ابتدائے حال میں علم حدیث میں مصروف رہا کرتے تھے اور احادیث لکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد ارباب طریقت کی راہ اختیار کر لی۔ آپ فرماتے ہیں چالیس سال ہوئے حضرت جنید قدس سرہٗ سے میں نے فنا کے سلسلے میں صرف ایک بات سنی تھی۔ آج تک اس سخن کی چاشنی میری جان میں موجود ہے۔

شیطانی وسوسہ مجھے بہت اذیت دیتا ہے۔ شیخ نے فرمایا۔قبل اس سے کہ تم شیطان پر تمسخر کرو، آج یہ صورت حال ہے کہ شیطان صوفیوں پر تمسخر کر رہا ہے۔ اگر تم باطنی بینائی رکھتے ہو۔ تمام مخلوق کی طرف سے مکمل طور پر آنکھیں بند کرلو۔ تمام جہاں عالم سے نظریں اُٹھالو۔ مخلوق کی نکتہ چینیوں کی قطعی پروانہ کرو۔ جب حضرت بایزید بسطامی ان کی نکتہ چینیوں سے نہ بچ پائے تو پھر تمہاری کیا گنتی......؟ سنوسنو!

حضرت بایزید بسطامی ایک عارف باللہ تھے۔ بلکہ پیدائشی ولی کامل تھے اور معرفت ربانی انھیں ورثہ میں ملی تھی۔ ایک مرتبہ اونٹ پر زادِراہ رکھ کر سفر کر رہے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اونٹ کی پشت پر اس قدر بوجھ؟ شیخ نے جواب دیا، تاکہ ان کی پشت ایک طرف رہے اور لوگ میرے بوجھ کو دیکھ سکے اور اب جبکہ لوگوں نے نہیں دیکھا تو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی پشت کے بوجھ کو اوپر کر دیا اور ان کی پیٹھ پر لدی بوجھ دیکھ کر لوگ حیرت میں پڑ گئے۔ پھر حضرت ابویزید بسطامی نے فرمایا۔ اس راہ کا عجیب حال ہے۔ اگر مخلوق سے اپنا حال چھپاتا ہوں، تو لوگ ملامت کرتے ہیں اور ظاہر کرتا ہوں تو لوگ اس کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتے۔ یہ میری سمجھ سے باہر ہے کہ میں ان کے ساتھ زندگی کس طرح بسر کروں؟

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی از زبان خلق کہ رست	اے نخشبی مخلوق کی زبان سے کون بچ سکتا ہے اسکی نکتہ چینی مخلوق میں ایک قسم کا شور برپا کر دیتی ہے۔ وہ عظیم خالق جس نے مخلوق کو زبان عطا کی، وہی مخلوق کو مخلوقوں کی زبانوں پر رائج کر دیتا ہے۔
نطق شورے میان خلق افگند	
خالقے کو زبان تحلق داد	
خلق را در زبان خلق افگند	

٥٦

سلک پنجاہ و ششم

(فقر کے بیان میں)

قد جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال، ماالفقر، قال خزانته من خزائن اللہ تعالیٰ تبلیغ صلوۃ اللہ وسلامہ.

ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا، عرض کیا، یا رسول اللہ فقر کیا ہے؟ ارشاد فرمایا، فقر اللہ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، اللہ کی رحمتوں اور سلاموں کو پہنچانا ہے۔

دریائے فقر کے ایک لاجواب تیراک کا قول ہے......

الفقر مشقة فی الدنیا ومسرة فی الآخرة والغناء مسرة فی الدنیا و مشقة فی الآخرة.

فقر دنیا میں مشقت اور آخرت میں مسرت ہے اور غنا دنیا میں مسرت اور آخرت میں مشقت ہے۔

اے میرے عزیز- دنیا کی مسرت و مشقت کے لئے زوال ہے، یہاں نہ مسرت کو مسرت کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی مشقت کو مشقت۔ کیونکہ ان دونوں کے لئے فنا ممکن ہے جبکہ مسرت ومشقت کے لئے زوال نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیاوی مسرت پر، مسرت کا اطلاق اور دنیاوی مشقت پر مشقت کا بولا جانا درست نہیں۔ اے میرے بھائی۔ فقر اگرچہ مشقت ہے مگر وہ ایسی مشقت ہے جو مسرت کا باعث ہے۔ کسی فقیر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا مسرت ہوسکتی ہے؟ نہ دنیا میں اس سے کوئی حساب لیا جائے گا اور نہ ہی آخرت میں اس پر کسی قسم کا عتاب نازل ہوگا۔ حضرت ابوحازم[1] علیہ

---

[1] ابوحازم- دیکھئے سلک ۲۰۔

الرحمہ نے ارشاد فرمایا۔ ہم لوگوں کے لئے تمام دنوں میں سے صرف دو دن مناسب ہیں۔ درویشوں کی معیت کا دن اور مالداروں کی صحبت کا دن، یعنی موافق آفرینش کا دن اور مخالف آفرینش کا دن۔ آج ہمیں وہ دن میسر ہے جو مخالف آفرینش ہے یعنی دنیا اس میں نہ راحت برقرار ہے، اور نہ ہی محنت و مشقت اور کل یعنی عقبیٰ کا دن جو موافق آفرینش ہے۔ اس میں ہمیں کیا راس آئیگا معلوم نہیں۔ میرے لئے راحت اور مشقت باقی رہے گی یا نہیں۔ اس کا بھی پتہ نہیں۔ جب کل کے بارے میں معلوم نہیں تو اب صرف آج باقی رہ گیا ہے۔ اسی میں جو کرنا ہے کر لیجیے۔

حکایت -کسی ایک صاحب سے لوگوں نے دریافت کیا..... کیا فقیر کے لئے جائز ہے؟ کہ کسی سے کچھ لے۔ اس نے جواب دیا، اگر وہ جانتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو دیگا تو جائز و مناسب ہے کہ اس کو لے لے۔ کیونکہ درویش وہی ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور اگر کچھ ہے بھی تو اس کو ''چیزوں'' میں قطعی شمار نہ کرے۔

حضرت رسالت پناہ ﷺ باوجودیکہ آپ دارین کی دولت دونوں ہاتھوں سے عطا کرتے تھے۔ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے حجرہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا- کیا کھانے کو کچھ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ یہ گھر بار آپ کا ہے۔ کیا آپ کچھ کھانے کو لائے بھی تھے؟ آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا- **مرحبا بشعار الصالحین، مرحبا بشعار الصالحین** -صالحین کے عادات و اطوار مبارک ہوں۔ صالحین کے عادات و اطوار مبارک ہوں۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی ہاں بفقر خوش می باش گرچہ کس در غنا نباشد خوش فقرا ہمچناں خوش انداز فقر کسے در غنا نبا شد خوش	اے نخشی خبر دار فقر میں ہی خوش رہ، حالانکہ لوگ اپنی مالداری میں خوش نہیں رہتے، فقرا فقر میں اسطرح خوش رہتے ہیں کہ کوئی امیر اسطرح مالداری میں خوش نہیں رہ سکتا۔

☆☆☆

۵۷

سلک پنجاہ ہفتم

(عشق اور غلبۂ عشق کے بارے میں)

عالم عشق کے ان متوالوں کا بیان ہے جو غلبۂ عشق کے سبب اپنے دلوں کی گردنوں میں ایک قسم کا طوق رکھتے ہیں۔

من یری لثواب الشدۃ لایشتھی المخرج عنھا، لان الذھب الخالص یجرب بالنار والرجل بالبلاء.	جو مصیبتوں کے ثواب سے واقف ہے اس سے نجات کی راہ تلاش نہیں کرتا کیونکہ خالص سونا آگ سے اور آدمی مصیبتوں سے پرکھا جاتا ہے۔

اے میرے عزیز، اور لوگ تو مصیبتوں، بلاؤں سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں مگر ارباب عشق کا معاملہ اس کے برعکس ہے، نہ وہ مصیبتوں سے گریز کرتے ہیں اور نہ ہی شفقتوں میں کود پڑتے ہیں کیونکہ جو اپنے آپ کو فنا کردے اور خودی کو فراموش کردے، انھیں مصیبتوں اور منفعتوں سے کیا غرض؟

من لا يدري معنى الخلاء — جو خلاء کے معنی سے واقف ہی نہیں،
من أين يدري ان الخلاء — پھر انھیں کس طرح معلوم ہوگا کہ
موجود او محال. — خلاء محال ہے یا موجود ہے۔

اے برادر- ہوشیار! تم جو کچھ بھی کرتے ہو، اگر چہ نماز، روزہ ہی کیوں نہ ہو، وہ لکھا جاتا ہے اور دیوانہ جو کچھ بھی کرتا ہے اگر چہ نماز ہی ہو وہ نہیں لکھی جاتی ہے۔ یہ کیا ہے؟ کیونکہ جب کوئی قدم بہ قدم چلتا ہے، تو قلم بھی اسکے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور جب کوئی عدم میں چلا جاتا ہے یعنی دیوانہ ہو جاتا ہے، تو قلم بھی اسکا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

اے میرے عزیز- کوئی دردِ عشق کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، ہاں اس کے متحمل صرف عشاق ہوتے ہیں۔

سنو سنو، لوگوں نے ایک عاشق مزاج کو دیکھا بیمار پڑا ہے۔ عرض کیا یہ کیا اُفتاد ہے جو تجھ پر آن پڑی ہے؟ انھوں نے جواب دیا......

الطبيب امرضني — طبیب نے مجھے بیمار کر دیا، طبیب
الطبيب امرضني . — نے مجھے بیمار کر دیا۔

خیال رہے، قدسی کلمات کی وضاحت جائز، مگر رموز عشق کا بیان ممنوع۔ ایک بزرگ کا ارشاد عالی وقار ہے۔ حضرت حسین منصور[1] انا الحق کے واقعہ سے میں بہت

---

[1] حضرت حسین منصور- آپ کشتۂ عشق حقیقی اور مئے عرفان سے مخمور تھے۔ صاحب تصوف اور سلوک وطریقت کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ حلاج آپ اس لئے کہلاتے ہیں، آپ کا ایک گہرا دوست جو روئی دھننے کا کام کرتا تھا اتفاق سے آپ ان کی دوکان پر تھے کہ کسی ضرورت سے انھیں کہیں اور جانا پڑا۔ آپ نے اپنی انگشت مبارک سے اشارہ کیا اور روئی خود بخود دھنتی چلی گئی۔ اسی روز سے لوگوں نے آپ کو حلاج کہنا شروع کر دیا۔ آپ کے قول "انا الحق" کے تعلق سے سوانح نگاروں میں زبردست اختلاف ہے۔ حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس قول کی توضیح اس طرح فرمائی۔ اصل میں آپ کا قول "انا احق" ہے جو عوام وخواص میں غلط ڈھنگ سے "انا الحق" مشہور ہو گیا۔ بہر حال آپ اپنے دور کے ایک اہم بزرگ ہیں۔ عابد شب زندہ دار تھے روزانہ ایک ہزار رکعات نماز پڑھا کرتے تھے۔ (از مترجم)

زیادہ متفکر تھا اور یہ سوچ کر بڑی حیرت ہو رہی تھی کہ منصور انا الحق تو بندگان خواص میں سے ایک بندۂ صادق تھے۔ پھر ان کے ساتھ یہ معاملہ کیوں روا رکھا گیا؟ فوری طور پر گوشۂ قلب میں یہ خیال پیدا ہوا۔ رموز عشق میں سے کوئی رمز ان کے روبرو رکھا گیا جسے انھوں نے فاش کر دیا۔ اور وہ ''انا الحق'' کا دعویٰ کر بیٹھے اور ضابطہ ہے جب کوئی بادشاہ کے راز کو طشت از بام کر دیتا ہے تو مستحق عذاب، اور مستوجب عتاب ہو جاتا ہے۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشبی سر عشق کشف مکن مرد معنی گوہر ہرزہ نسفت عاشق کامل آں کسے است کہ او گرچہ سرداد سر عشق نگفت	اے نخشبی راز عشق کو مت فاش کر، کیونکہ مرد ہوشیار کسی ایرے غیرے کو گوہر سے واقف نہیں کرتا۔ عاشق کامل وہ شخص ہے جو سر تو دے دیتا ہے مگر راز عشق اپنی زباں سے بتاتا نہیں۔

☆☆☆

۵۸ سلک پنجاہ و ہشتم

تمام ارباب جہاں کو معلوم ہے آدمی اس سرائے فانی میں ۲ر منزلہ یا ۳ر منزلہ مسافر ہے۔ اس سرائے فانی کا جو مسافر اپنے بزرگوں کی راہ، اور ان کے نقوشِ قدم سے انحراف اختیار کرتا ہے وہ صرف دائیں، بائیں دوڑتا ہے۔ دنیا کی مختلف منزلوں میں وہ اس قدر الجھ جاتا ہے کہ اس کو اپنا گھر تصور کر بیٹھتا ہے۔ ذرا سوچئے اگر کوئی مسافر منزلوں میں ہی اپنا گھر بناتا رہا تو پھر وہ منزلِ مقصود تک کیسے پہنچ سکتا

ہے۔ اے مسافرو- ہراس منزل سے گذر جا، جہاں تم نے اقامت کی ہے اور اپنی جائے قیام پر اس قدر آنسو بہاؤ کہ اس کی خاک بھی تر ہو جائے۔ اگر تیرے اس رویہ کے تحت کوئی یہ کہے، کیا کرر ہے ہو؟ تو آپ فوری طور پر کہہ دیجئے - اس غبار خاک کو خودی کے امتزاج سے پاک کرر ہا ہوں۔ لوگوں نے ایسے ہی ایک عاشق مزاج کو دیکھا جو معشوق کی یاد میں اشک شوئی کرر ہا تھا۔ اور زار و قطار رو رہا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا، یہ کیا کرر ہے ہو؟ جواب دیا، کوئے محبوب کی خاک کو اپنے اشکوں سے نم کر رہا ہوں۔ تاکہ میرے اور محبوب کے مابین گرد و غبار کا پردہ حائل نہ ہو۔ اے میرے عزیز - جس راہ میں تم نے قدم رکھا ہے کوئی بھی غبار اس خاکی غبار سے زیادہ تاریک نہیں۔ اگر چہ عام اور محتاط حالت میں یہ خاکی غبار بھی بہتر ہے مگر اس راہ میں یعنی سلوک میں یہ بھی ایک پردہ ہے۔ درمیان سے اسے بھی اُٹھا دے۔ حضرت شیخ ابوبکر[1] موئے تاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے انگ انگ میں حیرت و استعجاب کا جلوۂ زیبا رکھتے تھے۔ جب اس دار فانی سے دار بقا کو رخت سفر باندھا اور برائے سفر آخرت محو خرام ناز ہوئے، تو یہ بندۂ ناچیز ان کی عیادت کو حاضر ہوا۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا

---

[1] شیخ ابوبکر موئے تاب۔ ابوبکر نام، بدرالدین لقب، یمن کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ والد ماجد کا نام سید اعزالدین یمنی ۔ سلسلہ نسب ۱۵ر واسطوں سے حضرت امام حسین سے ملتا ہے۔ آپکے مزید تین بھائی اور ایک بہن تھے...... (۱) خواجہ حسن شیخ شاہی، (۲) خواجہ عثمان، (۳) خواجہ عمر (۴) زینب بی جو آج بنو بی سے مشہور ہیں۔ آپ سب میں چھوٹے تھے اس لیے مزارِ پاک چھوٹی زیارت سے مشہور ہے۔ بڑے سرکار خواجہ حسن شیخ شاہی علیہ الرحمہ سے بیعت و اجازت حاصل تھی اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے بدایوں کا منصبِ ولایت آپ کو سونپا تھا۔ موئے تاب آپ کی خصوصیت تھی۔ ہندوستان کے عظیم اولیائے کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ عشق و عرفان، زہد و ورع اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ہمہ وقت آپ پر جذب و استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ جلال و ہیبت کا یہ عالم تھا کہ کسی کو آپ کے مقام قرب تک رسائی حاصل نہ تھی۔ حضرت ضیا نخشبی عیادت کو حاضر ہوئے آپ نے ایک عجیب کرشمہ دیکھا اور فرمایا...... ''مو در مو خود کارے داشت'' یعنی آپ کے انگ انگ میں تاب و توانائی پائی جاتی تھی بایں سبب آپ ''موئے تاب'' ہیں۔ آپ کا وصال ۶۹۰ھ کو ہوا۔ ۲۲ر رمضان کو عرس شریف ہوتا ہے۔ مزار پاک مرجع خلائق ہے۔

کہ ہر وقت، ہر لمحہ یہ شعر آپ کے ورد زبان رہتا تھا۔ جس میں ان گنت قسم کے سرور و نشاط اور نغمہ وکیف پائے جاتے ہیں۔ وہ شعر یہ ہے۔

قالب چوں غبار است میان من و تو   آمد گہہ آنکہ از میاں بر خیزد

یعنی میرے اور تیرے درمیان یہ قالب بھی مثل غبار ہے کبھی تو ایسا وقت آئے کہ درمیاں سے یہ پردۂ غبار بھی اُٹھ جائے۔ ایک مرتبہ شیخ المشائخ حضرت عبداللہ خفیف قدس روحہ بیمار پڑ گئے۔ طبیب ان کے سرہانے آیا اور عرض کیا......

ایها الشیخ ماالعلة قال الـوجـود. اذا زال الوجود زالت العلة.	اے شیخ، کیا بیماری ہے؟ ارشاد فرمایا، بیماری صرف میرا وجود ہے۔ جب وجود ختم ہو جائیگا تو بیماری بھی جاتی رہے گی۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی جسم کن چوں روح لطیف از کثافت ہمیشہ پستی تست بہر قطع علائق دنیا کن پائے بندے کہ ہست ہستی تست	نخشی اپنے جسم کو روح لطیف کی مثل بنادے کہ کثافت ہی پستی کا سبب ہوتی ہے۔ دنیا سے ہر قسم کے تعلقات ختم کردے جس نے بھی اسکے لئے کمر کس لی اسی کی زندگی ہے۔

☆☆☆

۵۹ سلک پنجاہ و نہم

سلطنت طریقت کے فرماں روا جن کے زیر نگیں سارا جہاں ہے ارشاد فرماتے ہیں اگر کوئی کسی پر حکم نافذ کرے تو اس کے لئے یہی مناسب اور بہتر ہے کہ پہلے وہ

اپنے نفس کو محکوم بنائے اور اس کو اپنے قابو میں کر لے۔ کوئی سجادہ نشیں اپنی خانقاہ سے باہر آیا اور لوگوں سے پوچھا۔ مسجد جمعہ تک کس راستہ سے رسائی ہوگی۔ ایک صاحب سجادہ نشیں سے مخاطب ہوا اور کہا۔ سالوں گزر گئے نہ معلوم کتنی مدتیں ختم ہو گئیں اور اب تک آپ کو مسجد جمعہ تک جانے والے راستہ کا علم نہیں۔ اس سجادہ نشیں نے کہا۔ میں جانتا ہوں مگر جس راہ میں میں نے قدم رکھا ہے اس کے محکوم بننے سے کہیں زیادہ بہتر ہے میں اس راہ کی خاک بن جاؤں۔ اے بھائی خود کو کسی دوسرے کا محکوم یا طفیلی بنائے رکھنا۔ اس سے کہیں یہ بہتر ہے کہ میں اس راہ کی خاک بن جاؤں۔

حکایت:- حضرت وہب[1] بن منبہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت کعب[2] احبار مسجد میں سب سے پیچھے والی صف میں کھڑے ہوتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور اس میں کیا راز ہے؟ فرمایا۔ میں نے توریت میں لکھا دیکھا، امت محمد ﷺ میں ایسے بھی لوگ ہونگے، کہ ان میں سے کوئی مسجد میں اپنا سر سجدہ میں رکھے گا، ابھی وہ سجدہ سے سر اُٹھا بھی نہ پائیگا، کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا جو کوئی اس کے پیچھے کھڑا ہوگا بخشا جائے گا۔ میں اسی لئے سب سے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں، کہ میرے آگے کوئی تو ایسا بندہ ہوگا جن کے سجدۂ سر کے طفیل میرے عیب دار کام بھی بے عیب ہو جائیں اور بخشش میرا نصیب ہو جائے۔

[1] نام وہب بن منبہ، کنیت ابو عبداللہ اور صنعانی سے منسوب ہیں۔ ابنائے فارس سے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور ابن عباس سے شرف ملاقات حاصل تھا۔ تاریخ وفات ۱۱۴ھ ہجری ہے۔ بحوالہ اکمال فی اسماء الرجال لمشکوٰۃ المصابیح۔

[2] کعب احبار، تابعی تھے، کنیت ابو اسحٰق تھی، اور کعب احبار سے مشہور تھے۔ زمانہ اقدس کو پایا مگر دیدار سے مشرف نہیں ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام لائے۔ حضرت عمر، حضرت صہیب اور حضرت عائشہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت عثمان کے دور میں مقام حمص میں وفات پائی۔ سن وفات ۳۲ھ ہجری ہے۔ بحوالہ اکمال فی اسماء الرجال۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی خودکودرمیان میں تصور نہ کر قطرہ کوسیلِ رواں کیوں کہتے ہو، تمام لوگ تیرے طفیل پار ہو جائیں۔ اگر تم خودکوکسی کا 'طفیلی' تصور کرو۔	نخشی درمیاں خود را مبین قطرہ راچہ سیل می خوانی ہمہ کس در طفیل تو گذرد گر تو خود را طفیل کس دانی

☆☆☆

۶۰ سلک شصتم

معلوم ہونا چاہیے، طاعت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لازمہ، (۲) متعدیہ

۱۔ **لازمہ**:- وہ طاعت ہے جس میں منفعت ہی منفعت ہے اور یہ منفعت صرف انجام دینے والوں تک ہی محدود رہتی ہے۔ جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

۲۔ **متعدیہ**:- وہ طاعت ہے جس کی منفعت صرف انجام دینے والوں تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے علاوہ اوروں کو بھی اس کی منفعت پہنچتی ہے جیسے انفاق فی سبیل اللہ اور صدقۂ جاریہ وغیرہ۔ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ متقی اور تائب دونوں برابر ہیں۔ ان میں کوئی فرق و امتیاز نہیں کیونکہ گناہ کا نہ ہونا دونوں میں پایا جاتا ہے۔

متقی وہ ہے جس نے گناہ ہی نہ کیا ہو اور تائب وہ ہے جسکا گناہ باقی نہ رہا ہو اگر چہ بعض نے متقی کو تائب پر ترجیح دی ہے انکے نزدیک متقی وہ ہے جس کا رشتہ اتقا کبھی نہ ٹوٹا ہو۔ ٹوٹا ہوا اگر چہ جڑ جاتا ہے مگر وہ بغیر ٹوٹے ہوئے کی مانند نہیں ہوسکتا ہے۔

اے میرے عزیز۔قوم بنی اسرائیل میں دو ایسے شخص تھے جو باتیں کرتے ہوئے اس وقت کے پیغمبر علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے اور عرض کیا حضور، متقی کو فضیلت حاصل ہے یا تائب کو۔ ارشاد فرمایا- آپ دونوں آج مسجد جائیں اور وہیں اقامت کریں، صبح سویرے اُٹھ جائیں جو شخص بھی تیرے روبرو آئے، ان سے ہی اپنے مسئلہ کے بارے میں دریافت کریں۔ دونوں نے ایسا ہی کیا۔صبح تڑکے ایک صاحب ان کے روبرو آیا۔ یہ دونوں تیار بیٹھے تھے۔فوراًان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کردیا۔اس نے جواب دیا- میں ایک کپڑا بننے والا ہوں، اس بارے میں زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں اپنے علم وشعور کے موافق اس کا جواب ضرور دوں گا۔ میں یقینی طور پر یہ جانتا ہوں، کپڑا تیار کرتے وقت مشاہدہ میں کچھ ایسے دھاگے بھی آتے ہیں جو قطعی نہیں ٹوٹتے اور کچھ ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔میرے خیال میں جو دھاگہ کبھی نہیں ٹوٹا وہ اس دھاگہ سے کئی گناہ بہتر ہے جو ٹوٹ جاتا ہے۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
بخشی اعتقاد ثابت دار پیشتر بودی است درتہہ گل گرچہ رشتہ بگردن تو کنند رشتۂ اعتقاد دراں مگسل	بخشی اپنے اعتقاد کو ثابت رکھ۔قبل اسکے کہ تو زیرِ زمیں دفن ہو جائے، اگرچہ لوگ تیری گردن میں رسی ڈالدیں، اس مشکل گھڑی میں بھی اپنے اعتقاد کو کمزور نہ ہونے دے۔

☆☆☆

۶۱ سلک شصت و یکم

ایسے روشن ضمیر لوگوں کا ارشاد ہے جو اپنے دل کی روشنی سے عالم کے مخفیات کو جان لیا کرتے تھے۔ تیرے ایوان باطن میں اگر توفیق ایزدی کی قندیل روشن ہے تجھے مناسب ہے کہ اپنے آپ کو نامحرموں سے پوشیدہ رکھو۔ اگر چہ روشن قندیل فی نفسہ پوشیدہ نہیں رہتی۔ کیونکہ مرداں غیب ہمہ وقت خود کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انھیں ظاہر کرتا رہتا ہے۔ مردان، دین روشن آفتاب سے کہیں زیادہ روشن ہیں۔ تو پھر اس چمکتے سورج اور دمکتے چاند کو کس طرح پوشیدہ رکھا جا سکتا ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت ابراہیم ادھم[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ آفتاب و ماہتاب تھے پھر بھی پوشیدہ رہے کیونکہ وہ کسی ایک مقام پر چند روز سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے۔ اس خوف سے کہیں لوگ ان کی شناخت نہ کر لیں۔ حضرت خواجہ ابوالحسن نوری[۲] علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ اپنی مناجات میں عرض کیا......

الٰھی استرنی فی بلدک — اے اللہ اپنے ہی بندوں کے مابین،
بین عبادک. — اپنے ہی شہروں میں مجھے پوشیدہ رکھ۔

اس مناجات کے بعد غیب سے یہ آواز آئی......

الحق لایستره شی. — کوئی ایسی چیز ہی نہیں جو حق کو پوشیدہ رکھ سکے

---

۱ ابراہیم ادھم۔ دیکھئے سلک ۲۱۔ ۲ حضرت خواجہ ابوالحسن نوری۔ اسم گرامی احمد بن محمد ہے۔ آپ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ شیخ سری، شیخ احمد قصاب اور شیخ ابوالحواری کی صحبت میں رہے۔ حضرت ذوالنون مصری سے بھی شرف ملاقات حاصل تھا۔ علم و عقل میں بھی کمال کا درک رکھتے تھے۔ سلوک و طریقت کے آپ عظیم امام تھے۔ صوفیائے کرام کے لئے آپ کے ارشادات اور تعلیمات منارہ نور ہیں۔ آپ کے وصال پر حضرت جنید بغدادی نے فرمایا...... نصف تصوف چلا گیا۔ سن وصال ۲۹۵ھ ہجری ہے۔ (ماخوذ از نغمات الانس)

کسی درویش سے لوگوں نے پوچھا - آخر کیا بات ہے؟ کہ بعض درویشوں کے تعلق سے لوگ بیان کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی لوگ انہیں نہیں جانتے اور بعض درویش بیاں کے بعد سارے جہاں میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ درویش نے جواب دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کسی نے اپنی حیات ظاہری میں شہرت کے لئے ہاتھ پاؤں مارا، بعد از وصال وہ اس طرح گمنام ہو جاتا ہے گویا وہ اس جہاں سے مٹ گیا اور جس نے حیات ظاہری میں شہرت کی کوشش نہیں کی۔ وہ وصال کے بعد تمام جہاں میں مشہور ہو جاتا ہے

فطوبی لمن یعرف الناس ولا یعرفونه.	انھیں مبارک بادی ہے جو لوگوں کو جانتا ہے اور لوگ انھیں نہیں جانتے ہیں۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی از زبان خلق اوفتاد مرد را عافیت بمستوری است ہر کہ گمنام زیست چیزے است اندرین خمول مستوری است	نخشی مخلوقوں کی زبانوں پر ہے حالانکہ آدمی کی نجات پوشیدہ رہنے میں ہے جس نے گمنامی کی زندگی بسر کی، کچھ بن گیا۔ اس راہ میں پوشیدہ رہنا ہی مناسب ہے۔

☆☆☆

۶۲ سلک شصت و دوم

ان لوگوں کا بیان ہے، جو چڑھتے سورج کی مانند رخ زیبا رکھتے ہیں اور جن کی شان یہ ہے......

الجوع طعام الصدیقین . کہ بھوک ہی صدیقین کا کھانا ہے۔

کہ بھوک کی زحمت تو قدرے سستی اور کاہلی سے ختم ہو جاتی ہے مگر شکم سیری ایسی زحمت ہے جو غیبی خزانوں سے بھی دور نہیں ہوتی۔ اس راہ کے راہرو "احتلام" کو "عقوبت[1]" سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ "احتلام" شکم سیری کی علامت ہے کہ جو شکم سیر[2] ہو کر کھاتا ہے وہی اس مرض میں مبتلا رہتا ہے اور عبادت کی شیرینیت سے محروم رہتا ہے۔ یادداشت کمزور ہو جاتی ہے اور کسی پر شفقت کا ہاتھ نہیں پھیر سکتا، کیونکہ وہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ سبھی لوگ انھیں کی طرح شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں۔ ان پر عبادت گراں گذرتی ہے اور بوقت صبح جب کہ لوگ مسجدوں میں ہوتے ہیں، وہ پائخانہ میں پڑا رہتا ہے۔ کہ ایسے لوگ آسودہ ضرور ہوتے ہیں مگر ان کے اعضاء شہوت کے حصول میں بھوکے رہتے ہیں اور جو لوگ آسودہ حال نہیں ہوتے اگرچہ وہ بھوکے رہتے ہیں مگر ان کے اعضاء شہوت کے لئے بھوکے نہیں بلکہ آسودہ رہتے ہیں۔ دنیا میں جب رات طاری ہوتی ہے تو آفتاب نیچے کو چلا جاتا ہے اور جب دل کی دنیا تاریک ہوتی ہے تو معدہ بھر جاتا ہے۔ دنیا اسی مال و زر اور جاہ و حشم کا نام ہے۔ ایک بزرگ نے یہاں تک فرمایا- بطنک دنیاک- کہ تیرا معدہ ہی تیری دنیا ہے جو کم کھاتا ہے دنیا کے تارکین میں اس کا شمار ہوتا ہے اور جو ایسا نہیں کرتا، اس کی کوئی گنتی نہیں۔ شیطان ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ معانقہ کرتا ہے اور جب کوئی بھوکا سوتا ہے تو شیطان ان سے بہت دور چلا جاتا ہے اور جب کوئی شکم سیر سو جاتا ہے تو اس کی نماز پر شیطان حاوی ہو جاتا ہے اور خارج نماز اس کا کیا حال ہوتا ہوگا، یہ مجھے معلوم نہیں۔

1 عقوبت- سزا۔ 2 شکیم سیر- پیٹ بھر کر کھانا۔

حکایت :- ایک شخص کسی درویش کے پاس آیا اور عرض کیا، عبادت کس طرح کی جاتی ہے۔ مجھے بتایئے، انھوں نے کہا- تم کس طرح کھانا کھاتے ہو؟ شکم سیر ہوکر یا پھر نصف شکم۔ اس نے کہا- پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہوں۔ درویش نے کہا یہ تو چوپاؤں کا طریقہ ہے۔ لہٰذا اے شخص پہلے جاؤ اور کھانا کھانا سیکھو۔ اس کے بعد پھر آؤ۔ پھر میں تجھے بتاؤں کہ عبادت کا کیا طریقہ ہے؟

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشبی معدہ پُر نمی باید راہ درویش خارہا دارد شکمِ پُر نشان بدنفساں است قلت قوت کارہا دارد	نخشبی معدہ کو بھرنا نہیں چاہیے۔ درویش کی راہ بہت سارے کانٹے رکھتی ہے۔ پیٹ بھر کھانا بدنفسوں[1] کی علامت ہے۔ قلت طعام بہت سارے کارنامے رکھتی ہے۔

☆☆☆

۶۳ سلک شصت و سوم

اصحاب تجربہ فرماتے ہیں- یہ ایسے ایام ہیں۔ اگر کوئی دن میں نیکی کرتا ہے۔ تو رات کو اس کا بدلہ پالیتا ہے۔ اور اگر رات میں بدی کرتا ہے تو دن میں اس کی سزا بھگت لیتا ہے۔ اے میرے عزیز- جو شخص دل میں شہوت کا ارادہ کر کے بیدار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کی بات ہے کہ وہ صرف اس ارادہ پر عذاب نہیں دیتا۔ جب تک یہ ارادہ مکمل طور سے مصمم نہ ہوجائے۔ یہ غفلت شعار انسان اگر جان لے کہ ہر

[1] بدنفسوں- بدذات لوگ۔

روز اور ہر لمحہ ان کی کوئی نہ کوئی چیز فوت ہو رہی ہے۔ تو سب کے سب "ناگہانی موت" سے مر جائیں، مگر انھیں ایسی نظر کہاں؟ معرفت کو اگر کسی صورت میں متشکل[1] کر دیا جائے۔ تو دنیا کے تمام اجالے ماند پڑ جائیں بلکہ اس کے سامنے تاریک ہو جائیں۔ معرفت سے روشنی اس لئے اُٹھالی گئی کہ کہیں ارباب جہاں تاریکیوں میں ڈوب نہ جائیں، اور پھر ان کی زندگی دشوار نہ ہو جائے۔ قبل اس کے کہ سب لوگ لاعلاج ہو جائیں مناسب یہی ہے کہ اپنے وجود سے کسی کو اذیت یا درد نہ پہنچائیں۔ اس درد کا اگرچہ علاج ہے مگر اس جہاں میں نہیں بلکہ اس عالم میں ہے۔

حکایت :- خلفاء میں سے کسی ایک نے ایک بوڑھے انسان کے لڑکے کو قید کر لیا۔ بوڑھا ان کے پاس گیا اور کہا- میرے لڑکے کو آزاد کر دو۔ خلیفہ نے کہا- قید کرنے کا میرا حکم ہے۔ اس لئے تیرا لڑکا قید خانہ سے باہر نہیں آسکتا۔ جب بوڑھے نے یہ بات سنی تو عالم اضطراب میں آسمان کی طرف رخ کر کے عرض کیا- اے بادشاہِ حقیقی، تمام لوگوں کو قید میں رکھنا یا انھیں چھوڑ دینا تیرے قبضہ وقدرت میں ہے۔ تیرے اس خلیفہ نے یہ حکم صادر کیا جو تو نے سن لیا۔ میں نہیں جانتا اس بارے میں تیرا کیا حکم ہوگا۔ یہ درد انگیز بات خلیفہ نے سن لی۔ اس کا دل پسیج گیا۔ حکم دیا- اس کے لڑکے کو قید خانہ سے باہر لے آؤ۔ خلعت فاخرہ[2] پہناؤ قیمتی گھوڑوں پر سوار کرو اور بغداد کے کوچوں میں سیر کراؤ اور لوگوں میں یہ منادی[3] کرادو...... **هذا عطاء الله علی رغم الخلیفه**- یہ خلیفہ کے خلاف اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔

---

[1] متشکل- شکل وصورت دیدی جائے۔

[2] خلعت فاخرہ- عمدہ اور قیمتی لباس۔

[3] منادی- اعلان۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی مخلوق کا حکم کوئی حکم نہیں، اس راہ کے افراد اب کہاں ہیں۔ دنیا میں کسی کا کہا نہیں ہوتا۔ عالم میں تو صرف خدا کا حکم چلتا ہے۔	نخشی حکم خلق چیزے نیست مرد این راہ کجا است در عالم در جہاں گفت ہیچ کس نشود حکم حکم خدا است در عالم

☆☆☆

٦٤ سلک شصت چھارم

جاننا چاہیے کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔

اوّل۔ شریعت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دوسو درم میں سے پانچ درم دیدیے جائیں۔

دوم۔ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دوسو درم میں سے صرف پانچ درم اپنے لئے بچا کر رکھیں اور باقی ایک سو پچانوے (۱۹۵) درم خدا کی راہ میں دیدیئے جائیں۔

سوم۔ حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ کل درم دیدیئے جائیں۔ اپنے لئے اس میں سے کچھ بھی نہ رکھا جائے۔ حتیٰ کہ روزہ کشائی کا سامان بھی اپنے لئے بچا کر نہ رکھا جائے۔

ایک مرد صالح سے لوگوں نے دریافت کیا۔ زکوٰۃ کا حکم کیا ہے؟ مرد صالح نے جواب دیا۔ زکوٰۃ دوسروں پر واجب ہے۔ لوگوں نے پھر عرض کیا۔ کیا آپ پر واجب نہیں ہے؟ جواب دیا۔ مال اگر میرے ہاتھ ہوتا تو میں اب تک محفوظ ہی نہیں رکھتا جس سے میرے اوپر زکوٰۃ واجب ہو۔ کسی کو کوئی چیز دینا انھیں تین صورتوں میں سے

ایک ہوگی، اسکے علاوہ نہیں۔ اول کو **زکوٰۃ**، دوم کو **وقایہ**، سوم کو **صدقہ** کہتے ہیں۔ قبول صدقہ کی پانچ شرطیں ہیں۔ دو شرط عطا سے پہلے اور دو عطا کے وقت نیز ایک شرط ان دو شرطوں کے بعد جو پیش عطا پائی جاتی ہیں۔

اول شرط یہ ہے کہ جو کچھ بھی دیا جائے۔ وہ فی نفسہ جائز ہو اور جائز طریقہ سے دیا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جس کسی کو دیا جائے۔ اس نیت سے دیا جائے کہ وہ اسے کسی نیک کام میں خرچ کرے۔ غلط کاموں میں قطعی خرچ نہ کرے۔ یہ وہ شرطیں ہیں جو پیش عطا پائی جاتی ہیں اور وہ دو شرطیں جو عطا کی حالت میں پائی جائیں ان میں سے اول یعنی **تیسری** شرط یہ کہ نہایت ہی عجز وانکساری سے دیا جائے اور دوسری یعنی **چوتھی** شرط یہ کہ جو کچھ بھی دیا جائے بہت ہی خفیہ انداز میں دیا جائے،

پانچویں شرط یہ ہے کہ جو کچھ بھی دیا جائے۔ اسے کبھی اور کسی بھی حالت میں زبان پر نہ لایا جائے۔

حکایت:- یاد کیجئے وہ مبارک دن، جب کہ حضرت ابوبکر صدیق[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سب کچھ اور چالیس ہزار دینار بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا تھا اور خود کو ہر اعتبار سے مجرد[2] کر دیا تھا۔ ان کے پاس صرف ایک کمبل تھا جو ابوبکر صدیق نے پہن رکھا تھا۔ بٹن کی جگہ انھوں نے کانٹے استعمال کیے تھے۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام اسی لباس میں حاضر خدمت ہوئے جس لباس میں حضرت ابوبکر صدیق تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ اے جبرئیلؑ یہ کون سا لباس ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ آج تمام فرشتوں کو حکم ہے کہ لباس کے معاملہ میں ابوبکر کی

---

[1] ابوبکر صدیق- دیکھئے سلک ۴۷۔ [2] مجرد- خالی

موافقت کریں۔ کمبل پہن لیں اور کانٹوں کو بھی استعمال کریں۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی در سخا است سود همه کیست کو این سخن بیان نکند تاتوانی بده بکس چیزے هیچ کس در سخا زیاں نکند	اے نخشی سخاوت میں ہر اعتبار سے فائدہ ہی فائدہ ہے، وہ کون ہے جو اس بات کا اعتراف نہیں کرتا۔ جہاں تک ہو سکے کسی نہ کسی کو کچھ ضرور دے، کیونکہ کوئی بھی سخاوت میں نقصان نہیں اُٹھاتا ہے۔

☆☆☆

۶۵ سلک شصت و پنجم

آخرت کے لئے زادِ راہ فراہم کرنے والے فرماتے ہیں، جب تک تیرے پاس ایمان کا سرمایہ ہے، نقصان نہیں اُٹھا سکتا اور نہ ہی تیرا کوئی بال بیکا ہو سکتا ہے۔

حکایت:- بادشاہوں میں سے کسی نے ایک برہمن سے ''تاوان'' کا مطالبہ کیا۔ برہمن کے پاس جو کچھ بھی تھا سب چھین لیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد کسی دوست نے برہمن سے پوچھا- تو کس حال میں ہے؟ برہمن نے جواب دیا۔ ٹھیک ہوں؟ کسی بات کی پریشانی نہیں ہے۔ دوست نے کہا- جب تمہارا سب کچھ چھین لیا گیا اور تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر کس طرح کہہ رہے ہو؟ سب کچھ ٹھیک ہے۔ برہمن نے جواب دیا۔ میرے پاس کچھ بھی نہ سہی، ابھی زنار تو سلامت ہے۔ اے دوست جس کے پاس ابھی زنار ہے اور اسے اپنے لئے سرمایہ ایمان تصور کرتا ہے پھر

انھیں پریشانی کس بات کی۔ اسی طرح جس کے پاس ابھی تسبیح ہے، اور وہ اسی کو آخرت کا زادِراہ قرار دیتا ہے تو یوں سمجھ لیجیے، ابھی اس کا باطن صاف وشفاف ہے اور وہ جو بھی کام کرتا ہے اسی صفائی قلب، اور صدق باطن سے کرتا ہے۔ تو انھیں کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں، کیونکہ یہ مردان خدا ہیں جو صرف رضائے مولیٰ کے لئے کام کرتے ہیں، اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ کسی اور پر نہیں۔ ایسوں کی خوشگوار زندگی پر کسی کو کیا شک ہوسکتا ہے؟

حکایت:- ایک معتبر درویش کسی دجلہ کے کنارے اپنی عبادت گاہ رکھتا تھا۔ ایک دن اس نے کھانا فراہم کیا اور اپنی بیوی سے کہا- یہ کھانا لو، اور دریا کے اس پار چلی جا۔ وہاں ایک درویش ہے، انھیں جا کر دے دو۔ بیوی نے کہا، دریا عبور کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ میں کس طرح جاسکتی ہوں؟ شوہر نے کہا، جاؤ اور دریا سے کہہ- اے دریا میرے شوہر کی برکت سے راستہ دے دو جس نے کبھی مجھ سے صحبت نہیں کی۔ بیوی ساحل پر گئی اور دریا سے وہ سب کچھ کہہ دیا جو شوہر نے تلقین کی تھی۔ دریا نے اسے راستہ دے دیا۔ عورت نے دریا عبور کیا اور دریا پار جو درویش بیٹھا تھا اسکی خدمت میں کھانا پیش کر دیا۔ درویش نے کھانا تناول کیا اور کہا- اے عورت اب تو واپس چلی جاؤ۔ اس نے کہا، اے درویش میں دریا کس طرح عبور کروں گی۔ ترکیب تو بتایئے۔ درویش نے کہا- اے عورت، جاؤ اور دریا سے کہو...... اس درویش کے صدقہ میں راستہ دے جس نے تیس سال سے اب تک کھانا نہیں کھایا ہے۔ عورت ساحل پر گئی اور وہی بات کہی جو درویش نے بتائی تھی۔ دریا نے بھی راستہ دے دیا۔ عورت اپنے گھر آئی مگر حیرت واستعجاب اس کے خدوخال سے نمایاں تھا۔ وہ حیران و پریشان تھی کہ مجھ سے جھوٹ بلوایا گیا۔ اپنے شوہر سے عورت مخاطب ہوئی...... اے

میرے شوہر، آپ نے صحبت کی، پھر آپ نے کس طرح دریا سے کہلوا دیا کہ میں نے صحبت ہی نہیں کی۔ اس درویش نے بھی میرے سامنے کھانا کھایا اور پھر یہ کہلوایا ''جس نے تیس سال سے کھانا نہیں کھایا'' یہ دونوں باتیں جھوٹ ہیں۔ اس کے باوجود دریا نے راستہ دے دیا۔ شوہر نے کہا- اے تسکین دل و جاں، تم نے دریا سے جو بات کہی وہ سچ ہے۔ اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں کیونکہ میں نے صحبت ضرور کی مگر خواہش نفسانی سے نہیں، بلکہ تیرے حق کی ادائیگی کے لئے۔ اسی طرح درویش نے کھانا کھایا اور ضرور کھایا مگر ان کا کھانا صرف اس لئے تھا کہ اس سے طاعت و بندگی میں قوت و توانائی حاصل ہو۔ اس میں ان کے ارادہ و قصد کا کوئی دخل نہیں۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی مرد مان پیشینہ آنکہ اجزائے شاں نفرسودہ است ہر چہ در وقت خویش می کروند ہمہ بہر رضائے حق بودہ است	اے نخشی یہ گذرے ہوئے مردان حق ایسے ہیں کہ اب تک انکے اجزا سلامت ہیں فرسودہ نہیں ہوئے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے اپنے زمانے میں جو کچھ بھی کیا ہے صرف رضائے حق کے لئے کیا ہے۔

☆☆☆

٦٦ سلک شصت و ششم

جاننا چاہیے کہ اللہ تک رسائی حاصل کرنے کے مختلف راستے ہیں۔ مگر ان میں سب سے زیادہ نزدیک تر ''عجز و انکساری کی راہ ہے اور اس راہ میں ''دعویٰ'' سے زیادہ

دبیز[1] اور سخت کوئی اور حجاب[2] نہیں۔ کیونکہ جو "دعویٰ" کرتا ہے، وہ خوف نہیں کھاتا جو خوف نہیں کھاتا، وہ امین نہیں ہوتا اور جو امین نہیں ہوتا، لوگ اسے بادشاہی خزانوں کی خبر نہیں دیتے۔ حضرت صمدیت جس کی ذات پاک و بے عیب ہے۔ ہر ساعت، ہر لحہ بندوں کو نعمتیں عطا کرتا ہی رہتا ہے۔ ان عطاؤں میں سے عظیم تر عطا یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو "ذکر" کا الہام کرتا ہے۔ یہ اس کا عظیم احسان ہے۔ احسان فراموشی سے بڑی کوئی اور مصیبت نہیں، اللہ تعالیٰ کا اگر کوئی خاص بندہ "وقفۂ سانس" تک بھی "ذکر حق" سے غافل ہو جاتا ہے تو زمین و آسمان کی ملکوت میں اس کی "موت" کی شہرت ہو جاتی ہے کہ فلاں مر گیا، کیونکہ وہ میری یاد اور ذکر سے غافل ہو گیا۔

اے میرے بھائی، ہر ساعت اپنے آپ کو یادِ مولیٰ اور "ذکرِ حق" میں مشغول رکھو، تاکہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت تم اس سعادت سے محروم نہ ہو سکو۔ کیونکہ کما تعیشون تموتون، کما تموتون تبعثون - جیسا تم زندگی گزارتے ہو ویسے ہی مرو گے اور جیسا مرو گے ویسا ہی اُٹھائے جاؤ گے۔ حضرت خالد مالک فرماتے ہیں جس روز حضرت سہل اس خاکدان گیتی میں تشریف لائے تو روزہ سے تھے۔ اور جب دنیا سے گئے جب بھی روزہ سے تھے۔ دنیا میں اگر کوئی کام ہے تو صرف وہ "ذکر حق" ہے، یہی تو زندہ دلوں کا کام ہے۔ ایسوں کی نہ جان مرتی ہے اور نہ ہی دل صرف لباس زیست[3] بدل جاتا ہے۔ کسی سے لوگوں نے پوچھا، سب سے زیادہ دشوار کون سا سفر ہے جواب دیا، اپنے نفس سے سفر کرنا زیادہ دشوار ہے کیونکہ اس صورت میں ہر ایک کا نفس ان تین صحبتوں سے خالی نہیں، کافر ہے یا منافق، یا پھر وہ مرائی[4] ہے۔ اے میرے عزیز یہ تین صحبتیں کسی کام کی نہیں، ان کے علاوہ کوئی اور صحبت اختیار کرو۔

[1] دبیز - گاڑھا۔ [2] حجاب - پردہ [3] زیست - زندگی۔ [4] مرائی - خودنما، مکار وغیرہ

سنو سنو ایک صاحب کسی درویش کے پاس گیا اور کہا چند روز میں تیرے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، درویش نے کہا۔ مجھے نہیں معلوم اب تک کس کے ساتھ رہے؟ انھوں نے جواب دیا، اب تک میں خدائے تعالیٰ کے ساتھ رہا۔ درویش نے کہا۔ آپ یہ سمجھ لیجیے کہ میں وہ نہیں ہوں لہٰذا آپ ابھی اور اسی وقت خدا کے ساتھ ہو جاؤ۔

فارسی قطعه	اردو ترجمہ
نخشبی باخدائے خود می باش نیست عاقل کز وجدا باشد خوشی وقت باخد است ہمہ وقت اوخوش کہ باخدا باشد	نخشبی اپنے خدا کے ساتھ رہ، عقلمند وہ نہیں جو اس سے جدا رہتا ہے جسکا وقت خدا کے ساتھ گزرے وہ خوش ہے اور وقت بھی کس قدر خوشگوار ہے کہ وہ خدا کی معیت[1] میں رہا۔

☆☆☆

۶۷ سلک شصت و هفتم

معلوم ہونا چاہیے کہ اچھے اور نیک لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ ایسے لوگ بقدر ضرورت بات کرتے ہیں۔ زیادہ بولنے کی ان کی عادت نہیں ہوتی۔ کچھ ایسے بھی بزرگ شخصیتیں تھیں جنھوں نے سالوں بات نہیں کی، اور جب بھی گفتگو کی تو قرآن کی زبان میں۔ اس سے ہٹ کر نہیں۔ ایک صاحب کشف بزرگ ایسا بھی تھا جنھوں نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی اور ان کی زبان پر مہر سکوت لگا تھا۔ لوگوں نے کہا آپ

[1] معیت - ساتھ، صحبت وغیرہ

بات کیوں نہیں کرتے ہیں؟ اس بزرگ نے جواب دیا...... کس سے بات کروں؟ مکوِن[1] سے یا مکوّن[2] سے؟ مکوِن باتوں میں نہیں سماتا اور مکوّن خود بولنے کو پسند نہیں کرتا۔ لوگوں سے یہ واقعہ بھی منقول ہے ایک درویش سے کسی چیز کے تعلق سے پوچھا گیا...... درویش نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پوچھنے والے نے گلہ وشکوہ شروع کردیا کہ میں تم سے بات کر رہا ہوں اور تم ہو کہ بولتے ہی نہیں۔ حیرت ہے تمہاری اس خاموشی پر۔ درویش سے نہ رہا گیا، جواب دیا۔ تم جیسا بیکار نہیں کہ لایعنی[3] باتوں میں پڑا رہوں۔ قیامت میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور میں اس کی تیاری میں لگا ہوں۔ اے میرے عزیز، سالک کو بیہودہ اور لایعنی باتوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ جو عمر ان لایعنی باتوں میں گزر جائے اسے عمر کہنا مناسب ہی نہیں۔ وہ عام چلنے والے ہیں جو تکلم بسیار اور ان گنت باتوں پر فخر وناز کرتے ہیں مگر سالک نہیں۔ ایک سیاح صوفی کسی اپنے عزیز کے پاس گیا اور فضول کی باتیں کرنے لگا۔ میں وہاں گیا اور فلاں مقام کو دیکھا۔ فلاں شے کا مشاہدہ کیا۔ اس عزیز نے کہا۔ اے صوفی تم جہاں کہیں بھی رہے اور جو کچھ بھی دیکھا مگر حقیقت یہ ہے کہ تم نے کچھ نہیں کیا اور نہ ہی سیاحت سے کام لیا۔ تیری اس فضول سیاحت پر مجھے افسوس ہے۔ ارے بھائی، مرد کامل وہ ہے جو بلاضرورت قطعی کوئی بات نہ کرے۔ کسی بھی خوشی سے خوش نہ ہووے اور کسی غم سے غمگین نہ ہووے اور خدا کے شدید عتاب کے باوجود ''احتساب نفس'' سے غافل نہ رہے۔ نفس کا ''احتساب'' بھی شدید ترین کام ہے۔

حکایت :- بنی اسرائیل میں ایک زاہد، عابد شب زندہ دار تھا جس نے ستر سال تک صرف عبادت کی۔ ایک مرتبہ انھیں کوئی شدید ضرورت پیش آئی۔ خدا سے دعا کی

[1] مکوِن بمعنی خالق۔ [2] مکوّن بمعنی مخلوق۔ [3] لایعنی۔ بیکار۔

مگر اس کی دعا بارآور[1] نہ ہوئی۔ اس کے بعد اس عابد نے اپنے نفس پر شکنجہ کسا اُسے شدید عتاب[2] میں ڈال دیا۔ اے نفس اگر تیری اطاعت اور تیری اتباع میں اخلاص ہوتا تو میری دعا ضرور قبول ہوتی۔ اس وقت کے پیغمبر کو حکم ہوا۔ اے پیغمبر اس زاہد کے پاس جاؤ اور یہ مژدۂ جانفزا سنادو کہ اپنے نفس کے ساتھ تیرا یہ احتساب، تیری ستر سالہ عبادت سے بہت زیادہ بہتر ہے۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی در عتاب خودمی باش ورنہ خود باطن تو خون گردد ہر کہ بانفس خود عتابے کرد از عتاب ہمہ مصون گردد	اے نخشبی اپنے نفس کو عتاب دینے میں لگے رہو ورنہ خود تیرا باطن خون بنکر رہ جائیگا جو اپنے اوپر عتاب کرتا ہے، ہر قسم کے عتاب سے وہ محفوظ و مصون ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

۶۸ سلک شصت و ہشتم

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ علم سے ہر ایک کا مطلوب ''عمل'' ہے نہ کہ صرف ''روایت'' مقصود ہے جس طرح چراغ جلانے سے مقصد، روشنی حاصل کرنا ہے نہ کہ حکایت بازی۔ اگر کسی شخص کی تھیلی میں نقد ''علم'' ڈال دیا گیا تو انھیں مناسب ہے کہ صرف علم کے جاننے پر اکتفا نہ کرے کیونکہ کسی شے کے جاننے اور عمل کرنے میں فرق ہے۔

[1] بارآور۔قبول۔ [2] شدید عتاب۔سخت عذاب۔

حکایت :- ایک مرتبہ حکیم بوعلی سینا[1] اور ابوسعید ابن ابی الخیر[2] کے درمیان ملاقات ہوئی۔ بوعلی سینا جب خواجہ ابوسعید کی مجلس سے رخصت ہونے کو کھڑا ہوا تو اپنے ایک صوفی دوست سے کہا- جو اتفاق سے حضرت شیخ ابوسعید کے مرید خاص تھے۔ میرے بعد جب بھی اپنے شیخ کی مجلس میں حاضر ہو اور شیخ میرے متعلق جو بھی گفتگو فرمائیں۔ تم لکھ لیا کرنا۔ بوعلی سینا یہ کہہ کر رخصت ہو گیا۔ شیخ نے اپنی مجلس میں ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں فرمایا بلکہ بوعلی سینا کے دوست نے ایک دن خود ہی دریافت کیا کہ حکیم صاحب کیسے آدمی ہیں؟ حضرت شیخ نے فرمایا- وہ ایک مرد حکیم اور طبیب حاذق ہے جو ''علم کثیر[3]'' تو رکھتا ہے مگر ''مکارم[4] اخلاق'' نہیں۔ صوفی دوست نے انھیں ارشادات کو قلم بند کر لیا اور بوعلی سینا کو بھیج دیا۔ اس تحریر کے مطالعہ کے بعد بو علی سینا نے خواجہ ابوسعید کو ایک مکتوب لکھا۔ جس میں یہ تحریر کیا۔ میں نے اخلاقیات پر

۱؎ حکیم بوعلی سینا- ایرانی نژاد چار مشہور اطباء میں سے ایک ہیں، نامور فلسفی اور طبیب ہیں، مورخ انھیں ''شیخ الرئیس'' بادشاہِ طب سے یاد کرتے ہیں اور مسلمان اطباء میں ان کا درجہ امام کا ہے۔ یہ تھرمامیٹر کا موجد ہے۔ اس نے اسلامی طب کو عروج تک پہنچایا۔ یہ ۹۸۰ء میں پیدا ہوا اور بخارا میں رہ کر علوم وفنون حاصل کئے۔ فقہ، طب، منطق، فلسفہ، اقلیدس میں آپ کو کافی مہارت تھی۔ اپنے ذاتی مطالعہ کی بدولت انھوں نے طب میں کافی شہرت حاصل کی۔ درس وتدریس، طبابت اور تصنیف وتالیف آپ کا مشغلہ تھا۔ مندرجہ ذیل کتب آپ کی اہم تصانیف ہیں- ۱۔ القانون فی الطب، ۲۔ کتاب الشفاء، اس کی اٹھارہ جلدیں ہیں، ۳۔ کتاب القولنج، ۴۔ کتاب الحواشی علی القانون، ۵۔ الادویۃ القلبیہ وغیرہ۔ ۱۰۸۰ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

۲؎ شیخ ابوسعید- نام فضل اللہ، کنیت ابوسعید مگر ابن ابی الخیر سے مشہور ہیں۔ یکم محرم ۳۵۷ ہجری میں مقام میہنہ میں پیدا ہوئے۔ ابوسعید کے والد ابوالخیر عطاری کا کام کرتے تھے اور لوگوں میں ''بابا باب الخیر'' کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت ابوالخیر صاحب ابوسعید کو سماع کی مجلسوں میں لے جایا کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم ابوسعید نے ''ابوالقاسم بشر سے لی۔ تفسیر، اصول فقہ اور حدیث میں مہارت تامہ حاصل کی۔ ابوسعید، ابوالفضل سرخسی کے مرید خلیفہ تھے اور تصوف کے فروغ میں انھوں نے زبردست خدمات انجام دیں، وعظ ونصیحت میں کثرت سے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ وصال شریف ۴ شعبان ۴۴۰ ہجری میں ہوا۔

۳؎ علم کثیر- بہت زیادہ علم، ۴؎ مکارم- اچھے اخلاق۔

بہت ساری کتابیں لکھ ڈالیں، اس کے باوجود آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ''ہم اخلاق نہیں جانتے''۔ خواجہ ابوسعید اس مکتوب کو پڑھتے ہی مسکرائے اور فوراً کہا۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ بوعلی سینا اخلاق نہیں جانتا ہے بلکہ یہ کہا تھا بوعلی سینا مکارم اخلاق نہیں رکھنا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی علم عمل کے ساتھ ہی اچھا لگتا ہے	نخشی علم با عمل نیکو
لہٰذا تجھے اسی قسم کا کام کرنا چاہیے۔ خود کو	بر تو بادا کہ کار چند کنی
اس طرح سمجھ کہ ''تم کچھ نہیں جانتے ہو''	ہم چنیں داں کہ تو نمی دانی
اگر تمہیں ''صاحب علم'' ہونا پسند ہے۔	ہم بدانستن ار پسند کنی

☆☆☆

۶۹ سلک شصت و نہم

اے مخاطب، ذرا ہمت سے کام لے کہ تیری بلند ہمتی اور عزم و حوصلہ کے سامنے بڑے بڑے سورماؤں کی ہمتیں بھی پست ہیں۔ اگر کسی کو ''سلیمانی سلطنت'' عطا کی جائے اور صرف وہ اسی کو دیکھتا اور نگرانی کرتا رہے تو یہ اسکی پست ہمتی ہے کیونکہ یہ سلطنت صرف مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کے مابین محدود ہے مگر بلند ہمتی غیر محدود ہے اس لئے کوئی اسے دیکھ کر نہ پورے طور پر خوش ہوسکتا ہے اور نہ ہی اسے مکمل طور سے دیکھ سکتا ہے۔ نمرود کو پوری روئے زمین کی سلطنت دی گئی۔ اس کے باوجود تیر و کمان لے کر آسمان کی طرف بڑھا کہ اس پر بھی اپنا قبضہ و تسلط قائم

کر لے۔ اے میرے عزیز، یہ امت ایک بہترین امت اور بلند ہمت ہے۔ اس کی بلند ہمتی کا عالم یہ ہے کہ اس امت کے افراد میں سے کسی ایک کے لئے بہشت آراستہ کر دیا جائے اور کہا جائے یہ سب تمہارے لئے ہے۔ تو اس کا یہی جواب ہوگا اسے کسی منکر یہود کو دیدیا جائے کیونکہ مجھے تو صرف ان کی ذات مقدسہ سے کام ہے اور اسی میں مشغول رہنا ہے۔ اس کے سوا کسی اور شے (خواہ وہ جنت ہی کیوں نہ ہو) میں مشغول رہنا میرا مقصد نہیں۔ خلفاء میں ایک خلیفہ علی عیسیٰ بھی تھے۔ حضرت شبلی[1] علیہ الرحمتہ کا زمانہ بھی یہی ہے۔ دونوں کے مابین ایک مکالمہ ہوا جو درج ذیل ہے.....

خلیفہ- اے شبلی میں نے سنا ہے تیرے ہاتھ جو کپڑا لگتا ہے تم اسے جلا دیتے ہو۔

شبلی علیہ الرحمہ- ہاں تم نے ٹھیک ہی سنا ہے اگر میرے ہاتھ میں جنت و دوزخ ہوتا تو اسے بھی جلا دیتا کیونکہ یہ دونوں اللہ کے خاص بندوں کو مشغول رکھتے ہیں۔

لوگوں نے ٹھیک ہی کہا ہے- دنیا خدا کا دشمن ہے اور اسکے دوستوں کا بھی، بلکہ اس کے دشمنوں کا بھی دشمن ہے۔ دنیا خدا کا دشمن اس وجہ سے ہے کہ یہ اس کے دوستوں کو اس تک پہنچنے ہی نہیں دیتی ہے بلکہ راستہ ہی سے اُچک لیتی ہے۔ اور یہ دوستوں کا دشمن اس اعتبار سے ہے کہ دنیا خدا کے دوستوں کو خود اپنے میں مشغول رکھتی ہے اور اپنے پاس سے نکلنے ہی نہیں دیتی ہے اور یہ خدا کے دشمنوں کا اس وجہ سے دشمن ہے کہ اس کے دشمنوں کو بھی ایسی قوت حاصل ہو جاتی ہے جن سے استدراج کا صدور ہوتا ہے۔ اے میرے عزیز۔ ذرا سوچو تو سہی، جو تجھے دوستوں سے جدا رکھ کر کسی اور میں یا خود میں مشغول رکھے۔ وہ تیرا دوست ہو سکتا ہے، نہیں بلکہ وہ تیرا دشمن ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت رابعہؒ سے پوچھا کیا آپ ابلیس[2] کو دشمن تصور کرتی ہیں؟

[1] حضرت شبلی۔ دیکھئے سلک: ۸۔ [2] معلم ملائکہ تھا اور نورانی جھولہ پر جھلتا تھا مگر حضرت آدم کو سجدۂ تعظیمی نہ کرنے کے سبب راندۂ درگاہ ہوگیا جس کا تفصیلی ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔

انھوں نے جواب دیا نہیں قطعی نہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ ابلیس کو کس وجہ سے دشمن تصور نہیں کرتیں؟ رابعہ نے جواب دیا...... دوست کی یاد میں اس قدر مشغول و منہمک رہتی ہوں کہ دشمن کی یاد تک نہیں آتی ہے۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشبی دوستی عجب کارے است ولے ازوے بیروں خاکے نیست ہر کہ مشغول دوستی کس است گر جہاں دشمن است باکے نیست	نخشبی دوستی بھی کارِ عجیب ہے اور اس سے کوئی بھی خاکی باہر نہیں جو کسی کی دوستی میں مشغول ہوا دنیا اگرچہ اسکا دشمن ہو پھر بھی کوئی ڈر نہیں۔

☆☆☆

۷۰ سلک ہفتادم

اے طالبو! اگر تم مردان راہ کے متلاشی ہو تو انھیں لباسوں میں تلاش مت کرو کیونکہ جو لوگ صفت خلت سے متصف تھے، انھیں جب منجنیق کے دہانہ پر لوگوں نے رکھا تو ان کے لباس بھی اتر والئے، تو پھر انھیں ظاہری لباس کی کیا حاجت؟ ان کا تقویٰ خود ان کا لباس ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام سراپا ایمان تھے اور تقویٰ ان کا لباس تھا، کہا گیا ہے...... الایمان عریان لباسه التقوی - کہ ایمان عریاں ہے اور اس کا لباس تقویٰ ہے۔ سنو سنو! حضرت ابراھیم علیہ السلام جب آتشِ نمرود میں اترے، تو آگ کو اس قدر مسکین و عاجز پایا کہ آپ کا دل آگ کے لئے پسیج گیا۔ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں...... میری راہ میں جس قدر کانٹے اور

مشکلات پیدا کئے گئے اتنی کسی اور کی راہ میں نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا، کوئی بلا نہیں اور زکریا علیہ السلام کا ٹکڑے ٹکڑے کیا جانا، کوئی محنت نہ تھی، ہاں...... محنت یہ ہے جو میرے سر پر ڈال دی گئی ہے اور تمام اہل آسمان پر مجھے فوقیت دی گئی کہ تمام اولاد آدم کی معصیتیں میرے دامن شفاعت سے منسلک کر دی گئیں۔ تمام بے راہ روؤں کی راہ مجھ تک آتی ہے۔ تمام مجرموں کا عذر مجھے ہی تلاش کرتا ہے۔ تمام کاہل لوگ میرے ہی سہارے کام کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی مجھے قاب قوسین او ادنیٰ کی مسند پر بیٹھایا گیا اور کبھی ابو جہل کے آستانۂ جفا پر۔ کبھی مجھے شاہد و مبشر کا لقب دیا اور کبھی ساحر و مجنوں کا، کبھی جبرئیل[1] کو میرا ہم رکاب کیا، اور کبھی بغیر مصالحت کے مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا۔ کبھی تمام ملکوت کی کنجیاں اور خزانے میرے دروازہ پر اور کبھی بقدر جو روزی، کبھی میرے غلام کے ہاتھوں خیبر پر فتح دی گئی اور کبھی میرے دندان شہید کئے گئے تاکہ لوگ جان لیں کہ میرا ہی وہ واحد راستہ ہے جو بلاؤں سے پُر ہے۔ اگر اس راہ کو طے کرنا چاہتے ہو، سروں کے پاؤں سے طے کرو ورنہ اس راہ کی زحمت برداشت کرنے کی کیا ضرورت؟ یہ راہ پائے معتاد[2] سے طے نہیں کی جاسکتی ہے۔ سنو سنو۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا...... حمی لیلة كفارة سنة - ایک رات کا تپ محرقہ سال بھر کی خطاؤں کا کفارہ ہے۔ ایک صاحب نے اپنا ہاتھ آپ کے دستِ مبارک پر رکھا اور عرض کیا - یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر تیز بخار تو اب تک کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا - اس قدر زیادہ شرف و منزلت جو مجھے حاصل ہے کسی اور کو نہیں۔ اس طرح جو شدید رنج و محنت مجھے دی گئی ہے اوروں کو نہیں دی گئی۔

---

[1] چار بڑے اور مشہور فرشتوں میں سے ایک کا نام جبرئیل ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں وحی لے کر آیا کرتے تھے۔ بارہا حضرت جبرئیل انسانی شکل میں نازل ہوئے۔ حدیث جبرئیل اس پر شاہد ہے۔

[2] پائے معتاد - عادت کے طور پر چلنے والا پاؤں۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی قربت بغیر مصیبت کے حاصل نہیں ہوتی، دیکھئے تیشہ کا زخم ہمیشہ کان کے دلوں پر پڑتا ہے جو عشق سے دور رہا وہ غم سے دور ہوا۔ غم اور محنت تو صرف مقرب لوگوں کے لئے ہوا کرتی ہے۔	نخشی قرب بے بلا بنود زخم تیشہ ہمیشہ بر دلِ کان است ہر کہ از عشق دور از غم دور غم و محنت برائے نزدیکاں است

☆☆☆

۷۱ سلک ہفتاد و یکم

ایسے افراد جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں انھیں اگر دیگ کے لئے نمک کی ضرورت ہوتی ہے یا بکریوں کے لئے چارہ کی؟ تو صرف خدا سے طلب کرتے ہیں کسی اور سے نہیں کیونکہ وہ ایسا کریم اور جود وعطا والا ہے جو دیتا رہا ہے اور دیتا ہی رہے گا۔ ایسا نہیں کہ آج دیا تو کل نہیں یا پھر کل دے گا تو آج نہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب ہوا......

فقل لہ قولاً لینا　　نرمی کے ساتھ ان سے کلام کرو۔

موسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا، آپ حیران ہوئے، فرعون[۱] جیسے سرکش کے لئے۔ یہ فضل و کرم؟ پھر خطاب آیا۔ اے موسیٰ ذرا انتظار کر۔ کل بروز حشر میرے فضل کا بچشم

---

[۱] فرعون- مصر کے بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا۔ تاریخ میں اس لقب سے تین بادشاہ ملقب ہوئے۔ (۱) فرعون- سنان بن الاشعل بن علوان، (۲) فرعون- ریان بن الولید (۳) الولید بن مصعب، اس تیسرے فرعون کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔

سر مشاہدہ کر لینا، بیان کیا جاتا ہے۔کل بروز حشر لوگ فرعون کے پاس جائیں گے اور کہیں گے تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام آئے، ایمان کی ترغیب دی، باوجود اس کے تم ایمان نہ لائے، فرعون انکار کر بیٹھے گا کہ نہ موسیٰ آئے اور نہ انھوں نے ایمان پیش کیا۔ حضرت موسیٰ سے گواہ طلب کیے جائیں گے کہ اے موسیٰ تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ موسیٰ کو پریشانی لاحق ہوگی، اب کیا کیا جائے۔ وہ بے مثال قاضی ہے اور ان کی عدالت بھی بے مثال ہے۔ حضرت موسیٰ میرے مولیٰ ﷺ کے روبرو حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اب کیا کیا جائے؟ فرعون نے سب کیے دھرے پر پانی پھیر دیا اور قاضی بے مثل گواہوں کو طلب کر رہا ہے۔ رحمت عالم اپنی امت میں سے کچھ لوگوں کو بلائیں گے اور حکم ارشاد کریں گے جاؤ اور عدالت عالیہ میں گواہی دو۔ (زہے نصیب) جب یہ لوگ گواہی دیں گے تو فرعون تنقید کرتا ہوا کہے گا - اے اللہ یہ کہاں سے آگئے، اس زمانے میں تو تھے نہیں۔ پھر ان کی گواہی کیسی؟ یہ گواہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کریں گے یا رسول اللہ ﷺ فرعون نے میری گواہی پر انگلی اٹھادی (تدارک فرمائیں) آپ ارشاد فرمائیں گے جاؤ اور یہ کہدو گواہی کے لئے صرف کسی کے تعلق سے علم قطعی کا ہونا ہے اور وہ علم یہاں ثابت ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے……

اذهب الیٰ فرعون انه طغی.	فرعون کے پاس جا، اس نے سر اُٹھایا

اس آیت سے حاصل شدہ علم ویقین کی بنیاد پر گواہی دی گئی اور یہ گواہی معتبر ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شہادت کے بعد ارشاد فرمایا……

هٰذا عدلی مع من قال انا ربکم الاعلیٰ فکیف یکون فضل مع من قال سبحان ربی الاعلیٰ	یہ میرا انصاف اسکے ساتھ ہے جس نے انا ربکم الاعلیٰ کہا۔ پھر میرا فضل وکرم اس کے ساتھ کس طرح کا ہوگا جو سبحان ربی الاعلیٰ کہے گا۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی آنکہ کرد خارستاں بوستاں را کجا کند ضائع ہر کہ بر دشمناں بخشاید دوستاں را کجا کند ضائع	نخشی جس نے خارستان[1] کو بھی نوازا ہے وہ بوستاں کو کس طرح چھوڑ سکتا ہے۔ جو دشمنوں پر بھی عنایت کرتا ہے وہ دوستوں کو کس طرح محروم کرے گا۔

☆☆☆

۷۲ سلک ہفتاد و دوم

یقین جانئے، آج کام کا دن ہے جو بھی کرنا ہے آج ہی کر لیجیے۔ اگر خون کا آنسو رونا ہے تو پھر رو لیجیے کیونکہ آج کی ''اشک شوئی'' کل کی ''خوں زاری'' سے کہیں بہتر ہے۔ کل کی یہ خوں زاری کسی کام کی نہیں۔ کوئی غنی و توانگر ایسا نہیں ہے جو حالت نزع میں یہ تمنا نہ کرتا ہو، کاش میں بھی فقیر ہوتا۔ حضرت ملک الموت کسی کے سرہانے پہنچے اور دیکھا وہ موج و مستی کی حالت میں ریشمی گاؤ تکیہ لگائے ہوا ہے۔ ملک الموت کے اعوان و انصار[2] نے کھینچ کر ایک لات رسید کی اور کہا۔ اب بھی ''خواجگی'' کا دعویٰ کر رہا ہے۔ ذرا انھیں تو دیکھو جو ''گوشۂ مسجد'' یا پھر قبرستان کے ایک کونے میں اپنے لئے خاک کا بستر اور اینٹ کا تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ حالانکہ ابھی انھیں سپرد خاک بھی نہیں کیا گیا کہ خدائے پاک تک رسائی حاصل کرے۔ اے میرے عزیز، اس جہاں کی ''خواجگی'' بھی ایک قسم کی غلامی ہے۔ کسی کا غلام بن کر رہو، یہ صورت اس سے

[1] خارستان۔ کانٹوں بھری زمین۔ [2] اعوان و انصار۔ معین و مددگار۔

بہت بہتر ہے کہ تم اپنے آپ کو "خواجہ" کہلواؤ۔ میں ایسے خواجہ کا غلام ہوں جو بذات خود غلام کی زندگی بسر کرتا ہے۔ کوئی "خواجہ" غلام کہلوانے سے غلام نہیں ہوتا ہے اور غلام "خواجہ" کہلوانے سے خواجہ نہیں ہوتا ہے مگر خود کو غلام کہنے اور کہلوانے میں کچھ اہم معاملہ ہے۔

حکایت :- ایک مرتبہ کسی یہودی نے خواجہ حسن بصری[1] کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟ خواجہ موصوف نے فرمایا، تم خدا کے دشمن ہو۔ پھر کہا تم اپنے بارے میں کیا خیال رکھتے ہو۔ جواب دیا۔ خدائے پاک کا دوست ہوں۔ یہودی نے کہا، اے خواجہ اپنے آپ پر اس قدر غرور مت کر، اور یہ بھی سن لے، آج ہی میرے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام خالد رکھا۔ وہ آج ہی مر گیا۔ اس اعتبار سے وہ خدا کا ہم نشیں ہوگا۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی ہم بنام غرہ مشو	اے نخشی صرف نام پر نازاں مت ہو،
دوست بادوست ایں پیام کند	ایک دوست دوسرے دوست کو یہی پیام
عملے نیک کے تواند کرد	دے، وہ عمل نیک کس طرح کر سکتا ہے
آنکہ او اکتفا بنام کند	جو صرف نام پر ہی بھروسہ رکھتا ہے۔

☆☆☆

[1] خواجہ حسن بصری دیکھئے سلک: ۱۴۔

۷۳

سلک ہفتاد و سوم

کارخانہ حقیقت میں کام کرنے والوں کا ارشاد ہے- اگر کوئی کچھ کام کرے، تو انھیں چاہیے کہ اپنے کام کو کام تصور نہ کرے۔ ایک درویش سے جو بذات خود، شیر بیشہ[1] کرامت تھے۔ لوگوں نے پوچھا- کیا تجھے کوئی شیر دیکھنے کو آتا ہے جواب میں درویش نے کہا- کتا کتا کے پاس آئے۔ اس سے کیا فائدہ؟ حضرت امام جعفر[2] صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روز روش سے کہیں زیادہ درخشاں تھے، سے لوگوں نے دریافت کیا- وہ کون سی طاعت ہے جو بندے کو خدا سے دور کر دیتی ہے؟ اور وہ کون سی معصیت ہے جو بندے کو خدا سے قریب کر دیتی ہے؟

امام جعفر صادق نے جواب دیا...... وہ طاعت بندہ کو خدا سے دور کر دیتی ہے جس کے دل میں غرور ہو اور پھر یہ پندار[3] کہ ہاں ہم بھی کچھ ہیں۔

وہ معصیت خدا سے نزدیک کر دیتی ہے جس کے شروع میں غفلت ہو، اور آخیر میں ندامت۔

---

۱ شیر بیشہ- جنگل کا شیر (مگر یہاں مراد ایک عظیم شخصیت سے ہے)

۲ امام جعفر- آپ کا اسم گرامی جعفر بن باقر بن زین العابدین ہے۔ کنیت ابوعبداللہ یا ابو اسماعیل ہے اور القاب الصادق، الفاضل، الطاہر ہے مگر الصادق زیادہ مشہور ہے۔ ۸۰-۸۲ ہجری مدینہ پاک میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ مناقب کثیرہ اور فضائل عدیدہ کے حامل تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ جو دعا فرماتے فوراً قبول ہو جاتی۔ آپ سلسلہ قادریہ کے اہم بزرگ ہیں۔ آپ کا وصال ماہ شوال ۱۴۸ ہجری میں ہوا۔ جنت البقیع میں آپ مدفون ہیں۔ (ماخوذ از نور الاصفیاء، ص:۱۶۶)

۳ پندار- غرور۔

حکایت :- حضرت بشر حافی[1] ایسے بادشاہ تھے جو برہنہ سر، اور ننگے پاؤں رہا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا- میرے لئے اس چھوٹی سی بچی کی باتوں سے زیادہ اور کوئی تازیانہ سخت نہیں جو اس نے مجھ سے کہی تھی۔ واقعہ یہ ہے حضرت خواجہ حسن بصری[2] کے گھر ایک چھوٹی سی بچی رہتی تھی۔ میں ان کے دروازہ پر گیا، کنڈی بجائی۔ اندر سے آواز آئی کون؟ میں نے کہا- میں بشر حافی ہوں۔ بچی نے فوراً کہا- اے بشر حافی ابھی اسی وقت بازار جا اور جوتا خرید کر اپنے پاؤں میں ڈال۔ تا کہ آنے والے دنوں میں لوگ اپنے آپ کو بشر حافی نہ کہہ سکیں۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی مردے خود ستا بنود باطن من بے تصور کرد کس بنا شد یقین تصور کن آنکہ خود را بے تصور کرد	اے نخشبی کوئی آدمی خود اپنی تعریف نہ کرے کہ میرے باطن نے مجھے بے تصور کر دیا کوئی ایسا نہیں جو تصور کو یقیں کر بیٹھے جس نے خود کو بے تصور کر دیا، وہ ایسا کیوں کرے؟

☆☆☆

۱۔ بشر حافی - نام بشر بن حارث کنیت ابو نصر اور حافی سے مشہور ہیں، مقام جدہ کے رہنے والے تھے۔ مگر بغداد میں رہائش اختیار کر لی۔ علی بن خشرم کے بھانجے تھے۔ بڑی شان کے مالک تھے۔ اپنے دور کے تمام اولیاء اور عارفوں کے سردار تھے، ان کی وفات ۲۲۷ ہجری یا ۲۲۹ ہجری میں ہوئی اور دوسرے دن کی صبح کو لوگ جنازہ لے کر چلے اور مدفن تک پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی، جو ان کے جنازہ میں شریک ہوا ان کی مغفرت کر دی گئی جیسا کہ جامع کرامت اولیاء میں ہے۔

۲۔ خواجہ حسن بصری دیکھئے سلک ۱۴۔

۷۴ سلک ہفتاد و چہارم

راہِ طریقت کے پیش رو، اور فرقۂ حقیقت کے مقتدا کا ارشاد ہے۔ ہر کوئی لائق اقتدا نہیں، ہاں ہر ایک کی اقتدا وہی کرتا ہے جو لوگ سرسری طور پر کام کرتا ہے اور سائلوں کی طرح ہر در سے سوال کرتا ہے۔ ابوسفیان[1] اور معاویہ[2] دونوں بخیل تھے کہ انھوں نے ''روٹی'' میں بخیلی کی اور یزید[3] نے اس کی اقتدا کرتے ہوئے کربلا کے میدان میں ''پانی'' کے عطا کرنے میں بخیلی کی۔ اس طرح ''یزید'' نے کار بخالت کو ''انتہا'' تک پہنچا دیا۔ لہٰذا اقتدا ایسوں کی کی جائے جس کی برکت سے تجھے کوئی فائدہ حاصل ہو اور کوئی ''انتباہ'' اے درویش! اصحاب کہف کو جو 'انتباہ' حاصل تھا۔ وہ صرف ''سگ اور گربہ'' سے حاصل تھا اور حال یہ ہے کہ آدمی آدمی سے ''متنبہ'' نہیں ہوتا۔ تو پھر یہ کس طرح صادق آئے گا کہ اگر مرد بزرگ وزیرک اپنے مقام ومنصب پر نازاں نہ ہووے، تو کوئی بھی مقام ان کے لئے بہشت سے بہتر نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ آدم نے بہشت سے پایا، جو انھیں پانا تھا۔ طاعت بسیار پر فریفتہ نہ ہووے کہ ابلیس نے اپنی عبادت سے وہ پایا جو اس کو ملا۔ اپنے زہد اور معرفت پر بھروسہ مت کرو کہ تم نے

---

۱ ابوسفیان۔ ابوسفیان بن صخر بن حرب اموی قریشی تھے۔ ایام جاہلیت میں اشراف قریش سے تھے۔ عام الفیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ حضرت معاویہ کے والد تھے۔ وفات ۳۴ ہجری میں ہوئی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

۲ معاویہ بن سفیان یزید کے والد اور کاتب وحی تھے، ۶۰ ہجری میں ان کا وصال ہوا اور ۸۴ سال کی عمر پائی، ان کے پاس تبرکات ازار پاک، چادر مبارک، بال مبارک، قمیض اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن مبارک تھے۔

۳ یزید بن معاویہ ایک مشہور نام ہے جسے اہلِ اسلام خوب جانتے ہیں۔ ۶۱ھ میں کربلا کا واقعہ منصۂ شہود پر آیا۔ یزید ہی کی ایماء پر یہ حادثہ جانکاہ ظہور میں آیا۔ یزید فاسق وفاجر تھا اور منصب خلافت کا غاصب تھا۔

بلعم باعور[1] کی حکایت سنی ہوگی اور نیک لوگوں کی صحبت پر بھی زیادہ اعتماد نہ کر، ابولہب[2] کا قصہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

حکایت :- ابوطالب[3] کا انتقال ہوا۔ آپ ﷺ جنازہ کے ساتھ چل رہے تھے۔ جنازہ کی طرف نگاہ ناز اُٹھاتے، اور پھر اپنی چادرِ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے۔ بعداز دفن عرض کیا گیا- یارسول اللہ! کیا معاملہ تھا۔ جو میں نے جنازہ کی معیت میں دیکھا۔ ارشاد فرمایا- عذاب کے فرشتے آن پہنچے تھے اور مجھ سے اس بات کی اجازت چاہ رہے تھے کہ ابوطالب کو اُوپر سے ہی اُٹھالیا جائے۔ میں انھیں اپنی مبارک چادر کا واسطہ دے کر روک رہا تھا کہ کچھ دیر توقف کرو۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی قابل نکوئی شد خوان ادبار مائدہ ندھد گر تو نیکو نہ ترا ہر گز صحبت نیک فائدہ ندھد	نخشی کسی نیکی کے لائق ہو جا کہ کھوٹے سکوں سے دسترخواں نہیں سجتا ہے۔ اگر تم نیک نہیں ہو تو پھر سن، اچھی صحبت قطعی تجھے فائدہ نہیں دیگی۔

☆☆☆

[1] بنی اسرائیل کے ایک عابد اور مستجاب الدعوات شخص کا نام ہے قوم نے جمع ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بددعا کی درخواست کی، بددعا کے وقت ان کی زبان سے حضرت موسیٰ کے نام کی جگہ خود انھیں کا نام نکلا۔ یہ سگ اصحاب کہف کی شکل میں دوزخ میں جائیں گے اور ان کا کتا ان کی شکل مین جنت میں جائیگا۔

[2] عبدالمطلب کے بیٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ اسلام کے سخت مخالف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے ڈالا کرتا تھا۔ ثوبیہ ان کی باندی تھی جو مومنہ تھی۔

[3] ابوطالب- عبدالمطلب کے بیٹے اور سرکار علیہ السلام کے چچا تھے۔ انھیں کے زیر نگرانی آپؐ نے پرورش پائی۔ ابوطالب آپ پر بہت زیادہ مشفق و مہربان تھے۔ ہر دشوار گھڑی میں انھوں نے آپ کا ساتھ دیا۔ سرکار کی خواہش تھی کہ آپ اسلام قبول کرلیں مگر ابوطالب قریش کے طعن و تشنیع کے خوف سے آغوشِ اسلام میں نہ آسکے اور کہا- اخترت النار علی العار...... میں نے طعن و تشنیع پر جہنم کو ترجیح دی۔

۷۵ سلک ہفتاد و پنجم

کتاب سعادت کے اے رخِ زیبا، سابقہ امتوں کی کتابیں، مثلاً زبور، انجیل، توریت وغیرہ۔ یکبارگی نازل ہوگئیں مگر ''قرآن مقدس'' جو اس امت کی کتاب ہے قسطوں میں اور بتدریج نازل ہوئی۔ آخر اس میں کیا راز ہے؟ سنو سنو! سابقہ امتیں عالم عشق سے بے خبر تھیں اور ''لذّتِ ذوق'' سے ناآشنا مگر یہ امت تو ''آتشِ عشق'' میں سوزاں، اور تیر عشق سے مجروح تھی۔ اسی لئے تو یہ کتاب بتدریج نازل ہوئی۔ تاکہ ایک ''عاشق کے پاس معشوق کا محبت نامہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد پہنچتا رہے اور لذت عشق میں ہر آن اضافہ ہوتا رہے۔ اس وقت کسقدر سرمایۂ خوش، اور لذت ذوق وشوق حاصل ہوگی۔ جب بروز قیامت، ہم سب کا یہ حال ہوگا کہ جب لوگ یہ کہتے نظر آئیں گے کہ۔

وجوہ یومئذٍ ناظرۃ الیٰ	آج کے دن کچھ چہرے تروتازہ ہیں
ربھا ناظرۃ	اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہیں۔

اس حصولِ سعادت کے بعد عشاق مشاہدہ حق سے خود رجوع کریں گے، یا پھر واپس کردیئے جائیں گے۔ اگر خود واپس ہوجائیں تو یہ ملامت ہوگی اور واپس کردیئے جائیں تو بخل ہوگا۔ اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے۔ عشاق نہ تو واپس ہونگے اور نہ ہی واپس کئے جائیں گے بلکہ جمال یار کے دیدار میں منہمک و مستغرق رہیں گے۔ ہاں جب جلال کی صفت کا جلوہ دیکھیں گے تو عشاق خود احتراز کریں گے۔ اے میرے عزیز۔ بہشت کے آٹھوں درجات حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو دیئے گئے۔ جس دن آپ خلاف اولیٰ کے مرتکب ہوئے۔ جنت سے باہر تشریف

لائے۔ مگر عشق کا کوئی ایک ذرہ بھی انھیں عطا ہوا۔ جس کے سبب وہ "ذات بحت[1]" سے ابدالآباد[2] تک جڑے رہیں گے۔ اس خلاف اولیٰ کا ارتکاب ان سے کسی اور سبب سے نہیں ہوا بلکہ اس وجہ سے ہوا کہ حضرت آدم پورے طور پر عشق و محبت میں مشغول و منہمک رہے۔ برخلاف ابلیس لعین کے، اس سے گناہوں کا صدور "فراغت قلب" کے سبب ہوا۔ نہ کہ مشغولی قلب کے سبب۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشبی از فراغ دل برداشت	نخشبی فراغ کے سبب بیکار دل رکھتا ہے
غم دل بجز چراغ دل بنود	دل کے چراغ کا تیل غم دل کے سوا نہیں
دلِ فارغ نشاں بیکاری است	ہے دل فارغ ہی بیکاری کی علامت ہے
عاشقاں را فراغ دل بنود	عاشقوں کے لئے فراغ کہاں ہوتا ہے۔

☆☆☆

۷۶ سلک ہفتاد و ششم

عہد و پیماں والے ایسے ہوتے ہیں جن کے عہد و میثاق کا شیشہ پتھر سے بھی نہیں ٹوٹتا ہے بلکہ محفوظ رہتا ہے۔ انھیں لوگوں کا ارشاد ہے......

الحاقة ما الحاقته - قیامت کہ وہ قیامت کیا ہے؟

اللہ کی طرف سے اشارہ ہوگا - بندۂ عاصی کو حاضر کرو۔ اللہ ارشاد فرمائے گا- اے بندہ تیری وہ سب نمازیں کیا ہوئیں؟ بندہ عرض کرے گا۔ اے مولا میری نمازیں

[1] ذات بحت - خدا کی ذات۔ [2] ابدالآباد - ہمیشہ سے ہمیشہ۔

میرے دشمن لے گئے۔ پھر ارشاد ہوگا۔ اچھا یہ بتا، تیرا صدقہ، حج، اور زکوۃ و جہاد کیا ہوا؟ عرض کرے گا۔ وہ سب تو مظلوموں نے لوٹ لیا۔ پھر ارشاد ہوگا۔ اس پیمانہ محبت کا کیا حال ہے؟ جو تونے "روز ازل" مجھ سے کیا تھا۔ بندہ عرض کریگا اے بادشاہ! اس "عہد محبت" پر تو اب تک کلمہ "بلیٰ" کی مہر لگی ہوئی ہے۔ اسے کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔ ارشاد باری ہوگا۔ اے میرے بندے۔ کوئی خوف نہ رکھ، حزن وملال کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ لدینا مزید۔ میرے پاس اور بھی زیادہ ہے۔ ابھی تو تیرے پاس ایسا سرمایہ ہے جس کے منافع میں نہ کمی آئی ہے اور نہ آئے گی۔ تو پھر سنو، اے میرے بندے......

هذه جنتي فادخل۔ یہ میری جنت ہے اس میں داخل ہو جا۔

هذه رويتي فانظر۔ یہ میرا جلوہ ہے، آ اور اسے دیکھ۔

اے میرے عزیز۔ غور تو کرو۔ عالم قرب سے آج ایک مہمان ذی وقار تیرے گھر آیا ہے اور وہ "مہمان" صرف تیری "روح" ہے۔ حسب استطاعت اور امکان کی حد تک اس کی عزت کرو۔ اس جہان فانی میں تو اور تیرے اعضائے جسمانی مثلاً ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان اور دیگر اجزائے جسم اس مہمان کی عزت بجالائیں گے، اس کے کہے پر عمل کریں گے اور اس کے بہترین ساتھی ثابت ہونگے۔ یقین مانو، جب یہ مہمان یعنی روح اپنے گھر واپس ہوگی۔ عالم بالا کو پرواز کرے گی۔ تو پھر عالم قرب میں پہنچ کر سلطان حقیقی سے تیرے بارے میں بتائے گی۔ تیرے تمام شکریوں کو بیان کرے گی اور مخلصانہ انداز میں عرض کرے گی۔ خداوندا! فلاں بندہ نے اور اس کے تمام اعضاء نے میری عزت کی اور میرے کہے پر عمل کیا۔ میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اے اللہ، وہ فلاں بندہ تیرے احسان اور خلعت کا مستحق ہے، ہاں

اسکے ساتھ بخشش وکرم کیے جائینگے۔ خلعت وانعام سے وہ نوازا جائے گا۔ بندہ کے "پاؤں" کی جو خلعت ہوگی وہ یہ ہے۔

ادخلوها بسلامٍ آمنين	جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ کہ تم امن وسلامتی والے ہو۔

خلعت دست کی یہ شان ہوگی

يتنازعون فيه كاسا	اس میں ہاتھوں ہاتھ جام شراب کو لینگے

منہ کی خلعت بھی عجیب وغریب ہوگی

لحمُ طير مما يشتهون	پرندوں کا گوشت جس کی وہ خواہش کریں گے

کان کی خلعت کا یہ عالم ہوگا۔

سلام قولا من رب رحيم	پروردگار عالم کی جانب سے سلام ہو جو مہربان ہے

زبان کی خلعت کا یہ حال ہوگا۔

الحمد لله الذى صدقنا وعده	تمام خوبیاں ہیں اللہ کے لئے جس نے اپنا وعدہ سچ کر کے دکھایا۔

چہرہ کی خلعت اس انداز کی ہوگی۔

وجوه يومئذ ناضرة	اس دن کہ چہرے تروتازہ ہونگے

اور آنکھوں کی خلعت کا یہ عالم ہوگا۔

الىٰ ربها ناظرة جزاء مما	اپنے رب کو دیکھ رہے ہونگے۔
كانوا يعملون	یہ اس کی جزا ہے جو اس نے کیا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی جہاں تک ہو سکے نیکی کر، کیونکہ اچھے سامان کی قیمت بھی اچھی ہوتی ہے نیکی سے کوئی بھی نقصان نہیں اُٹھاتا نیک عمل کی جزا بھی تو نیک ہوتی ہے۔	نخشی تاتوانی نکوئی کن سلعۂ نیک را بہا نیک است از نکوئی کسے زیان نکند عمل نیک را جزا نیک است

☆☆☆

۷۷ سلک ہفتاد و ہفتم

ارباب مجاہدہ فرماتے ہیں خواجہ ابوالحسن خرقانی[1] رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا۔ اے اللہ میرے ساتھ دو قسم کا معاملہ کر۔

اول۔ نزع کے وقت میرے پاس ''ملک الموت'' کو نہ بھیج کہ ان سے میرا جھگڑا ہو جائے گا۔ ان سے میں نے جان تو لی نہیں؟ پھر انہیں واپس کیوں کروں؟ اے اللہ، تو نے مجھے ''جان'' دی ہے لہٰذا واپس بھی تو ہی لے، پھر دیکھ میں کس قدر خوش اسلوبی سے اپنی جان واپس دیتا ہوں۔ وہ ساعت سعید کیا خوب لطف و مزہ دے گی؟ تو کہہ۔ اے ابوالحسن، دے، اور میں کہوں، یا مولائی، لے یہ جان حاضر۔

دوم۔ قبر میں سوال کرنے کے لئے میرے پاس فرشتوں کو نہ بھیج میرا تو وہی ایک

[1] خواجہ ابوالحسن خرقانی۔ آپ ابدال اور مادرزاد ولی تھے اور درجۂ محبوبیت پر فائز تھے۔ اولیائے متقدمین میں آپکا رتبہ بلند تھا۔ فن سلوک کے امام و پیشوا تھے اور ہمہ وقت مراقبہ میں رہا کرتے تھے۔ آپکا علم، علم لدنی تھا آپکے مناقب و فضائل بیشمار ہیں۔ تصوف کی کتابیں آپ کی تعلیمات اور ارشادات سے بھری ہوئی ہیں۔ ۱۵ر رمضان ۴۲۵ ہجری میں آپکا وصال ہوا۔ خرقان میں مزار پاک ہے جو مرجع خلائق ہے۔

جواب ہے جو میں نے کہہ دیا ہے۔

الست بربکم قالو ا بلی   کیا میں تیرا رب نہیں؟ سب نے ملکر کہا- ہاں!

"بلی" کہنے والوں نے اپنی اپنی نیکیوں کے سبب تیرے ساتھ ایسا معاملہ کیا جو تمام مذاہب وادیان میں لائق ستائش ہے۔

سنو سنو! ایک بزرگ نے فرمایا- کچھ اہل کفر کے مابین میں نے ایسی تین چیزیں دیکھیں جو "صدیقین" کی علامتیں تھیں۔

اول - ایک کو دیکھا کہ وہ گرا اور جان، جاں آفریں کے سپرد کردی۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا۔ یہ کیوں گر پڑا؟ جواب دیا ان کی نظر کبھی بھی کسی کی شرم گاہ پر نہیں پڑی اور اب جب پڑ گئی۔ شرم کے مارے گر پڑا اور اپنی جان دیدی۔

دوم - ایک کو میں نے "تختہ دار" پر لٹکا دیکھا۔ میں نے پوچھا، انھوں نے کیا گناہ کیا جو "تختہ دار" پر ہے۔ لوگوں نے جواب میں کہا، سرِ بازار انھوں نے "بڑے بت" کا تذکرہ کیا تھا۔

سوم - میں ایک ایسے "سبزی فروش" کی دوکان پر گیا، جو کم لیتا تھا اور صحیح ناپ سے تولتا تھا۔ میں نے کہا، یہ کیا معاملہ ہے؟ اس سبزی فروش نے کہا مجھے شرم آتی ہے کہ ٹھیک ٹھاک لوں اور کم تولوں[1]۔

---

[1] نوٹ- شرم گاہ پر نظر نہ ڈالنا، بتوں کا تذکرہ نہ کرنا اور صحیح ناپ تول۔ یہ تینوں ایسے اعمال ہیں جو **حسن لذاتہ** ہیں۔ کسی بھی مذہب کا پیروکار، اسے اپنا سکتا ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں مگر اس کا فائدہ معتد بہ ایمان کی شرط سے مشروط ہے۔ جو جماعت صدیقین کو حاصل ہے اور اہل کفر کے لئے فائدہ غیر معتد بہ ہے جو اس سلک میں مذکور ہے۔ (محمد شمشاد حسین رضوی)

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی اپنے عقیدے کو پاکیزہ رکھ، کہ ہر معتقد کے لئے زہر بھی ایک قسم کا حلوہ ہوا کرتا ہے جو کچھ بھی رکھتے ہو وہی ساتھ لے جاؤ گے اور کام بھی تو عقیدہ کے مطابق ہوا کرتا ہے۔	نخشی پاک دار عقیدہ خویش زہر بر معتقد عصیدہ شود ہر چہ آری ہماں بری بیشک کار اندازہ عقیدہ شود

☆☆☆

۷۸ سلک ہفتاد و ہشتم

جب کسی کے دل کا دانہ یعنی روح اوروں کے دلوں میں جگہ بنا لیتی ہے تو اسے ''اصحاب دل'' کہتے ہیں۔ انھیں ''اصحاب دل'' کا فرمان ہے۔ ''روح'' کیا ہے؟ لطائف الٰہی میں سے ایک لطیف شے کا نام 'روح' ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خاک سے **ممتزج**[۱] فرمادیا ہے اور اسی ''روح ممتزج'' کا نام ''دل'' ہے تاکہ جس وقت چاہے اس پر نظر ڈالے، جب بھی اس پر نظر پڑتی ہے تو اسی ''شے لطیف'' یعنی روح پر پڑتی ہے نہ کہ خاک کثیف پر۔ حضرت ابو علی سیاح فرماتے ہیں تمامی لوگ ''عالم دل'' ہیں اور ہم لوگ ''بے دل'' کہلائے جاتے ہیں، کیونکہ ہم لوگوں کا معاملہ ''بے دلوں'' سے رہنا ہے۔ کل پورے قالب کو دل کا رنگ عطا کیا جائے گا تاکہ ابدالآباد تک اس کی بقا رہے۔ ورنہ خسیس و ذلیل ''قالب'' کا کیا مقام و منصب ہے کہ اسے دوام عطا کیا

[۱] ممتزج- ملادیا۔

جائے۔ کل ایک شخص سے خطاب ہوگا۔

اے بندہ تو نے دنیا میں مجھے پہچانا تھا یا نہیں؟

اگر نہیں تو پھر تو نے پہچاننے کا کیوں دعویٰ کیا؟ اور اگر ہاں، تو پھر یہ بتا کوئی اپنے شناسا کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے جو تم نے میرے ساتھ کیا۔ اے بیباک! جو کام تم اندرونِ خانہ کرتے ہو اگر نوجوان مرد ہے تو سرِ بازار کر کے دیکھ تا کہ تمہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ مخلوق سے تم ڈرتے ہو یا خالق سے؟ اگر خالق سے ڈرتا ہے تو ہر مقام پر ڈر۔ پورے دن کھا جو تم کھاتے ہو، پوری رات کرو جو تم کرتے ہو۔ سنو سنو۔ ایک مرتبہ اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے ایک گناہِ عظیم کیا ہے جس سے میں توبہ کرتا ہوں۔ اس اعرابی نے توبہ کی اور واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے جو بھی گناہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا تھا کیوں کہ وہ بصیر مطلق ہے۔ اس بے حرمتی کو میں کس طرح برداشت کروں! یہ بات کہی اور ان پر لرزہ طاری ہوا۔ نعرہ مارا اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دیا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی اس فن میں 'شرم' عجیب کرشمے رکھتی ہے۔ سخت دل وہ ہے جو قطعی شرم نہ کرے۔	نخشبی شرم کا رہا دارد سخت دل آنکہ ہیچ شرم نہ کرد
جو خدائے عز و جل سے شرم نہیں رکھتا ہے وہی بے شرمی سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔	ہر چہ خواہد کند ز بے شرمی ہر کہ او از خدائے شرم نہ کرد

☆☆☆

۷۹
سلک ہفتاد و نہم

یہ اُن کا قول ہے جو آتش عشق میں جلتے رہے ہیں اور اپنی راتوں کو یادِ الٰہی میں "حلال" کرتے رہے ہیں کہ......

تنام عیناى و لا ینام قلبى میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں ہوتا۔

یہی لوگ ہیں جو راتوں کو آنکھوں میں گذار دیتے ہیں اور ذکر مولیٰ میں صبح کر لیتے ہیں۔ یہ تمام سہولتیں، آسانیاں انھیں کی "دولت بیداری" کے سبب تمہیں حاصل ہیں کہ تم راتوں کو سوتے ہو۔ جس طرح ان کی "دولت بیداری" کی برکت سے اس "امت وسطیٰ" کے لئے راتیں آرام کرنے کو بنائی گئیں، ٹھیک اسی طرح "روز قیامت" ان کی شفاعت اور تعاون سے آرام ہوگا۔ سابقہ امتوں نے خدائے عز و جل سے اظہار محبت کیا ان پر رحمتوں کی بوچھار ہوگئی اور اس امت کا حال یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ خود اِسے دوست اور محبوب رکھتا ہے تو پھر ان پر رحمتوں کی بارش کیونکر نہ ہوگی۔

سنو سنو۔ حضرت ذوالنون مصری[1] رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، میری ایک کنیز تھی جو نہایت ہی کالی کلوٹی تھی اور بدصورت بھی۔ اچانک کسی شب میں بیدار ہوا۔ میں نے کنیز کو مناجات میں مشغول دیکھا جو کہہ رہی تھی......

خداوندا۔ تو مجھے دوست رکھتا ہے، اسی دوستی کا واسطہ، کہ تو ایسا کر، میں نے بات کاٹتے ہوئے کہا، اے سیاہ رخ کنیز تجھے کیسے معلوم؟ کہ خدا تجھے دوست رکھتا ہے۔ کنیز نے باندازہ تبسم کہا۔ میں اس طرح جانتی ہوں کہ اس نے مجھے نصف شب میں بیدار ہونے اور ذکر و عبادت کرنے کی توفیق عطا کی اور تجھے خواب

[1] ذوالنون مصری دیکھئے، مسلک ۲۷۔

غفلت ہی میں رکھ چھوڑا۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی عون حق کجا یابند تا توانی بکن رعایت حق نتواں برد دولت ابدی مگر از دولت عنایت حق	اے نخشی "نصرت مولیٰ" کس طرح پاؤ گے جہاں تک ہو سکے حقوقِ الٰہی کی رعایت کر، کوئی ابدی دولت حاصل ہی نہیں کرسکتا مگر اللہ کی توفیق وعنایت سے۔

☆☆☆

۸۰ سلک ہشتادم

اے مخاطب! جب اللہ نے قلم کی تخلیق فرمائی (وہ قلم جو اپنے باطنی کمالات اور خصوصی امتیازات کے سبب "نٓ والقلم" سے شرف نواز ہوا تو حکم ہوا......

اکتب علمی فی خلقی — میرے علم ومعرفت لکھ جو مخلوق سے متعلق ہے

قلم نے حکم بجالایا اور لکھا۔

۱۔ نوح[۱] علیہ السلام کی قوم ایسا کرے گی، اور ہم ان کے لئے ایسا کریں گے۔

۲۔ شعیب علیہ السلام کی قوم ایسا کریگی اور ہم ان کے لئے یہ کریں گے۔

---

[۱] اصل نام۔عبد الغفار ہے اور 'نوح' لقب ہے یہی لقب اصل نام پر غالب آ گیا۔آپ نے ۱۰۵۰ رسال کی عمر پائی۔آپکو' آدم ثانی' بھی کہا جاتا ہے۔قوم نوح ۵ بڑے مذہبی قبائل میں بٹی ہوئی ہے (۱) بنو فاران، یعوق ان کا معبود تھا۔(۲) عمالقہ یغوث کے پجاری تھے۔(۳) قبط، وُدان کا معبود تھا۔(۴) فاران، یہ لوگ سواء نامی بت کو مانتے تھے اس کی شکل عورت جیسی تھی۔(۵) بنو مراد، نسر اس قبیلہ کا بت تھا۔اس وقت پوری دنیا آپ ہی کی نسل سے ہے۔

لکھتے لکھتے معاملہ اس امت تک پہنچ گیا اور قلم نے برملا یہ لکھ دیا۔

۲۔ اس امت کے لوگ سابقہ امتوں سے کہیں زیادہ گناہ کریں گے۔ یہ لکھ کر قلم حیرت میں پڑ گیا اور منتظر رہا کہ اس ''امت عاصی'' کے حق میں اب کس قسم کی سزا روا رکھی جائیگی۔ قلم کو اللہ کی طرف سے یہ خطاب ہوا۔

امۃ مذنبتہ و انا رب غفور. یعنی امت تو گنہگار ہوگی مگر میں مغفرت عطا کرنے والا رب ہوں

حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام جب زمین پر اُترے تو ان کی ملامت کی گئی۔ اے آدم یہ تم نے کیا کیا؟ کہ تم نے جنت جیسے اہم گھر کو گیہوں کے چند دانوں کے عوض بیچ دیا۔ حضرت آدم نے جواب میں کہا۔ کوئی بات نہیں، میرے کچھ ایسے بھی فرزند ہونگے جو جَو کے بدلے اسے دوبارہ حاصل کرلیں گے۔ ذرا سوچئے ان تمام عظیم مرتبوں کے باوجود جب حضرت آدم زمیں پر آئے تو بہت زیادہ روئے۔ حکم آیا۔ اے آدم رونے کا کیا مقام ہے؟ عرض کیا، میں اپنی منتخب کردہ کشت کو ''عشق و محبت'' سے نہال کرنا چاہتا ہوں۔ ہندوستان کی ہوا تمام ملکوں کی آب و ہوا سے زیادہ گرم ہے۔ میں خود کو ایک ''چشمۂ سیال'' کی صورت میں اسے تازہ پانی سے سیراب کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ کھیتی پژمردہ نہ ہو سکے اور ہمیشہ شگفتہ رہے۔ پھر خطاب ہوا۔ اے آدم یہ بتا، تم نے اس درد و غم کا انتخاب کس مقصد سے کیا؟ عرض کیا میرے اس انتخاب کا مقصد یہ ہے کہ میں نے جسے اپنے لئے منتخب کیا۔ میرے فرزند بھی اس کو پسند کرلیں اور اس میں سے کسی ایک ذرہ کو نہ چھوڑیں۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی اختیار کوئی چیز نہیں، ہاں زمانہ میں رہ کر طلب کردہ خزانہ اذیت ناک ضرور ہے اگر تم چاہتے ہو کہ آرام پاؤ تمہیں چاہیے کہ اس آسمان کے نیچے صرف رنج طلب کرو۔	نخشی اختیار رچیزے نیست مار باید ز دہر گنج طلب گر نجواہی کہ راحتے یابی جائے راحت زچرخ رنج طلب

☆☆☆

۸۱ سلک ہشتاد و یکم

کعبۂ قبولیت کے اے زائرو۔ ایک مرتبہ کسی اعرابی نے اپنے ہاتھ کعبہ کی زنجیر سے باندھ دیا اور مناجات میں یہ الفاظ کہے...... "اے اللہ! تو میرے سوا، اپنے بہت سے لوگوں کو پالیگا جنہیں تو عذاب دے سکتا ہے۔ مگر میں تیرے سوا کسی ایسے کو نہیں پا سکتا جو مجھ پر رحم کرے۔"

کل بروز قیامت فرشتے کسی گنہگار کو خدا کے حضور لائیں گے۔ ان کے ہاتھوں میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ جب وہ اسے دیکھے گا کہ اس میں قطعی کوئی گناہ نہیں۔ وہ تعجب کرے گا اور پھر بارگاہِ مولیٰ عز و جل میں عرض کوے گا۔

اے مولیٰ، میرے گناہ کیا ہوئے، کہاں ہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا۔

"اے بندہ تو اس گناہ کو بھول جا، میں نے بھی تمہارے گناہوں کو چھوڑ دیا ہے۔"

مومن بندہ صرف وہ نہیں، جو گناہ ہی نہ کرے بلکہ وہ بھی مومن بندہ ہے جو گناہ

کرے اور فوری طور پر اس سے توبہ بھی کرلے اور مجھ سے معذرت خواہ ہووے تاکہ فسوق[1] اور عقوق[2] دونوں جمع نہ ہوسکیں۔

کسی سے لوگوں نے دریافت کیا۔ مخلوق میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ جواب دیا۔ سب سے بڑا عالم وہ بندہ ہے جو گناہ کرے اور خدا سے خوف رکھے۔ پھر پوچھا۔ سب سے بڑا جاہل کون؟ جواب دیا۔ وہ جو عبادت کرے اور بے خوف رہے۔ کیا آپ نہیں جانتے؟ بیباکی کا نتیجہ، عداوت ہے اور خوف کا ثمرہ محبت ہے۔ جو لوگ حقیقت کے جوہر شناس ہیں انکے نزدیک دونوں جہاں میں محبت سے زیادہ بیش قیمت کوئی ''گوہر'' نہیں۔ سنو سنو! عالم محبت میں مستغرق ہونے کے سبب محمود ایاز[3] ہوگیا اور ایاز محمود[4] ہوگیا۔ کئی مرتبہ محمود نے کہا۔ اے ایاز میری محبت، محبت مستقیم تھی اور معکوس[5] محبت بن کر رہ گئی یعنی آقا تھا اب غلام ہوگیا اور تم غلام تھے اب آقا ہو گئے۔ جس نے بھی دوستی کا لباس پہنا وہ مالدار ہوگیا۔ اگرچہ اس کے پاس مال میں سے کچھ بھی نہ ہو کیونکہ مالداری کا راز یہی ہے اور جن کی جبین پر عداوت کے نقوش ابھرے وہ فقیروں اور گداؤں کی صف میں کھڑا ہوا۔ اگرچہ ان کے پاس تمام عالم کا خزانہ ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے فرعون! باوجود اس ملک وسلطنت کے تجھ میں ابھی تک یہ جرأت نہیں، کہ بارگاہ صمدیت میں کچھ عرض کر

---

[1] فسوق۔گناہ۔ [2]۔ عقوق۔نافرمانی والدین کی۔ [3]۔[4] محمود وایاز۔ محمود، سبکتگین کے بیٹے سلطان ناصر الدین کا نام تھا جو دسویں صدی عیسوی میں مقام غزنا میں گذرا۔ بڑا فاتح تھا۔ ہندوستان پر ۲۲ رمرتبہ انھوں نے حملہ کیا اور ہندوستان کو فتح کرلیا۔ ایاز ان کے غلام کا نام تھا۔ دونوں میں شدید محبت تھی۔ محمود کو ایاز کے بغیر اور ایاز کو محمود کے بنا چین نہ تھا۔ اسی شدید محبت کا اثر تھا کہ دونوں کے ناموں میں شدت امتزاج آگئی اور دونوں کے نام ایک ساتھ استعمال ہونے لگے یعنی محمود وایاز۔ اقبال نے کہا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز — نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز۔ [5] معکوس۔الٹی۔

سکو اور میں اپنی مفلسی، درویشی کے باوجود فریاد کرتا ہوں، التماس کرتا ہوں کہ......

رب ارنی انظر الیک	اے رب مجھے خود کو دکھا دے کہ میں تجھے دیکھ سکوں

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
بخشی دولتِ قبول طلب باغ اقبال را خزاں نہ بود از قبول خدا بدست آری صبح دولت ورای آں نہ بود	بخشی قبولیت کی دولت طلب کرو، تا کہ اقبال مندیوں کے گلستاں میں خزاں کا گذر نہ ہووے، کہ خدائے عزوجل کی قبولیت ہے، صبح دولت حاصل کر پاؤ گے اسکے سوانہیں۔

☆☆☆

۸۲ سلک ہشتاد و دوم

ان کا ارشاد ہے جو اپنے پاس ''نقود دین'' جواہر یقین، رکھتے ہیں کہ دنیا اور آخرت، جوہری کے ڈبہ کی مانند ہیں۔ اس ڈبہ کا ایک جوہر بے بہا حضرت آدم علیہ السلام کا وجود پاک ہے۔ عام طور پر ایک ''خراطی''[1] ایک گھنٹہ میں دس ڈبے تیار کر لیتا ہے مگر اس میں ''در ثمین''[2] رکھنے میں سالوں لگ جاتے ہیں۔ حضرت آدم کا ظاہری حصہ تو ''خاک'' سے بنا تھا۔ خاک سے تخلیق کرنے میں تاخیر نہیں ہوتی۔ بلکہ دل کی

[1] خراطی۔ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خراط کا کام کرتا ہے اور چرخ پر چڑھا کر لکڑیوں کو خوبصورت اور سڈول بناتا ہے۔ [2] در ثمین۔ قیمتی جوہر۔

تعمیر میں تاخیر ہوتی ہے۔ یہ مہلت اور تاخیر قدرت کی طرف سے نہیں تھی بلکہ صرف حشمت اور عزت افزائی کی جانب سے تھی۔ ایک ہی لحظہ میں حضرت آدم وجود پا لیتے تو یہ قدرت کا اظہار ہوتا۔ لیکن قدرت نے اپنے ہاتھوں سے چالیس روز تک اس پر دستکاری کی تا کہ آدم کی حشمت اور ان کی تکریم و عزت کا اظہار ہو سکے اور حضرت آدم اپنے اظہار حشمت کو مع اظہار قدرت کے بہترین دوست تصور کرے۔ سنو سنو! زمیں اور زمیں میں جو کچھ بھی ہے سب کو قارون[1] پر مسلط کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہوا۔ اے موسیٰ، فرعون نے مجھے تکلیف دی اور قارون نے اس سے بھی زیادہ، اسی لئے زمین کو قارون پر مسلط کر دیا نہ کہ فرعون، تا کہ دنیا والے بخوبی سمجھ لیں کہ دوستوں کے دل کو تکلیف دینا فرعون کے دعویٰ الوہیت سے کہیں زیادہ اذیت ناک ہے۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی رنج دوستاں مطلب گرچہ گشتہ است دوستی مسلوب ہیچ کس را ز خلق تا خالق نیست آزار دوستاں مطلوب	نخشی دوستوں کو ایذا دینے کی کوشش نہ کر، اگر چہ دوستی مسلوب ہوگئی ہو۔ دوستوں کو اذیت دینا نہ مخلوق کو پسند ہے اور نہ ہی خالق کو۔

☆☆☆

[1] قارون- بے پناہ خزانوں کا مالک تھا۔ چالیس خچر ان کے خزانوں کی کنجیاں لے کر چلا کرتے۔ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ جب آپ نے زکوٰۃ ادا کرنے کی بات کہی تو وہ ناراض ہوگیا اور آپ کے درپے آزار ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے خزانوں سمیت اسے زمین میں دھنسا دیا۔ (از لغات کشوری)

۸۳ سلک ہشتاد و سوم

اہل انصاف کا قول ہے انسان خود اپنے آپ کے ساتھ انصاف کرے۔ اس انصاف سے بہتر کوئی اور انصاف نہیں۔ جب انسان خود اپنے "افعال واحوال" اور رفتار وگفتار میں شائستہ نہیں۔ تو گویا انھوں نے خود کو لعن وطعن اور ملامت کے حدود میں داخل کر دیا اور انگشت نمائی کے لائق بنا دیا۔ حضرت محمد واسع[1] رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اگر گناہ میں کسی قسم کی 'بُو' ہوتی تو کوئی شخص میرے پہلو میں آکر کھڑا نہیں ہو سکتا جب کہ حضرت محمد واسع کی شان یہ تھی کہ اس وسیع ترین جہاں کو اپنی ہمت وجرأت کے سامنے "جیوتش" کی آنکھ سے کہیں زیادہ تنگ تصور کرتے تھے۔ اے میرے عزیز، اگر کوئی زمین پر گناہ کرے اور تصور کرے کہ اس کا یہ گناہ آسمان تک پرواز کر رہا ہے گویا وہ شکستگی کو اپنے باطن میں جگہ دے رہا ہے اور گناہوں کو نا چیز سمجھ رہا ہے۔

سنو سنو! قوم بنی اسرائیل میں ایک بت پرست تھا جس نے چار سو سال تک بت پرستی کی، اس کے باوجود اس نے کبھی بھی اس سے اپنی کوئی حاجت، ضرورت طلب نہیں کی، اے کم ہمت، غفلت شعار، تم دو رکعت نماز ادا کرتے ہو۔ فوراً تحکمانہ انداز میں اپنے لئے کوئی نہ کوئی ضرورت طلب کر لیتے ہو۔ اے اللہ! میرے مال و دولت میں فراوانی عطا کر، میرے اہل وعیال کی عمریں دراز کر اور مجھے بخش دے۔

---

[1] محمد واسع - نام محمد بن واسع ہے۔ کبار تابعین کی صحبت اُٹھائے ہوئے تھے۔ فن تصوف وطریقت کے امام وقت اور یگانہ روزگار تھے۔ ریاضت ومجاہدہ کے داعی اور غلبۂ شوق سے سرشار تھے۔ مشاہدۂ جمال یار اور حسن ازل کے منصب پر فائز تھے۔ وہ ہر ایک شے میں جلوۂ محبوب کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ اسی غلبۂ شوق اور ذوق جمال کا نتیجہ تھا جو آپ نے فرمایا...... ما رایت الا رایت فیه الله - یعنی میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس میں اللہ کے جلوؤں کو دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے۔ (بحوالہ کشف المحجوب، ص:۱۶۶)

میری مغفرت کردے، وغیرہ وغیرہ۔ چارسو سال کے بعد اس بت پرست کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا اور پھر بیمار ہوگیا۔ وہ بت پرست بتوں کے روبرو گیا اور کہا۔ میں نے چارسو سال تک تیری پوجا کی اور کچھ بھی طلب نہ کیا اور اس وقت مجھے شدید ضرورت پیش آگئی ہے، میرا فرزند بیمار ہے، اسے شفا عطا کردے۔ ان تمام دعاؤں کے باوجود اس کا فرزند شفایاب نہ ہوسکا۔ وہ مایوس ہوکر کہتا ہے...... میں موسیٰ و ہارون[1] کے خدا سے طلب کروں گا۔ وہ متوجہ ہوا اور یوں عرض کیا۔ اے موسیٰ و ہارون کے خدا! تو میرے فرزند کو شفا دے۔ ابھی اس کی دعا ختم بھی نہ ہو پائی تھی کہ اس کا فرزند بستر پر سے کود کر کھڑا ہو گیا اور سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ بت پرست سخت حیرت اور کشمکش میں پڑ گیا۔ کیونکہ اس دعا کے سبب نہ اس نے امتحان لینے کا ارادہ کیا تھا، اور نہ ہی اس میں سچائی کا شائبہ تھا۔ وہ حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور کہا۔ میں نے چارسو سال بت کی پرستش کی، اب میں تیرے پاس ایک پیام لے کر آیا ہوں، آپ قبول فرمائیں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا...... کیا تم اپنے بتوں سے مایوس ہو گئے؟ اس نے حضرت موسیٰ کی زبان سے اس بت کا نام سنا جس سے ان کا اعتماد جڑا ہوا تھا کہا کہ اب اس پر بھی بھروسہ نہیں۔ پھر وہ بیچارہ موسیٰ کے پاس سے بھی دل شکستہ ہوا اور چل دیا۔ اسکے واپس آتے ہی حضرت موسیٰ کے پاس فرمان الٰہی آتا ہے...... اے موسیٰ جا، اور اس بت پرست کو میرا سلام پہنچا دو اور یہ کہہ دو۔ تم نے چارسو سال تک بت پرستی کی اگرچہ یہ غلط ہے اس کے باوجود اگر تم نے ایک مرتبہ بھی عجز و انکساری سے کہہ دیا۔ اے اللہ،

---

[1] ہارونؑ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور رفیق تھے خود بھی نبی تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے تو آپ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے چھوڑ گئے مگر انھوں نے سرکشی کی اور گاو سالہ کی پرستش کرنے لگے۔ پھر حضرت موسیٰؑ کے سمجھانے سے بھی باز نہ آئے...... اور بچھڑے کی پوجا کرتے رہے۔

یا خدا، یارب، تو میں ستر بار کہوں گا...... **لبیک یا عبدی، لبیک یا عبدی۔**

حاضر ہوں اے میرے بندے، میں حاضر ہوں۔[1]

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
بخشش فضل حق بیاں کہ کند	بخشش فضل حق کون بیان کرسکتا ہے اسکے
بحر او کامل است و وافر ہم	فضل کا سمندر کامل بھی ہے اور وافر بھی۔
تا چہ دریا است رحمتش امروز	آج تک اسکی رحمتوں کے سمندر سے کافر
غرق آں رحمت است کافر ہم	وناشکرے بھی فیضیاب ہورہے ہیں۔

☆☆☆

۸۴ سلک ہشتاد و چہارم

عشق ومحبت میں راتوں کو بیدار رہنے والے، عشاق ''دنوں'' پر ''راتوں'' کو فضیلت اور اہمیت دیتے ہیں کیونکہ دنوں کی ساعتوں میں سے کوئی ساعت ایسی بھی آتی ہے، جو غیر دوست کے ساتھ گذارنی پڑتی ہے اور عاشقوں کے لئے راتوں میں کوئی ایسی ساعت آتی ہی نہیں، اس میں جس قدر بھی ساعتیں ہیں صرف دوست کی معیت اور صحبت میں گذرتی ہے، ظاہر ہے جو شخص جس دن میں ''غیر'' کے ساتھ رہے گا وہ غیر ہی ہوگا۔ اور دوست کے ساتھ رہے گا وہ دوست ہی رہے گا۔ ایک بزرگ کا عالی ارشاد ہے۔ اے مخاطب! اگر تو اللہ کی صحبت میں ہے تو تجھے میری صحبت سے کیا کام؟ اور اگر تم

[1] نوٹ۔ جب ایک بت پرست کی انکساری اس حد تک لائق اعتناء ہے تو پھر ایک مومن اور مسلمان کی عجز و انکساری خدائے برتر کو کس حد تک پسند ہوگی سوچئے اور انکساری کی عادت بنایئے۔ (محمد شمشاد حسین رضوی)

نے ابھی تک اس کی صحبت اختیار نہیں کی ہے تو جا اور اس کی صحبت اختیار کر۔ وہ وقت بھی کس قدر خوش نصیب ہے جو دوست کے ساتھ گزر رہا ہے حالانکہ یہ قرب بھی کسی "بعد" سے کم نہیں۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قرب القرب فيما نحن — قرب سے قربت جو ہمارا منصب ہے
فيه بعد البعد. — اس میں بھی انتہائی قسم کی دوری ہے۔

مثلاً کسی کی صورت آئینہ میں نمایاں ہو اور وہ اسے بہت زیادہ قریب سے دیکھ رہا ہو۔ اگر اسے خود اپنی آئینے والی صورت سے عشق ہو جائے اور اسے ہاتھوں میں لینے کی کوشش کرے، تو یہ ممکن نہیں۔ اگر چہ اس جدوجہد میں اس کی عمر تمام ہو جائے۔

اے میرے عزیز! جو دوست سے زیادہ قریب رہتا ہے اسے کچھ زیادہ ہی حیرانی ہوتی ہے کیونکہ وہ "سلطانی سیاست" سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔

سنو سنو! علامہ حضرت اصمعی[1] کا ارشاد گرامی ہے (ایک سیاح تھا جن کے لئے ہر آنے والی شام اور صبح پہلے سے زیادہ روشن ہوا کرتی تھی) کہ میں ملک شام کے علاقوں میں کسی اہل قرب کے پاس گیا۔ انہیں قسم قسم کی مصیبتوں میں گرفتار پایا۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کب سے اس حال میں ہیں۔ جواب دیا، قریب تیس سال سے میرا یہ حال ہے۔ اسکے باوجود میری زبان سے غیر شعوری طور پر بھی یہ لفظ نہ نکلا، کہ......

مسنی الضر — کہ مجھے تکلیف پہنچی۔

---

[1] اصمعی۔ عبدالملک نام، کنیت ابوسعید ہے اور اصمعی سے مشہور ہیں۔ ۲۳-۱۲۲ھ ایک عربی خاندان میں پیدا ہوئے جو فن انشاء پردازی میں مہارت رکھتا تھا۔ لغت اور روایت میں یہ طولیٰ رکھتا تھا۔ ابوعبیدہ کا معاصر تھا۔ ابو نواس نے ایک مرتبہ ان کے بارے میں کہا تھا...... اصمعی عرب کا بلبل ہے جو اپنے نغموں اور مسحور کن ترنم سے عرب کو محظوظ کرتا ہے۔ اصمعی صاحب نظر نقاد، تاریخ داں اور مزاحیہ نگار تھا۔ وفات کا سال ۲۱۶ھ ہے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی قرب ایک قسم کی آگ ہے اس کے باوجود اہل قرب کو اس سے کسی قسم کا خوف نہیں مرد دیں تو وہی ہے جو اس آتش قرب میں اسی طرح خوش رہے جس طرح حضرت ابراہیم خوش تھے۔	نخشی قرب آتش است ار چہ اہل او ابناشد از وے بیم مرد او بشر در آتش ہمچناں خوش بود کہ ابراہیم

☆☆☆

۸۵ سلک ہشتاد و پنجم

قدمائے طریقت جو حضرت خضر[1] علیہ السلام کی مانند ''چشمۂ آب حیات'' سے سیراب ہو چکے تھے، فرماتے ہیں...... کسی دنیا دار نے کسی فقیر کے گھر سے پانی مانگا۔ انھوں نے اسے وہ پانی دیا، جو نہایت ہی گرم اور ''بدمزہ'' تھا۔ فقیر نے کہا - اے خواجہ، ہم لوگ ''اہل زندان'' ہیں اور اہل زندان کوئی اچھا پانی آپ کو نہیں دے سکتے۔ اور نہ ہی ہم لوگ پیتے ہیں۔

حکایت :- لوگوں نے بعد از وصال حضرت یحیٰی ابن معاذ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ عالم بالا میں آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ جواب دیا - مجھ سے سوال ہوا - اے معاذ! میرے لئے تم دنیا سے کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا، اے خدا میں تو

[1] حضرت خضر علیہ السلام - دیکھئے سلک :۱۰۱۔

قید خانہ سے آیا ہوں، میں کیا لا سکتا ہوں؟ اگر میرے پاس کچھ ہوتا، تو ستر سال تک قید خانہ میں کیوں پڑا رہتا؟

سنو سنو! جس رات حضرت رفیع[1] کا انتقال ہوا حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں خواب میں ننگے سر اور ننگے پاؤں دیکھا، کہ وہ کہیں جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ جواب دیا۔ ارے بھئی، چھوڑو، ابھی تو میں قید خانہ سے آزاد ہوا ہوں اور خلاصی پائی ہے۔ مالک دینار کا قول ہے، جیسے ہی میں نیند سے بیدار ہوا، حضرت رفیع کے گھر کی طرف گیا، دیکھا وہ نہیں ہیں اور ان کا وصال ہو چکا ہے۔

فارسی قطعہ	**اردو ترجمہ**
نخشی ایں جہاں است زندانی اے بسا دل کہ از غمش خوں شد کیست اندر جہاں بگوئی تو کہ زنداں نہ خواست بیروں شد	اے نخشی! یہ دنیا تو ایک قید خانہ ہے۔ اے مخاطب بہت سے دل اس کے غم میں برباد ہو گئے۔ تو ہی بتا اس جہاں میں کون ہے جو اس قید خانہ سے باہر نہ آنا چاہتا ہو۔

☆☆☆

[1] حضرت رفیع۔ نام رفیع بن مہران الرباحی، کنیت ابو العالیہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دو سال پیدا ہوئے۔ ۹۰ ہجری میں وصال ہوا۔ انھوں نے عمرو بن ابی سے روایت کی اور ان سے عاصم الدحول نے۔

۸۶ سلک ہشتاد و ششم

امتحان طریقت کے فائز المرام، میدان حقیقت کے شہسوار اور اصحاب تجربہ ارشاد کرتے ہیں، اے لوگوں! اگر تم یہ تین کام نہیں کر سکتے ہو۔ تو یہ تین کام بھی ہرگز نہ کرو۔

اوّل۔ نیکی نہیں کر سکتے ہو، تو کسی کے ساتھ برائی بھی نہ کرو۔

دوم۔ کسی مسلمان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہو تو ان کا نقصان بھی نہ کرو۔

سوم۔ روزہ نہیں رکھ سکتے ہو تو کسی مسلمان کا گوشت بھی نہ کھاؤ یعنی کسی مسلمان کی غیبت نہ کرو۔

کیوں کہ یہ تینوں کام، انصاف کے برعکس ہیں اور اس جہاں میں، بے انصافی سے بڑھ کر کوئی چیز بری نہیں۔ کسی بزرگ سے لوگوں نے دریافت کیا، بے انصافی کیا ہے؟ انھوں نے جواب میں کہا دشمن کے سامنے دوست کی شکایت کرنا۔

سنو سنو! خواجہ شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ[1] درد شقیقہ سے دوچار تھے۔ خلیفۂ وقت نے کسی طبیب کو ان کے پاس بھیجا، طبیب نے پہنچ کر خواجہ سے دریافت کیا۔ آپ کیسے ہیں؟ خواجہ نے ارشاد فرمایا کوئی بھی ذی ہوش دشمن کے روبرو دوست کی شکایت نہیں کرتا۔ طبیب وہاں سے چل کر "ابراہیم ادھم" کے پاس آیا، جو حضرت خواجہ شفیق کے

---

[1] خواجہ شفیق بلخی۔ کنیت ابوعلی، نام شفیق اور والد کا نام ابراہیم بلخی ہے، خراسان کے رہنے والے تھے، اور عظیم مشائخ میں تھے۔ انھیں توکل کے بیان پر مہارت حاصل تھی، ان کی زیادہ تر تعلیمات "توکل" سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ حاتم اصم کے استاد تھے، بہت مالدار خاندان سے تھے، تجارت کے سلسلے میں ترکستان گئے تھے، کہ ایک پجاری کی باتوں سے متاثر ہوئے اور توبہ کر کے سلسلۂ توکل میں داخل ہو گئے۔ وفات ۱۹۴ ہجری میں ہوئی

استاد محترم تھے اور وہ درد شقیقہ کے باعث کچھ زیادہ ہی تکلیف میں مبتلا تھے۔ طبیب نے کہا- اے ابراہیم آپ کیسے ہیں؟ جواب میں شدید اذیت کی پوری کیفیت بیان کردی۔ طبیب نے کہا- خواجہ شفیق نے مجھے اپنی زحمت کا محرم نہیں بنایا، کہ وہ تیرا ہی شاگرد ہے۔ پھر تم نے مجھے اپنا رازدار کیوں بنایا؟ ابراہیم نے کہا- اے طبیب تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہیں رازدار نہیں بنا رہا ہوں بلکہ اپنی راہ کے درد کا حال، اور مصائب وآلام کا ذکر کر رہا ہوں تاکہ تم یہ سمجھ لو، اور واقف ہو جاؤ کہ جو دوستوں کے ساتھ اس قسم کا معاملہ رکھتا ہے، دشمنوں کے ساتھ اس کا معاملہ کس قدر شدید ہوگا۔

فارسی قطعہ

نخشی عشق مذہبی است عجیب
شدتش کس بیاں چہ خواہد کرد
آنکہ ارہ بفرق دوست نہد
برسرِ دشمناں چہ خواہد کرد

اردو ترجمہ

نخشی مذہب عشق بھی عجیب وغریب ہے،
اسکی شدت کو کوئی کیا بیان کرسکتا ہے۔ وہ
جو دوستوں کی جبیں پر آری آزما سکتا ہے تو
دشمنوں کے سروں کے ساتھ کیا سلوک کریگا۔

☆☆☆

۸۷ سلک ہشتاد و ہفتم

راہِ سلوک کے بیدار مغزوں کا قول ہے ایک وہ دور تھا کہ مرد چالیس سال تک خود راتوں رات جاگتا تھا اور اپنی نیند کو اڑا دیتا تھا۔ غفلت کبھی اس کے پاس تک نہ پھٹکتی تھی اور پھر چالیس سال کی عمر کے بعد تو سونے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ اے

سالک عبرت کی آنکھیں کھولو اور اس نصیحت کو اپنے لئے مثل آئینہ بنالو۔ قبل اس کے کہ تم خواب خرگوش میں مبتلا ہو جاؤ۔ ذرا سوچو، کوئی ستر (۷۰) سال کی عمر کے بعد غفلت کی نیند سوسکتا ہے، نہیں۔ لہٰذا ابھی سے اپنے آپ کو بیدار کرلو اور زاد آخرت کی فکر کرو۔ حضرت خواجہ فضیل[۱] بن عیاض جن کی مقدس آنکھیں شب بیداری کے سرمہ سے سرمگیں رہتی تھیں، ارشاد فرماتے ہیں...... دنیا ہمیشہ سب کو خواب غفلت میں رکھتی ہے اگرچہ بظاہر وہ سنہری مگر فانی ہے۔ اور جنت اگرچہ سنہری نہیں مگر سدا بہار اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

مرد بیدار۔ وہ شخص ہے، جو اپنے زندہ اور سنہرے دل کو دنیا کے حقیر ذروں سے وابستہ نہ رکھے، اور بہشت سفال کو اختیار کرے۔ دنیا کسی کو کچھ بھی عطا نہیں کرتی مگر اس وقت جب اس کے دین وتقویٰ میں سے اسی قدر کم نہ کردے، جب یہ صورت حال ہے تو پھر اے خواجہ، تم جو کچھ بھی کھا رہے ہو، اپنے ہی جیب وداماں سے کھا رہے ہو۔ اس کے ماسوا سے نہیں۔ کیا کوئی ایسا ہے؟ جو اپنے کانوں سے غفلت کی روئی نکال باہر کرے اور باطن کے کانوں سے سنے۔ ایک مرتبہ کوئی کہہ رہا تھا، میں بخوبی جانتا ہوں کہ دنیا خراب اور ویران ہے کیونکہ اگر دنیا آباد ہوتی۔ میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں۔ اس سے منع کرنے والا کوئی ضرور ہوتا اور یہ کہتا۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ ارے بھئی

---

[۱] خواجہ فضیل۔ نام فضیل بن عیاض، کنیت ابوعلی خراسان کے رہنے والے تھے، مگر مرو کے علاقے میں رہا کرتے تھے اور خراسانی سے مشہور ہیں بعض کا قول ہے ان کی پیدائش سمرقند میں ہوئی تھی۔ خواجہ فضیل پہلے ڈاکو تھے۔ ڈاکہ زنی ان کا پیشہ تھا۔ انھیں ایک لڑکی سے عشق ہو گیا تھا۔ چھپ چھپا کر اپنی محبوبہ کے پاس جا رہے تھے کہ ان کے کانوں میں تلاوت کی آواز آئی۔ تلاوت کرنے والا اس وقت یہ آیت پڑھ رہا تھا...... الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔ کیا مومنین کے لیے وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کے لیے ان کے دل جھک جائیں۔ فضیل کے دل کی دنیا بدل گئی۔ توبہ کی اور تادمِ مرگ مکہ مکرمہ میں رہے اور یہیں وفات پائی۔ (ماخوذ از رسالہ قشیریہ، ص: ۱۵۰)

دنیا تو صرف اور صرف مردان دین اور خدا کے برگزیدہ بندوں سے آباد ہوتی ہے اور جب یہ دنیا مردان دین سے خالی ہو جائے یا یہ لوگ کم ہو جائیں تو یقین جانئے یہ دنیا ویران ہو گئی۔

سنو سنو! ایک مرتبہ کسی درویش نے ابلیس کو دیکھا جو ننگے ہو کر جا رہا تھا۔ درویش نے کہا۔تم شرم نہیں کرتے؟ ابلیس نے کہا میں کس سے شرم کروں؟

فارسی قطعه	اردو ترجمہ
نخشبی بر زمین نماند کسے	اے نخشبی، اب زمین پر کوئی بھی نہ رہا،
خون من از زمانہ آب شدہ است	کیونکہ مدتیں ہو گئیں کہ ہمارا خون پانی ہو گیا
دیر شد کایں جہاں ز اہل صلاح	نیک لوگوں سے یہ دنیا خالی ہو چکی ہے اور
شکل دلہا ہمہ خراب شدہ است	ہمارے دلوں کی شکلیں بگڑ چکی ہیں۔

☆☆☆

۸۸ سلک ہشتاد و ہشتم

عالم طریقت میں جود و نوال کرنے والوں کا فرمان ہے...... ہمارے نزدیک کریم فاسق، کنجوس پارسا سے افضل و اعلیٰ ہے۔ کنجوس مردوں کے چہرے خاک آلود ہوں کہ انھیں کے قدم کی نحوست سے اس جہاں میں پریشانی ہے۔ یہ ایسے کریم ہیں جن کی یادوں سے مردہ دلوں میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور۔ یہ ایسے کنجوس ہیں کہ ان کے دیکھنے سے زندہ باطن میں بھی پژمردگی چھا جاتی ہے اور پھر ان کے باطن کی نحوست سے اوروں کے دلوں میں بھی تاریکی پھیل جاتی ہے۔ پھر آپ ہی بتاؤ خود ان

کنجوسوں کے دلوں اور باطن میں نور کہاں ہوگا۔ زہد تو ایک قسم کی روشنی ہے جو روشن دل اور صاف شفاف عقیدوں پر اثر انگیز ہوتا ہے۔

سنو سنو! سہیل ابن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ[1] سے ایک شخص نے ایک بکری خریدی اور پھر کچھ دنوں کے بعد یہ کہہ کر واپس کر دی کہ بکری چارہ کھاتی ہی نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہ بکری چارہ نہیں کھاتی ہے۔ اس شخص نے کہا، میں نے بکری کو کھیتوں میں چھوڑ دیا اور دیکھا کہ اس نے کسی بھی کھیت میں نہ منھ ڈالا اور نہ ہی اس سے کچھ لیا۔ حضرت سہیل نے فرمایا۔ اے خواجہ میری اس بکری کی عادت ہے کہ دوسروں کے کھیتوں میں نہیں چرتی ہے جا اور اسے خرید کر چارہ دو۔ یہ کھائیگی اور ضرور کھائے گی۔ وہ خواجہ بکری لے گیا اور ویسا ہی کیا جیسا انہیں کرنے کو کہا گیا تھا۔ بکری نے چارہ کھانا شروع کر دیا۔

اے میرے عزیز۔ آج سے پہلے کے مسلمانوں کی بکریوں کا یہ عالم تھا کہ دوسروں کے کھیتوں سے کچھ نہیں لیتی تھیں اور اب یہ حال ہے کہ اس قسم کی عادت مسلمانوں کے بچوں تک میں نہیں پائی جاتی۔ افسوس صد افسوس۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی نیک لوگوں سے طلب کرو کہ روز اہل گناہ بے نور ہو رہے ہیں۔ نیک لوگوں کو امکان کی حد تک تلاش کرو، اہل گنہ کا فرزند بننے کی کوشش نہ کرو۔	نخشی ز آدمی صلاح طلب روز اہل گنہ بود بے نور خرچ اہل صلاح صد پے بہ باکہ فرزند اہل فسق و فجور

[1] کنیت ابو محمد، نام سہل والد کا نام عبداللہ، تستر کے رہنے والے تھے۔ آپ صوفیا کے امام تھے اور زہد وورع میں اپنی نظیر آپ تھے۔ جس سال حضرت ذوالنون مصری حج کے لئے آئے ان کی آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی خوراک بہت کم تھی بلکہ زیادہ تر روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور تین تین دن کے بعد افطار کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۲۷۳ھ یا ۲۸۳ھ میں ہوئی

۸۹

سلک ہشتاد و نہم

ارباب عالی ہمت کا ارشاد ہے، مرد عالی ہمت وہ ہے جو طاعت و بندگی کرے مگر اس کا بدلہ نہ چاہے۔ اے میرے عزیز۔ جس ذات مقدسہ نے بغیر کسی عوض اور مطالبہ کے تجھے پیدا فرمایا۔ انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تو بھی اس کی عبادت بغیر کسی عوض کے کرے۔ جو عاشق اپنے معشوق سے عوض کا مطالبہ کرے۔ اسکے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیے۔ جو زبیدہ نے کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص گھومتا پھرتا زبیدہ کے دروازہ پر آن پہنچا اور دعویٰ کیا، میں زبیدہ[1] کا عاشق ہوں۔ دربان نے یہ بات زبیدہ تک پہنچا دی۔ اس نے بلا تاخیر اس مدعی عشق کو اندر طلب کیا اور زبیدہ نے ان سے کہنا شروع کیا۔ اے شخص اب خاموش ہو جا۔ اپنی زبان پر کبھی دعویٰ عشق نہ لانا کہ اس سے تجھے نقصان ہے اور مجھے بھی کیونکہ تیرا یہ جھوٹا دعویٰ عشق میری رسوائی کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ ایک ہزار دینار لے اور نو دو گیارہ ہو جا۔ مدعی عشق نے کہا، اے زبیدہ! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، بالآخر بات دس ہزار دینار تک پہنچ گئی۔ دس ہزار کا نام سنتے ہی مدعی کے منہ میں پانی بھر گیا۔ اور دعویٰ عشق کے ترک پر راضی ہو گیا۔ زبیدہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو حکم دیا، اس جھوٹے کی گردن ماری جائے۔ جب اس کی گردن ماری جا رہی تھی تو وہ جوان اپنی زبان سے یہ شعر ادا کر رہا تھا کہ۔

هٰذا اجزاء من ادعی محبتنا ولم یکتف بنا عمالنا

یہ اس شخص کی جزا ہے جو میری محبت کا دعویٰ کرے اور جو کچھ میرے پاس ہے

---

[1] زبیدہ۔ ہارون رشید کی بیوی کا نام ہے جو نہایت ہی حوصلہ مند عورت تھی۔ نیک اور پارسا تھی بعض روایت میں ہے کہ حضرت بہلول دانا اسی زبیدہ کا لڑکا تھا جو بعد میں مجذوب ہو گیا۔

اس پر اکتفا نہ کرے۔ جس عارف نے بھی اس واقعہ کو سنا۔ سنتے ہی بیہوش ہو گیا۔ جب کوئی کسی کی محبت کا دعویٰ کرے اور نظر اس کے غیر پر رکھے، یہ اس کی سزا ہے۔ ذرا سوچو، کوئی خالق کی محبت کا دعویٰ کرے اور پھر اس کے ماسوا سے دل لگائے۔ اس کا کیا حشر ہوگا۔ سنو سنو! ایک بزرگ تھا جو نہ دائیں دیکھتا اور نہ بائیں بلکہ صرف اپنی زبان سے یہ شعر ادا کرتا تھا اور بڑے ہی لطف و مزہ میں کہتا تھا۔

من شرب شربة من كاس المحبة

لا يحب الالتفات منه الى غيره

جس کسی نے جام محبت سے نوش کر لیا انہیں قطعی مناسب نہیں اس کے سوا کسی غیر کی طرف توجہ کرے اور محبوب جاناں کے ماسوا پر نظر ڈالے۔ جب وہ خواجہ کعبہ میں حاضر تھا تو انہیں کسی نے دروازۂ کعبہ سے آواز دی۔ انھوں نے چاہا کہ اس کی طرف توجہ کرے۔ فوراً ہوا سے ایک آواز سنائی دی۔ من التفت منا الىٰ غيرنا، فليس منا۔ جو مجھے چھوڑ کر کسی غیر کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ مجھ سے نہیں۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی چشم از همه بر دوز دیدن زید و عمر آساں نیست گر چه دنیا هست بهر نظاره لیک دیدن بغیر فرماں نیست	نخشبی ہر ایک سے اپنی نگاہ بچالے کیونکہ زید و عمر کی جانب دیکھنا کوئی آسان نہیں۔ دنیا اگر چہ دیکھنے ہی کے لئے ہے مگر بغیر حکم کے اسے دیکھنا نہیں چاہیے۔

☆☆☆

۹۰

سلک نودم

ان افراد کا ارشاد ہے جن کا ہست ہونا بھی نیست ہے اور نیست ہونا بھی ''ہست'' ہے۔ صحیح معنی میں وہ شخص درویش ہے جو اپنے نیست میں اسی طرح خوش رہے جس طرح سے دوسرے لوگ ''ہست'' میں خوش رہا کرتے ہیں اور اپنے ''ہست'' میں اسی طرح ناخوش رہے جسطرح لوگ اپنے نیست میں ناخوش رہا کرتے ہیں۔ خود کو ''محبوب'' میں اسطرح مستغرق رکھے کہ غیر کی طرف ذرا بھی دھیان نہ جائے اور غیر کو اس قدر آزاد نہ رکھ کہ وہ تمہارے دامن محبت پر ہاتھ ڈالدے۔

حضرت خواجہ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ[۱] جو اپنے وقت کے عزیز مصر تھے، فرماتے ہیں...... ۳۰ رسال تک میں ''علم عزیز'' کو تلاش کرتا رہا۔ آخر کار میں نے اسے پا ہی لیا۔ مگر کہاں؟ ایک پہاڑ پر جہاں علم اس طرح تھا......

وھو قائم علی الصخرۃ	وہ علم ایک چٹان پر کھڑا تھا۔ میں اسکے
فدنوت منہ و اخذت ذیلہ	قریب ہوا، اور اسکے دامن کو تھام لیا۔ علم
فقال خلِ ذیلی یا سری.	نے کہا - اے خواجہ سری، میرا دامن
فان الحبیب غیور.	چھوڑ کہ میرا حبیب غیر تمند ہے۔

اے میرے عزیز۔ جو کسی کی محبت کا دعویٰ کرے اور پلک جھپکنے تک بھی کسی غیر کی طرف نظر اُٹھائے۔ ارباب قلوب کے نزدیک وہ گنہگار رہے۔ معذور نہیں۔

۱؎ پورا نام اس طرح ہے ابوالحسین سری بن المعلس السقطی، مگر خواجہ سری سقطی سے مشہور ہیں، آپ حضرت جنید بغدادی کے خالو اور استاد بھی تھے۔ اور معروف کرخی کے شاگرد، ورع، احوال سنت اور علوم توحید میں مہارت رکھتے تھے۔ سلسلۂ قادریہ کے عظیم بزرگ ہیں آپ کا وصال مبارک ۲۵۷ ہجری میں ہوگئی۔

سنو سنو! حضرت حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا - ایک مرتبہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ نے انھیں اپنے مبارک زانوؤں پر بیٹھایا اور محبت بھرے انداز میں بوسہ لیا۔ حضرت امام حسن نے کہا - اے ابا حضور اس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور آپ ہیں کہ اس کے غیر میں مشغول ہیں۔ فرزند ارجمند کی اس بات سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت روئے۔ ارشاد فرمایا - اے حسن، اب اس کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ عرض کیا اے ابا حضور -

الحب للّٰہ و الشفقه علینا	اس وقت بھی اللہ سے محبت کیجیے جب میرے سر پر آپکا دستِ شفقت ہو۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی دوستی حق را باش چند باشی چنیں بباطل کس دل بدیں بداں مده زین پیش دوستی دوستی حق دان بس	نخشی حق سے دوستی کر، کسی کی جھوٹی دوستی میں کب تک رہے گا۔ دل ہر کس و ناکس کو مت دے، حق کی دوستی صحیح معنی میں دوستی ہے۔

☆☆☆

۹۱ سلک نودویکم

"اصحاب صفہ[۱]" فرماتے ہیں، بندوں کے لئے مناسب نہیں، مامور بہ[۲] اور

۱۔ اس سے مراد وہ اصحاب ہیں جو مسجد نبوی سے باہر چبوترہ پر رہ کر شب و روز علم دین حاصل کیا کرتے تھے۔
۲۔ وہ شے جس کے کرنے کا حکم بصیغۂ امر دیا جائے، مثلاً "اقیمو الصلاۃ و اتوا زکوٰۃ" وغیرہ۔

محکوم بہ[1] کے خلاف کسی امر کا ارتکاب کرے اور اس کے خلاف چلے۔ فرقۂ قدریہ[2] نے اس کی قدرت کی قدر نہ کی اور فرقۂ جبریہ[3] اس کے نافذ کردہ احکام سے واقف نہ ہوئے۔ جبریہ کا عقیدہ ہے سب کچھ اللہ کا کیا ہوا ہے، ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ قدریہ کا قول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ نہیں کیا۔ جو کچھ بھی کیا ہے ہم نے ہی کیا ہے۔ مگر اہل سنت والجماعت[4] معتدل مسلک پر گامزن ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ وہی کرتا ہے جو ہم کر رہے ہیں اور بظاہر جو ہم نہیں کر سکتے، اللہ وہ بھی کرتا ہے۔ اس بادشاہِ بے نیاز اور سلطان جلال نے بہت پہلے میرے لیے عالم میں یہ ندا کرادی، کہ اے بندو! تمہارا وجود میری عظمت کے پہلو میں مثلِ عدم ہے اور تمہارا اعدم زیر قدرت مثلِ وجود ہے۔ یعنی جب بھی میری عظمت کی طرف نظر کرو گے۔ تمام موجودات، معدوم نظر آئیں گے، اور جب قدرت کی طرف نگاہ کرو گے تو تمام معدومات موجود دکھائی دیں گے۔ اے میرے عزیز، جس کسی کا بھی وجود ہے وہ دو عدم کے مابین ہے اور جو وجود دو عدم کے بیچ ہو، وہ خود عدم کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ۔

---

[1] اس سے مراد وہ احکام ہیں جن کے ذریعہ کسی چیز کا مطالبہ کیا جائے مثلاً الصلوٰۃ واجبۃ، العلم لازم لکل مسلم، وغیرہ ان مثالوں میں واجبۃ اور لازم "محکوم بہ" ہے۔

[2] یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ افعال کا خالق خود بندہ ہے ان افعال کا تعلق خدا کی قدرت سے نہیں ہے، یہ سرے سے تقدیر کا منکر ہے۔ اسی عقیدہ کے تحت علامہ نخشبی نے فرمایا، قدریہ نے قدرت کی قدر نہیں کی۔

[3] اسکا عقیدہ ہے کہ افعال کے انجام دینے میں بندے کا کوئی عمل دخل نہیں، بلکہ بندہ تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہے۔ آگے چل کر یہ فرقہ دو نئے فرقوں میں بٹ گیا۔ اول جبریہ خالصہ: ان کا کہنا ہے بندے کے لیے نہ قدرت ہے اور نہ ہی تاثیر۔ دوم جبریہ غیر خالصہ: یہ فرقہ بندے کے لئے قدرت تو مانتا ہے مگر تاثیر نہیں مانتا۔

[4] یہی فرقۂ ناجیہ ہے اور حدیث پاک ما انا علیہ و اصحابی، کی کسوٹی پر کھرا اترتا ہے، دور حاضر میں اس سے مراد وہ افراد ملت ہیں، جو علامہ فضل حق خیرآبادی علامہ فضل رسول بدایونی اور امام اہل سنت و جماعت حضرت مولانا احمد رضا کے نظریات کے پیروکار ہیں۔

الوجود بین العدمین، کالطھر المتخلل بین الدمین — دو عدم کے درمیان وجود کا ہونا ایسا ہے جیسے دو خونوں کے مابین طہر کا ہونا

حکایت:- کسی ایسے بزرگ سے لوگوں نے دریافت کیا جنھوں نے کلی طور پر مخلوقات سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اے خواجہ تمہارا نباہ مخلوق کے ساتھ کیوں نہیں ہوتا؟ جواب میں خواجہ نے کہا - ازیں قبل میں ''معدوم'' تھا اور اس کے بعد بھی معدوم ہو جاؤں گا۔ صرف چند روز کے لئے میں نے لباس وجود زیب تن کیا ہے۔ تو میں ایسی ذات اور موجود کے ساتھ زندگی کیوں نہ بسر کروں؟ جو عدم سے قطعی محفوظ ہے۔ اس سے میرا مقصد دو عدم سے احتراز کرنا ہے اور وہ دو عدم یہ ہیں۔ اپنا عدم، پھر اس کا عدم جس کے ساتھ ہم زندگی بسر کریں گے۔

سنو سنو! لیلیٰ[1] کے مرنے کی خبر جب مجنوں[2] کو پہنچی۔ انھوں نے فی البدیہہ یہ کہا، پھر کیا ضرورت ہے؟ ایسوں کو دوست بناؤں جو مر جائے۔ ہاں اسے دوست بنایا جائے جو کبھی نہ مرے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی دوستوں کی موت ایک قسم کی تباہی ہے، زمانہ کی اس روش پر کس قدر ہنسا جائے؟ ہر وقت انکی موت ترے لئے موت ہے، وہ جو مر جائے اس پر دل لگانے کی وجہ کیا ہے۔	نخشبی مرگ دوستاں تبہ است چند بر روزگار خود خندی ہر دم از مرگ شاں ترا مرگے است آنکہ میرد برو چہ دل بندی

[1] لیلیٰ - اصل میں لیلاء تھا لغت میں رات کو 'لیل' کہا جاتا ہے چونکہ مجنوں کی معشوقہ نہایت ہی کالی کلوٹی تھی اس لئے اسے لیلیٰ کہا گیا۔ مجنوں کا لیلیٰ نامی عورت سے عشق مجازی تھا حالانکہ ان کی سرست میں عشق حقیقی پایا جاتا تھا۔ اسی حقیقی عشق کو پوشیدہ رکھنے کے لئے عشق مجازی کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

[2] اپنے وقت کے عارف باللہ اور ولی کامل تھے، اپنی ولایت کو چھپانے کے لیے انھوں نے لیلیٰ سے عشق کیا تھا عام طور پر لوگ انھیں صرف مجنوں بول دیتے ہیں ادب کا مقام یہ ہے کہ انھیں مجنوں علیہ الرحمہ کہا جائے۔

۹۲ سلک نود و دوم

اے لوگوں یہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ لا وحشة مع الله ولا راحته مع غیر الله اللہ کی معیت میں کوئی وحشت نہیں اور غیر اللہ کی معیت میں کسی قسم کا آرام و راحت نہیں۔ دوست کے ساتھ رہنا، اگر چہ پاس کچھ بھی نہ ہو پھر بھی خوشی ہی خوشی ہے اور دنیا کے تمام خزانے ہی کیوں نہ ہو، دوست کے بغیر رہنے میں اذیت ہی اذیت ہے۔ جو شخص دوست سے محروم و مجبوب ہے، ہر اعتبار سے عین مصیبت میں گرفتار ہے اور جس کے ساتھ دوست کی نوازشیں اور عطائیں ہوں گو کہ اس کے پاس اپنا کچھ بھی نہیں۔ اس کے باوجود وہ عطایا اور تحفوں کے درمیان ہے۔ جب کبھی دوست کے ''بحر محبت'' میں موجیں اٹھتی ہیں تو تمام لغزشات اور گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں اور خود بھی متلاشی رہتا ہے کہ هل من مزید کیا اور کوئی گناہ ہے؟ حالانکہ تمام لغزشات لم تکن ہو جاتی ہیں یعنی ختم ہو جاتی ہیں اور اس کی رحمت برقرار رہتی ہے کہ وہ تا ابد باقی رہنے والی ہے اور ظاہر ہے کوئی بھی لم تکن[1] لم تزل[2] سے مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ سبحان اللہ۔ کیا خوب عنایت ازلی اور ابدی[3] ہے۔ میں سخت حیران ہوں۔ اس قوم کے کردار و عمل سے، باوجود اس باقی رہنے والے خزانوں کے، وہ غفلت میں پڑی ہوئی ہے اور اس سے جدا ہو کر سانس لیتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ کسی نہ کسی معمولی چیز کے حصول کی خاطر یہ قوم عظیم خطروں میں کود پڑتی ہے۔ اے درویش تیرے لئے جو کافی ہے بغیر کسی رنج کے تجھ تک پہنچ جائے گا۔ پھر تیرا یہ رنج اٹھانا، غموں کو سہنا کس لئے

---

[1] وہ چیز جو موجود نہیں۔ [2] وہ چیز جو زوال پذیر نہ ہو۔ [3] وہ عنایت جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی

ہے؟ صرف حصول زیارت ہی کے لئے نا؟ سنو سنو! ایک مالدار کسی درویش کے پاس گیا اور کہا- اے درویش میں نے پانچ روز سے کچھ کھایا پیا نہیں ہے۔ درویش نے کہا- تیرا یہ بھوکا رہنا تیری بخل کے سبب ہے۔ عدم مال سے نہیں۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشمی چند رنج خوا ہی داد	اے نخشمی کب تک تو رنج دیگا،
بدترین رنج رنج محزونی است	بدترین رنج تو غمزدوں کا رنج ہے۔
دانۂ بتو رسد بے شک	دانہ تو تجھ تک ضرور پہنچے گا اس کے
رنج تو از برائے افزونی است	باوجود رنج سہنا برائے زیادت ہے۔

☆☆☆

۹۳ سلک نو دو سوم

ارباب معرفت فرماتے ہیں، ایک دور ایسا تھا جس میں ایسے ایسے عظیم افراد تھے جو صرف طاعت و بندگی کے سبب بہت کچھ رکھتے تھے اور خود کو اس طرح نمایاں کرتے تھے گویا اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور آج کے اس دور میں جب کہ تم کچھ بھی نہیں رکھتے ہو اور خود کو اس طرح نمایاں کرتے ہو جیسے تمہارے پاس سب کچھ ہو

اے میرے عزیز- اگر اس راہ سلوک میں تمہیں چلتے ہوئے ایک ہزار سال گذر گئے، اور صرف چند ثانئے کے لئے تیرے دل میں یہ خیال آ گیا کہ تمہیں قبولیت حاصل ہوگئی، تو یقین جانئے، ابھی تم مرد جاہ طلب ہو۔ مرد راہ طلب تو کوئی اور ہی

ہے۔ غور کیجیے جو دو مرتبہ پیشاب کے راستہ باہر آیا ہو، اور جس کا وجود حقیر پانی اور سڑی کیچڑ سے تیار ہوا ہو، اسے مرتبہ اور منصب سے کیا کام؟ وہ بیچارہ تو ضعیف کے دامن سے ضعیف بن کر مٹی کے گریبان سے مٹی ہو کر، مفلس کے پہلو سے مفلس، اور متحیر کے آغوش سے متحیر ہو کر نکلا ہے۔ پھر وہ پکڑ کر بہادروں کی معرکہ آرائی میں لائے گئے۔ اس معرکہ میں بھی کشمکش کا عالم ہے۔ ''امر الٰہی'' ایک طرف کو لے جانا چاہتا ہے اور احکام کا تقاضہ کچھ اور ہی ہے۔ اے میرے بھائی، اگر تم اس راہ میں منزل مقصود تک پہنچنا چاہتے ہو، تو خود کو درمیاں میں تصور نہ کر، اور نہ ہی محبوبان خدا کے زمرہ میں شامل سمجھ۔ کیونکہ اس راہ میں جو بھی تو انگر ہوا ہے، صرف طاعت و بندگی سے ہوا ہے۔ ہر وقت اپنے آپ کو اس راہ میں مفلس ہی شمار کر اور ظاہر ہے جو طبقہ اس راہ میں خود کو مفلس سمجھتا ہے وہ اپنے آپ کو تو انگر کیوں تصور کر بیٹھے۔ تو انگر تصور کرنے میں نرا نقصان ہے۔ سنو سنو۔ ایک شخص اپنے وقت کا بہترین اور مشہور نانبائی تھا، جو ہر وقت تنور کو گرم ہی رکھتا تھا۔ جو شخص بھی کھوٹا سکہ ان کے پاس لے کر آتا انھیں روٹی، نان عطا کر دیتا۔ حالانکہ وہ خوب جانتا تھا یہ سکہ خراب ہے۔ مگر انھوں نے کبھی بھی کسی کے سامنے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا کہ سکہ کھوٹا ہے اور جو اچھا سکہ لے کر آتا انھیں وہ واپس کر دیتا۔ جب نزع کی کیفیت ان پر طاری ہوئی، تو آسمان کی جانب رخ کر کے عرض کرنا شروع کیا...... اے خداوندا! تو خوب جانتا ہے، کہ میرے پاس لوگ کھوٹے سکے لے کر آتے تھے اور میں ان سکوں کو قبول کر لیتا تھا۔ میں نے کبھی بھی اس کھوٹے سکے کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہ بندۂ ناچیز بھی تیری بارگاہ میں، طاعت و بندگی کا کھوٹا سکہ لے کر حاضر ہو رہا ہے۔ اسے قبول فرما اور واپس نہ کر۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی بھی اس دنیا میں ایک مفلس ہے اور مال والا مفلس تو ضائع ہو جاتا ہے۔ جو عقبیٰ میں توانگر ہونا چاہتا ہے، انھیں چاہیے کہ دنیا میں مفلسوں کی طرح رہیں۔	نخشی مفلس است در دنیا مفلس از مال رائیگاں باشد ہر کہ بینی توانگر عقبیٰ او بہ دنیا چوں مفلساں باشد

☆☆☆

۹۴ سلک نود و چهارم

اہل تحقیق کا قول ہے۔ جو باطنی طور پر کسی ذات سے تعلق رکھے تو پھر اس کے لیے روا نہیں کہ اسکے سوا کسی اور سے ربط و تعلق جوڑے۔ جس کے دل کا تعلق دنیا کے ساتھ ہوتا ہے، اس کا عقبیٰ سے تعلق نہیں ہوسکتا اور جس کا عقبیٰ کے ساتھ تعلق ہو اس کا دنیا کے ساتھ نہیں ہوسکتا ہے۔ اور جس کسی کا تعلق مولیٰ کے ساتھ استوار ہو جاتا ہے تو خود وہ اور اس کی تمام چیزیں بھی مولیٰ کے لئے ہو جاتی ہیں، باطنی تعلق بھی باطنی قوتوں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں کسی شب مسجد آیا، تو دیکھا کہ ایک دیہاتی ایک گوشہ میں بیٹھ کر یہ مناجات کر رہا تھا

---

[۱] علی ابن ابی طالب، کنیت ابو الحسین اور ابو تراب ہے، نوجوانوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۹ یا ۱۰ سال کی تھی۔ آپ غزوۂ تبوک کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت کے بعد خلافت پر براجمان ہوئے۔ ۴ سال ۹ مہینے اور چند دنوں تک خلیفہ رہے۔ آپ باکمال عالم ربانی اور زہرہ نگار ادیب و خطیب تھے اور شجاعت و دلیری کے پیکر جمیل تھے۔ ۱۸ رمضان ۴۰ ہجری میں آپ نے شہادت پائی اور ۶۳ سال عمر پائی۔

''اے اللہ! میں نے تجھ سے کوئی چیز طلب نہیں کی مگر بریانی''۔ اور اسی مسجد کے دوسرے گوشہ میں امیر المومنین حضرت صدیق اکبر[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مناجات میں عرض کرر ہے تھے ''اے خدا! میں نے تجھ سے کچھ بھی طلب نہ کی، مگر تجھی کو''۔ ہاں یہ حقیقت ہے کہ ہر مرد کی خواہش اور التجا اس کی ہمت کے اندازہ سے ہوتی ہے، اے درویش! جب تو کسی سے کچھ طلب کرے تو یہ بھی جان لے کہ تو جو چیز طلب کر رہا ہے، کیا وہ دیگا۔ جس چیز کو کوئی دوسرا نہ دے سکے اسے اللہ تعالیٰ سے طلب کر، کہ وہ ہر چیز دے سکتا ہے۔

اے عزیز- جو کچھ تجھے پسند آ جائے اور اس پسندیدہ چیز کو تو مخلوق سے چاہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حصول کی بابت تجھے انجام کی خبر نہیں۔ کیونکہ مخلوق کے پاس ہر چیز نہیں۔ تو پھر اس سے طلب ہی کیوں کی جائے۔ لہٰذا اسی ذات صمدیت سے تمام چیزیں مانگیں جو سب کچھ رکھتی ہے۔ سنو سنو! کسی درویش کی قبر پر ایک شخص حاضر ہوا اور اس سے دنیا طلب کرنے لگا۔ خواب میں درویش آئے اور کہا اے خواجہ! کوئی بھی وہی عطا کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے کیونکہ عربی کا مقولہ ہے ...... **السخاء بما ملک** کہ سخاوت ملکیت میں ہوتی ہے جہاں ملکیت نہیں وہاں سخاوت نہیں۔ جب ہم درہم و دینار ہی نہیں رکھتے، تو تجھے کہاں سے دیں؟ جب تو فقیر کی قبر کے پاس آیا ہے تو تجھے دنیا کی طلب کرنی ہی نہیں چاہیے۔ اگر تجھے دنیا چاہیے تو کسی دنیادار کے پاس جانا چاہیے اور انھیں کی قبروں سے طلب کرنی چاہیے۔

---

[1] ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نام عبداللہ بن ابی قحافہ، کنیت ابوبکر اور لقب صدیق اور عتیق تھا۔ آپ ولادت نبوی ﷺ سے دو سال ۶/ ماہ بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ بہت سی خوبیوں اور کمالات کے مالک تھے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی عزیز ترین جان سے بھی بڑھ کر چاہتے تھے۔ بعد از وصال نبی پاک ﷺ خلیفہ منتخب ہوئے ۲/ سال ۴ ماہ تک امور خلافت کو بحسن وخوبی انجام دیئے۔ ۱۲/ جمادی الآخرہ ۱۰ ہجری میں وفات پائی آپ کی عمر شریف کل ۶۳ سال کی ہوئی۔

فارسی قطعه	اردو ترجمہ
نخشی از ہمہ ہمہ مطلب آب حیواں نہ ہر سبو دارد ہمہ زاں کس طلب کہ او ہمہ وقت ہر چہ خواہی ہمہ ہموں دارد	اے نخشی ہر ایک سے ہر چیز نہ طلب کرو، کیونکہ ہر سبو آب حیات نہیں رکھتا، اسی شخص سے ہر ایک شے طلب کرو جو اپنے پاس سبھی کچھ رکھتا ہے۔

☆☆☆

۹۵ سلک نود و پنجم

معلوم ہونا چاہیے کہ "ابلیس لعین" نے اپنے غیض وغضب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم کو ٹھکرا دیا اور طاعت و بندگی سے رخ پھیر لیا، اب اس کی طاعت طاعت نہ رہی بلکہ مکمل معصیت میں بدل گئی۔ اس کے برخلاف حضرت آدم علیہ السلام جب "ترک اولیٰ" کے مرتکب ہوئے تو دامن عفو کو اپنے لئے لازم قرار دے دیا۔ جس کے سبب ان کا ترک اولیٰ بھی طاعت میں بدل گیا۔ اے درویش! یہ ضروری ہے کہ ہر روز صبح سے شام تک اپنے نفس سے جنگ کرو اور دیکھو کہ اس سے بہت سی عظیم چیزیں ظاہر ہونگی۔ مردانِ خدا اپنے نفس کے ساتھ اسی قسم کی جنگ کیا کرتے تھے۔ نفس کے ساتھ صلح ممکن نہیں، اس لئے کہ نفس دین کی ضد ہے اور کوئی بھی "مرد دین" دین کی ضد نفس سے صلح نہیں کرسکتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی درویش کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا، میں نے تیری غیبت کی ہے، آپ معاف فرما دیں۔ درویش نے جواب دیا، جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے میں اُسے حلال کس طرح کرسکتا

ہوں۔ جو جنگ نفس کے ساتھ ہوتی ہے فقراء اپنی اصطلاح میں اسے "احتساب طریقت" کا نام دیتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروق[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک اعرابی آیا، انھوں نے دیکھا امیر المومنین پیلی لکڑی اپنے مبارک جسم پر ملے ہوئے ہیں اور بچوں کی مانند رو رہے ہیں، اعرابی کی ہمت نہیں پڑی کہ ان سے صورتِ حال کے بارے میں دریافت کرے۔ اعرابی ان کے صاحبزادۂ گرامی کے پاس آیا اور ان سے امیر المومنین کی صورت حال کے بارے میں پوچھا۔ شہزادۂ گرامی کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلک پڑے اور کہا میرے ابّا حضور ہفتہ میں ۶ر روز تک مخلوق کے ساتھ احتساب کرتے ہیں اور ساتویں دن اپنے نفس کے ساتھ۔ آج کا دن ان کے لئے اپنے نفس کے ساتھ احتساب کا دن ہے۔ معاملات دین میں سے جب کسی معاملہ میں اپنے نفس کو سست اور کاہل پاتے ہیں تو امیر المومنین اپنے ہاتھوں سے خود کو اس قدر تازیانہ مارتے ہیں کہ خود کو مکمل طور سے زخمی کر لیتے ہیں۔

اے میرے عزیز- جو شخص اپنے نفس کے ساتھ ہمیشہ احتساب کرتا ہے تو ان کے پاس زبانی دعوے اور ظاہری صورت حال کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ بلکہ وہ صرف حقیقت حال اور معنوی صورت حال کا مالک رہتا ہے کیونکہ یہ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ تمام دعوے عیب ہیں اور ان دعووں کی معنوی صورت ہنر ہے۔

سنو سنو! ایک سبزی فروش تھا جو اپنی نیاز مندی کے سبب آسمانوں کو ترازو اور خداوند قدس کو اس کا پاسنگ بنائے ہوئے تھا۔ اسی طرح ایک شخص کو دیکھا کہ شیر پر

---

[1] امیر المومنین عمر فاروق نام عمر، کنیت ابوحفص تھی اور لقب فاروق تھا۔ ۶ر میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ آپ کی وجہ سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ یکم محرم ۱۲ ہجری میں خلیفہ منتخب ہوئے اور ۱۲ر سال تک خلافت کے امور انجام دیتے رہے۔ ۲۴ر ہجری میں آپ نے شہادت پائی اور روضۂ رسول میں مدفون ہوئے۔

سوار ہے اور سانپ کو تازیانہ بنائے ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ کام تو بہت زیادہ آسان ہے۔ مشکل کام یہ ہے کہ کوئی شخص ترازو کے دو پلوں کے بیچ بیٹھ کر صرف رضائے مولیٰ کے لیے کام کرے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشبی دین کا دعویٰ کرنا کوئی چیز نہیں مدعی قید خانہ سے تعلق رکھتا ہے	نخشبی ہیچ نیست دعویٰ دین مدعی از قبیل زنداں شد
اس راہ میں جس نے دعویٰ سے کام لیا وہ قید و بند کا مستحق ہو گیا۔	اندریں راہ ہر کہ دعویٰ کرد او سزاوار بند و زنداں شد

☆☆☆

۹۶ سلک نود و ششم

معلوم ہو کہ مرید یا متعلم اپنے پیر یا استاد سے جو کچھ بھی سنے، پہلے اس پر عمل کرے اس کے بعد ہی کسی دوسری بات کا سوال کرے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کا نزول دفعتہً نہیں بلکہ قدرے قدرے ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تمام آیتوں کو یاد نہیں کرتے بلکہ چند آیتوں کو یاد کرتے۔ پہلے اس پر عمل کرتے اسکے بعد دوسری آیتوں کی طرف توجہ کرتے۔ لوگوں نے بیان کیا حضرت خواجہ اجل شیرازی[1] لکھی

[1] خواجہ اجل شیرازی – یگانہ روزگار اور وحید عصر تھے۔ فن تصوف میں ایک معتبر اور باکمال شخصیت کے مالک تھے۔ زمانہ دراز تک اپنے ارشادات و تعلیمات سے گم گشتگان راہ کو ہدایت دیتے رہے۔ خود عابد شب زندہ دار تھے۔ راتوں رات ذکر و فکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ جو کرتے وہی کہتے اور جو کہتے پہلے اس پر عمل کرتے۔ اسی عمل و علم کے سبب آپ کی زندگی دلکش و جاذب نظر آتی تھی۔

بارگاہ میں ایک آدمی ارادت کے خیال سے آیا اور اس بات کا منتظر رہا کہ نماز واوراد کے بعد حضرت خواجہ کیا ارشاد کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ارشاد فرمایا جو اپنے لئے روانہ رکھو دوسروں کے لئے بھی روانہ سمجھو۔ وہ شخص اس ارشاد کے سننے کے بعد خدمت خواجہ سے واپس ہوا اور چند روز کے بعد دوبارہ خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میں اس سے قبل والی مجلس میں اس بات کا منتظر تھا کہ شیخ نماز واوراد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ لیکن شیخ نے کچھ نہیں کہا۔ آج چاہیے کہ پہلے عمل کیا جائے۔ شیخ نے فرمایا پہلی مجلس میں یہ سبق دیا گیا۔ جس چیز کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہو دوسروں کے لئے بھی قطعی پسند نہ کرو۔ جب تم نے ابھی تک پہلا سبق ہی یاد نہیں کیا تو پھر دوسرا سبق تیرے سپرد کیسے کیا جائے۔

اے درویش، اللہ تعالیٰ نے تجھے مٹی کا تخت عطا کیا۔ تاکہ تم عرصۂ قیامت کے لئے زادراہ تیار کرو، اور اللہ کے ذکر و شغل سے غافل نہ رہو۔ اور اگر غفلت کرتے ہو تو زبردست نقصان اُٹھاؤ گے۔ بہشت میں ایک خوبصورت وادی ہے جب بندہ ذکر حق تعالیٰ میں مشغول رہتا ہے تو یہ وادی اس کے نام کردی جاتی ہے اور فرشتے اس میں پودے اور درخت لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس بندۂ خاص کا ذکر کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔ سنو سنو! حضرت امام شافعی[1] رحمتہ اللہ علیہ نے اقامت سنت کی غرض سے اپنے ہونٹوں کو کسی غمزدہ کے روبرو کھولا اور آہستہ آہستہ اسے حرکت دینے لگے، اس غمزدہ نے کہا، اپنے ہونٹوں کو بند رکھئے تاکہ کاٹا نہ جائے۔ امام شافعی نے فرمایا اگر میرے یہ ہونٹ کاٹے جائیں تو ان ہونٹوں سے کہیں زیادہ بہتر ہیں جو ذکر حق سے غافل رہیں۔

---

[1] امام شافعی دیکھئے سلک: اول۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی یادِ حق بھی ایک بڑی اور طاقتور چیز ہے، بے ذکر والی گفتگو نری خاموشی ہے اور جو شخص یادِ حق سے غافل رہتا ہے لوگ اسے بھی یاد نہیں رکھتے بلکہ بھلا دیتے ہیں۔	نخشی یاد حق قوی چیز است گفت بے ذکر جملہ خاموشی است ہر کہ از یاد حق بیروں باشد آں نہ یاداست آں فراموش است

☆☆☆

۹۷ سلک نود و ھفتم

قیل من عبد لاجل الجنة فھو عبدالجنة و من عبده خوفا من النار فھو عبدالنار

جو جنت پانے کے لئے عبادت کرے وہ بندۂ جنت ہے اور جو دوزخ کے خوف سے عبادت کرے وہ بندۂ دوزخ ہے۔

اے میرے عزیز، اگر تو بندۂ خدا پرست ہے تو اپنے دل سے جنت و دوزخ کے خیال کو نکال پھینک کیونکہ یہی جنت حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ''قید خانہ'' اور آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ''گلستان'' ثابت ہوئی۔

بندۂ نخشی عرض کرتا ہے...... اگر تجھے اختیار دیا جائے، دو رکعت نماز ادا کر یا ہشت بہشت میں جا۔ مناسب یہی ہے کہ دو رکعت نماز پڑھی جائے کیونکہ ہشت بہشت سے دو رکعت نماز حاصل نہیں ہوتی اور اس دو رکعت نماز سے ہزاروں ہشت بہشت حاصل ہوسکتی ہیں۔ ارباب حضور کا قول ہے۔ عاشق کو ہمہ وقت معشوق کے کاموں میں مشغول رہنا چاہیے اور نماز بھی اپنے معبود کا ایک ذکر و فکر ہے۔ امام

ابو یوسف[1] رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا- کیا یہود و آتش پرست کو صدقہ دینا چاہیے؟ آپ نے فرمایا، ہاں دینا چاہیے، پھر لوگوں نے دریافت کیا- کیا بے نمازی کو دینا چاہیے؟ جواب دیا قطعی نہیں۔ لوگوں نے کہا حضور! بے نمازی کا گناہ تو یہود و مجوسی سے بہت کم ہے؟ جواب میں امام موصوف نے کہا- ایسا نہیں ہے، مگر یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں تاکہ انھیں شرم آئے اور بے نمازی ہونے سے توبہ ور جوع کر لیں[2]۔

سنو سنو! بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا جس قدر میں رنج و تکلیف میں ہوں، اسی قدر بھوکا ہوں۔ ارشاد فرمایا- کیا تم نماز نہیں پڑھتے ہو؟ جواب دیا- ہاں! نماز پڑھتا ہوں۔ کیا تیرے اہل و عیال نہیں پڑھتے؟ عرض کیا حضور مجھ سے زیادہ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ میرے آقا ﷺ کو اس بات سے حیرت ہوئی اور فرمایا جس گھر میں لوگ نماز پڑھیں، وہاں مفلسی کا کیا کام؟ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا، جس گھر کے پاس سے بے نمازی گذر جاتا ہے اور اس گھر کا دروازہ کھلا رہ جائے اگر بے نمازی کی نظر گھر پر پڑ جائے تو اس گھر سے چالیس دنوں کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ اے میرے عزیز یہ حال اس گھر کا ہے جس پر ایک بے نمازی کی نظر پڑ جائے۔ پھر اس گھر کا کیا عالم ہوگا؟ جس میں چالیس روز تک نماز ہی نہ پڑھی جائے۔ اس میں برکت کیونکر رہ سکتی ہے۔

---

1 امام ابو یوسف- نام یعقوب بن ابراہیم کوفی ہے۔ مگر امام ابو یوسف سے مشہور ہیں۔ امام اعظم کے مشہور شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے منصب پر آپ ہی فائز ہوئے۔ تین خلفاء خلیفہ مہدی، خلیفہ ہادی اور خلیفہ ہارون رشید کے دورِ حکومت تک اسی عہدہ پر برقرار رہے۔ آپ نے فقہ حنفی کے نشر و اشاعت میں زبردست حصہ لیا۔ عابد شب زندہ دار تھے۔ تفسیر و حدیث اور دیگر علوم و فنون پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ ۱۸۲ ہجری میں وصال پا گئے۔

2 بے نمازی کو اس واقعہ سے عبرت پکڑنی چاہیے۔ اس واقعہ کو ترہیب پر محمول کیا جائے۔ یہود و مجوسی کو صدقہ دیئے جانے کے جواز پر نہیں۔ (محمد شمشاد حسین رضوی)

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی جہاں تک ہو سکے نمازی بنا رہ کہ پاکیزگی دین کے ساتھ بدن بہتر انداز میں سپرد کیا جاتا ہے۔ اگر چہ مرنے کو لوگ ٹھیک نہ کہیں لیکن بے نمازی آدمی سے بہتر مردہ ہے۔	نخشی ناتواں نمازی باش تن بپاکئی دیں سپردہ نکو گرچہ مردن نکو بناشد لیک مردم بے نماز مردہ نکو

☆☆☆

(۹۸) سلک نود و ہشتم

معلوم ہونا چاہیے کہ تم جو کام بھی کرنا چاہتے ہو، پہلے دل میں اس کا خیال آتا ہے۔اس کے بعد اس میں پختگی آتی ہے تب کہیں فعل کا وجود ہوتا ہے۔عوام تو صرف اپنے افعال پر ماخوذ ہوں گے اور خواص اندیشہائے دل پر ہی پکڑ لیئے جائیں گے۔

سنو سنو! حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے کسی ڈینگ باز درویش کو دیکھا۔ وہ کسی سے کچھ مانگ رہا تھا۔ آپکے دل میں یہ خیال گذرا، کاش اگر یہ نہ مانگتا تو بہت اچھا ہوتا۔ اسی رات حضرت جنید بغدادی نے اس درویش کو خواب میں دیکھا کہ چند لوگ اس درویش کو پکڑ کر لائے ہیں اور ذبح کر رہے ہیں اور تمام گوشت انکے روبرو ڈال کر کہہ رہے ہیں اس میں سے کھا، خواجہ جنید نے فرمایا یہ مسلمان آدمی اور درویش ہے۔ میں اسکا گوشت کس طرح کھا سکتا ہوں۔ لوگوں نے کہا یہ وہی گوشت ہے جسے تم کھا چکے ہو۔ جس طرح پہلے کھا چکے تھے[1] اب بھی کھالو۔

[1] یعنی خیال میں تم اس درویش کی غیبت کر چکے ہو۔ جب ''خیالی غیبت'' پر اس قدر شدید پکڑ ہو گئی تو پھر ان لوگوں کا کیا حال ہو گا؟ جو عملی طور پر غیبت کرتے ہیں؟

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
بخششی تیری طرف سے تھوڑا بھی بہت ہے قلیل وکثیر کا بھی احساس رکھ۔ کسی کے ساتھ تھوڑی سی برائی بھی مت کر۔ تھوڑی سی برائی بھی اصل میں بہت زیادہ ہوا کرتی ہے۔	بخششی اندک از تو بسیار است ز قلیل و کثیر ہش میدار اندکے ہم بکس بدی مرساں اندک از اصل می بود بسیار

☆☆☆

۹۹ سلک نود و نہم

جاننا چاہیے کہ قطعی وہ فقیر نہیں جو دنیا نہیں رکھتا کیونکہ دنیوی علائق سے ترک تعلق کو ''زہد'' کہتے ہیں۔ فقر نہیں۔ بغور دیکھو، تو فقر حقیقی اور غنائے حقیقی کے مابین کوئی فرق و امتیاز نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت عطا کی گئی اور انھوں نے خود کو گدڑی پوشوں کے مابین ظاہر کیا اور مسکینوں کے مابین مسکین بنے رہے۔ گروہ افراد نے اپنے مرشد سے پوچھا - ہم کس طریقے سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ مرشد نے کہا، تم کس طریقہ سے آتے ہو کہ اب تک تمہیں راستہ نہیں ملا۔ گروہ افراد نے کہا......

اللہ تک پہنچنے کے راستے آسمان کے ستاروں سے کہیں زیادہ ہیں۔ ان میں سے جو باقی ہے وہ طریق فقر ہے اور وہ تمام راستوں میں سب سے زیادہ واضح ہے۔	الطریق الی اللہ تعالیٰ اکثر من نجوم السماء فما بقی منہا طریق الفقر و ھوا وضح الطرق.

اے میرے عزیز - اگر چہ معاملہ کچھ اس طرح کا ہے جو بیان ہوا مگر فقر ایک ایسی شے ہے کہ درشت، قوی اور فولادی صفت رکھنے والوں کو چاہیے کہ اسے اپنے لئے سپر بنالیں۔ ایک مرتبہ کوئی اعرابی حضرت علی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ میرے ساتھ انصاف کریں۔ ایک ایسے مد مقابل سے جو نہ چھوٹوں پر ان کے چھوٹے ہونے کے سبب بخشش کرتا ہے اور نہ بڑوں پر ان کے بڑے ہونے کے سبب۔

فقال علی من هو قال الفقر نامر الخازن بعشرة آلاف درهم فقال یا اخ العرب با لله و رسوله علیک کلما اتاک خصمک متعوضاً فارجع الی متعوضا.	پس حضرت علی نے فرمایا وہ مد مقابل کون ہے اعرابی نے کہا وہ فقر ہے۔ پس انھوں نے خازن کو دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور کہا اے میرے عرب بھائی تجھے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا واسطہ، تیرے پاس جب بھی یہ مد مقابل آئے آپ عوض لینے کے لئے میری طرف رجوع کریں۔

اے میرے بھائی! فقر ایک ایسی راہ ہے جس کے متعلق فرمایا گیا۔ ''الفقر فخری[2]'' کہ فقر میرے لئے فخر ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی راہ ہر ایک کو منزل تک نہیں پہنچاتی۔ میں سمجھتا ہوں۔ فقر کے لئے ایسا ''سر'' چاہیے جو درد سر کو برداشت کر لے کیونکہ وہ ایسا درد سر ہے جس کے سبب سر تو چلا جاتا ہے مگر درد نہیں جاتا۔ اگر اس راہ فقر کا خیال ہے تو اس درد سر کو سرسری طور پر مت دیکھو، کیونکہ زندہ دل فقیروں کے

---

[1] حضرت علیؓ دیکھئے سلک: ۹۴۔
[2] یہ حدیث موضوع ہے مگر حضرت نخشبی علیہ الرحمۃ کا حزم واحتیاط دیکھئے کہ انھوں نے اسے حدیث کے طور پر نہیں بلکہ کسی قول کی حیثیت سے پیش کیا۔

لئے یہ ریشم و پرنیاں سے کہیں زیادہ خوبصورت اور نرم ہے، یہ لوگ ''نفس قاطع'' سے اس طرح ڈرتے ہیں جس طرح دوسرے لوگ ''شمشیر براں'' سے۔

سنو سنو! خواجہ اجل شیرازی[1] کے مریدوں میں سے ایک مرید نے کہا......

میرا ایک پڑوسی ہے جو مجھے بہت زیادہ رنج و اذیت دیتا ہے خواجہ اجل شیرازی نے فرمایا مگر انھیں نہیں معلوم کہ میرے ساتھ بھی تیرا کوئی تعلق ہے؟ مرید نے کہا۔ ہاں وہ جانتا ہے خواجہ نے کہا یہ جاننے کے باوجود اب تک اسکی گردن نہیں ٹوٹی۔ مرید اسی وقت مجلس سے اٹھا اور چل دیا۔ جب وہ اپنی گلی کی نکڑ پر پہنچا تو اپنے پڑوسی کے گھر میں شور و غوغا سنا، لوگوں سے پوچھا، اس گھر میں کیا ہوا کہ شور و غوغا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا، اس گھر والے نے ''نعلین چوب'' یعنی کھڑاون پہن رکھی تھی اور چھت پر جا رہا تھا کہ اچانک پاؤں پھسلا اور گر پڑا اور اسکی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشمی فقر کو شمشیر تیز شمار کر اور تلوار بے دریغ خون بہاتی ہے۔ انھوں نے کہا درویش کو بیہودہ مت سمجھ کہ نفس بھی وہی کرتا ہے جو تلوار کرتی ہے۔	نخشمی تیغ فقر تیز شمر تیغ خونہائے بیدریغ کند گفت درویش را تو ہرزہ مداں نفس آں کند تیغ کہ کند

☆☆☆

[1] خواجہ اجل شیرازی۔ دیکھئے سلک:۹۶۔

۱۰۰

سلک صدم

بزرگوں نے فرمایا جب کسی کو بلاؤں میں گرفتار دیکھو تو اس کا مذاق نہ اڑاؤ۔ کیونکہ جس طرح آخرت عافیت کو چاہتی ہے ٹھیک اسی طرح یہ دنیا بلاؤں کو چاہتی ہے۔ حضرت سفیان ثوری[1] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں...... کل بروز قیامت جب اہل عافیت اہل بلا کے درجات کا معائنہ کریں گے تو اہل عافیت یہ تمنا کریں گے کہ لوہے کی قینچی سے ان کے گوشت پوست کاٹ لیے جائیں۔ درویش کے ظاہری اور آلودہ حالات پر نظر نہیں رکھنی چاہیے بلکہ ان کے پاک وصاف باطنی حالات دیکھنے چاہیے کہ اس امت کے درویشوں میں ''ہیزوم فروشی'' ہوتی رہی ہے۔ اگر خدا چاہے تو ان کی لکڑیوں کو سونا بنا دے اور وہ لکڑیاں فوری طور پر سونا ہو بھی جائیں۔

سنو سنو! کسی بزرگ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو لکڑیوں کا گٹھر سر پر لئے جا رہا تھا۔ اس بزرگ نے فرمایا: اے بوڑھے انسان کیا تجھے 'رازق علی الاطلاق' پر اعتماد نہیں جو یہ محنت و مشقت کر رہے ہو۔ اس بوڑھے نے آسمان کی طرف رخ کیا اور یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کئے اے میرے اللہ! اس لکڑی کے گٹھر کو سونا کر دے۔ اسی وقت بلا کسی تاخیر کے ان کی تمام لکڑیاں سونے میں تبدیل ہو گئیں۔ جب اس بزرگ نے یہ عجیب و غریب ماجرا دیکھا تو بے ساختہ اس طرح کہا......

---

[1] سفیان ثوری- اپنے وقت کے فاضل اجل اور قطب تھے۔ انتہائے ادب سے لوگ آپ کو ''امیر المومنین'' فی الحدیث والتصوف، کہا کرتے تھے۔ اولیائے متقدمین میں آپ کا زہد و ورع اور تقویٰ و پرہیز گاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ کبھی بھی آپ کی زندگی دنیوی آلائشوں سے ملوث نہ ہوئی۔ ۲۹۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ جس شب آپ نے انتقال کیا۔ لوگوں نے آسمان سے متواتر یہ آوازیں سنیں۔ مات الورع مات الورع۔ آہ اس جہان فانی سے تقویٰ چلا گیا، تقویٰ چلا گیا۔ (ماخوذ از محفل اولیاء، ص:۱۵۱)

من له هٰذه المنزلته فما له حمل الحطب قال انما افعل ذالک لتعلم نفسی انی عبده فلا یتجاوز عن حد العبودیة۔

جس کو یہ منزلت حاصل ہو انھیں لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے کی کیا حاجت؟ میں ایسا اس لئے کر رہا ہوں تا کہ میرا نفس یہ یقین کر لے کہ میں اس کا بندہ ہوں۔ پس اسے حد عبودیت سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

ہاں، مردانِ دیں، اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اگر سرمایہ دین تمہارے پاس ہے تو اس کے عوض قطعی نقد دنیا حاصل نہ کرو کیونکہ اس سودے بازی میں کوئی فائدہ نہیں۔ ایک شخص تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا۔ کچھ دنوں تک ان کی خدمت سے وہ غیر حاضر رہا پھر اس کے بعد بارگاہِ موسیٰ علیہ السلام میں حاضر ہوا۔ اس حال میں کہ ان کے ہاتھ میں خنزیر تھا۔ اس آنے والے نے کہا...... اے موسیٰ علیہ السلام کیا آپ اسے جانتے ہیں؟ جواب دیا نہیں۔ اس نے کہا حضور! یہ آپ کا خدمت گار ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ بارگاہ خداوندی میں عرض کیا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ اپنے کرم سے پھر اسے اصل صورت میں پھیر دے تا کہ ان کے اصل حال کی تفتیش کر سکوں، کہ وہ کون سا منحوس فعل ہے جس کے سبب اسے یہ مصائب ملے ہیں۔ آواز آئی...... اے موسیٰ اسے اسی مبارک نام سے پکارو جس نام کی برکت سے میں نے محروم کو قبولیت عطا کی۔ تو ہم اسے آدمی کی صورت میں دوبارہ واپس کر دیں گے تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ کس فعل منحوس کے سبب اس کی صورت مسخ ہوئی ہے اور وہ فعل منحوس یہ ہے کہ......

انه کان یطلب الدنیا بالدین

کہ یہ شخص دین کے بدلے دنیا خرید تا تھا

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشبی یہ دنیائے دوں کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ غسل خانہ کی آگ عود کا کام نہیں کرتی ہے۔ جس نے دین کے بدلے دنیا خرید لی اس نے نقصان کے سوا اور کوئی فائدہ کا کام نہ کیا۔	نخشبی ہیچ نیست دنیائے دوں نار گر مابہ کار عود[1] نہ کرد ہر کہ دنیا بنقد دیں بخرید جز زیاں ہیچ وقت سود نہ کرد

☆☆☆

۱۰۱ سلک صد و یکم

عالم معرفت کے روح رواں کا ارشاد ہے جس نے حق کی شناخت کر لی وہ عذاب دوزخ سے بچ گیا اور جو شناخت نہ کر سکا وہ عذاب نار میں مبتلا ہوا۔ حضرت یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......

کیف اغفل عمن ھو غیر غافل عنی وان علمت ان من عرف اللہ تعالیٰ فھو عذاب علی النار ومن لم یعرف اللہ تعالیٰ فالنار عذاب علیہ.	میں اس سے کسطرح غافل رہوں جو مجھ سے غافل نہیں اور میں نے جان لیا کہ جس نے اللہ کو پہچانا وہ دوزخ کے لئے عذاب ہے اور جس نے معرفت الٰہی حاصل نہیں کی دوزخ اسکے لیے عذاب ہے۔

[1] عود- ایک خوشبودار لکڑی کا نام ہے۔

حضرت خواجہ جنید بغدادی کو بعد از وصال لوگوں نے خواب میں دیکھا۔ عرض کیا آپ نے اپنا معاملہ کیسا پایا۔ فرمایا آخرت کا معاملہ دنیوی معاملات سے کہیں زیادہ کٹھن ہے۔

سنوسنو! صالحین میں سے کسی نے یہ سوچا بازار جانے سے قبل گھر میں جو دینار ہیں ان سب کا وزن کرلیا جائے۔ چنانچہ ان کے گھر میں جس قدر بھی دینار تھے، یکے بعد دیگرے ان سب کا وزن کرلیا۔ پھران دیناروں کو لے کر بازار آئے۔ جس دینار کو تولا اس سے کم نکلا جو وزن گھر میں تھا۔ اس کمی کے سبب اس نے رونا چلانا شروع کیا۔ لوگوں نے کہا بھئی آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے جواب میں سارا ماجرا بیان کیا اور کہا جب گھر کا معاملہ بازار میں درست نہیں تو کل بروز قیامت وہ کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

اے میرے عزیز۔ اگر تم چاہتے ہو آج کا معاملہ کل بالکل ٹھیک ٹھاک رہے، تم پر لازم ہے، آج تم جو نیکی کر رہے ہو۔ اس کے ثواب کی امید نہ رکھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا...... آپ نے کون سا ایسا عمل کیا؟ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیوب پر اطلاع دی۔ حضرت خضر[1] علیہ السلام نے جواب دیا، میں نے جو بھی کام کیا اس سے ثواب کی امید نہیں رکھا۔ میرے اس عمل کے

---

[1] حضرت خضر علیہ السلام۔ نام بیا بن ملعان کنیت ابوالعباس لقب خضر، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ جہاں قدم رکھتے یا نماز پڑھتے وہاں اگر خشک گھاس ہوتی تو سبز ہو جاتی تھی۔ آپ کے تعلق سے مختلف روایات آئی ہیں بعض روایت میں ہے آپ بنی اسرائیل سے تھے اور بعض کا قول ہے کہ آپ شہزادے تھے۔ دنیا ترک کرکے زہد اختیار کرلیا تھا۔ آپ کو علم باطن، علم مکاشفہ میں کمال حاصل تھا جو باعث فضل بنا۔ حضرت خضر نبی ہیں یا اس میں بھی اختلاف ہے۔ یہ تحقیق نہیں ہے کب آپ نبی تھے، اس لئے حضرت موسیٰ کون سا علم حاصل کرنے کے لئے حکم دیا گیا جیسا کہ سولہویں پارہ میں بھی تفصیل سے آپ کا ذکر ہے۔ تمام جمہور علما اور مؤرخین کا مسلک ہے کہ آپ زندہ ہیں اور زمانہ حج میں ملتے ہیں۔ "ماخوذ از۔ خزائن العرفان، از صدر الافاضل علیہ الرحمہ۔

بدلے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس قدر عطیات سے نوازا، جو حد وشمار سے باہر ہیں۔

اے میرے عزیز! اللہ تعالیٰ کے حضور، وہ جواں مرد اور افضل ترین ہے جو کوئی بھی عمل خیر نہ کرے، نہ کہ وہ جو عمل خیر کرے اور اجر کی امید رکھے۔

العالمون يتوبون عن سيآتهم	کہ علماء اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں
والصوفيه يتوبون عن حسناتهم.	اور صوفیاء اپنی نیکیوں سے توبہ کرتے ہیں

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی بے طمع کن کارے	اے نخشی بغیر کسی لالچ کے کام کر اور اپنے
عمل خود مکن باجر تباہ	کاموں کو اجر وثواب کے سبب برباد مت کر۔
گر بخواہی کہ کار پیش رود	اگر تم اپنے کاموں کو آگے روانہ کرنا چاہتے ہو
کارے کن ولیک مزد مخواہ	تو پھر کام کر، اور اس سے امید ثواب نہ رکھ۔

☆☆☆

۱۰۲ سلک صد و دوم

ارباب ہوش وخرد کا قول ہے......

ان احسنتم فلكم جماله وان اسأتم فلكم وباله.	اگر تم اچھائی کرو گے تو اسکی اچھائی تمہارے لئے اور اگر تم برائی کرو گے تو اس کا وبال بھی تمہارے لئے ہے۔

اے میرے عزیز! اس جہانِ فانی میں نیکی اور برائی مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ تمام نیکیوں کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے تیرا دل خوش ہو جائے اور برائیوں کی اصل یہ

ہے جن سے تیرا باطن ناخوش رہے۔ کوئی بھی انسان اس راہ میں اس طرح قدم رکھے کہ اس کے قدم رکھنے سے کسی کو نقصان نہ پہنچے حتی کہ ایک معمولی چیونٹی بھی اس سے متاثر نہ ہو۔

سنو سنو! ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی رہ گذر سے گزر رہے تھے کہ آپ کے پائے ناز سے ایک چیونٹی زخم خوردہ ہوگئی، حالانکہ آپ کی شان یہ تھی آپ کے نقش پا کا تسمہ قیصر و کسریٰ کی ٹوپیوں کے بوتاموں پر بھی ہزار ہا فضیلت رکھتا تھا۔ وہ زخم خوردہ چیونٹی بلبلانے لگی۔ حضرت علی صحرائے مروت و جواں مردی کے ایک بہادر شیر تھے مگر اس چیونٹی کے روبرو عجز و انکساری کے ساتھ بیٹھ گئے اور معذرت کرنے لگے۔ اسی شب حضرت علی خواب میں رسولِ خدا ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے فرمایا...... اے علی راہ چلتے وقت ہوشیاری سے قدم کیوں نہیں رکھتے؟ تمہاری اس زیادتی کے سبب جو چیونٹی کے ساتھ ہوئی عالم بالا میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا کہ تیرے قدموں سے وہ چیونٹی زخم خوردہ ہوئی جو حضرت صمدیت ازلی کے صدیقین میں سے تھی۔ اس کا اک اک لحظہ تسبیح و تہلیل سے معمور تھا۔ اس کی زندگی میں کوئی ایسا لحظہ نہیں جو اس تسبیح سے خالی ہو۔ ہاں صرف وہ لحظہ خالی تھا جب چیونٹی تمہارے قدم سے زخمی ہوئی۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اس خبر جانگداز سے میں خواب ہی میں بیہوش ہوگیا اور میرے تن بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ میں نے عرض کیا! یارسول اللہ! اب کیا ہوگا؟ ارشاد فرمایا، اطمینان رکھ۔ وہی زخم خوردہ چیونٹی تیری شفاعت کرے گی۔ لمحۂ فکریہ ہے، حضرت علی کی عظیم شجاعت و بہادری اور تقدس و پاکیزگی کے باوجود چیونٹی کی شفاعت ان کے دامن تقدس سے

---

[1] حضرت علی، دیکھئے سلک: ۹۴۔

وابستہ ہوگئی۔ اگر وہ شفاعت نہ کرے تو تیرا خراب حال ہوتا۔ لوگ اس طرح بھی بیان کرتے ہیں...... حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب چیونٹی پر نگاہ غضب ڈالی تو وہ بول پڑی......

انا عبد من انت عبدہ. میں بھی تو اسی کی ایک بندی ہوں جس کا تو بندہ ہے

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
بخشی راہِ حق قوی راہے است رہروان کار بے حساب کنند اندریں راہ بہر مور ضعیف گر سلیمان است ہم بآب کنند	راہِ حق ایک قوی راہ ہے جس پر چلنے والے بے حساب کام کرتے ہیں۔ اس راہ میں ایک معمولی چیونٹی کے لئے اگرچہ کوئی سلیمان ہو پانی پانی ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

۱۰۳ سلک صد و سوم

اہل شکر کا فرمان ہے صرف کھانا، پینا ہی خدا کی نعمت نہیں بلکہ اس کی نعمتیں مختلف قسموں میں بٹی ہوئی ہیں۔ اے لوگو جب تجھے خدا کی مختلف قسم کی نعمتیں ملی ہیں تو تجھے شکر بھی ایسا ہی ادا کرنا چاہیے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ صدہا قسم کی نعمتوں سے مستفید ہوں اور شکر ایک ہی قسم کا ادا ہو۔

ایک دن حضرت آدم علیہ السلام نے مناجات میں عرض کیا۔

''اے خدا میں تیری نعمت کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟ حکم ہوا جس وقت تجھے

اس نعمت کا علم ہو جائے جو تجھے ملی ہے مکمل طور پر اس کا شکریہ ادا کرو۔

اے میرے عزیز۔ شکر ادا کرنے والوں کے تم نے بہت سے مناقب سن چکے ہو۔ اب ذرا ناشکروں کی حکایات بھی سنو، لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں......

سرکش نمرود[1] کے سات شہر تھے۔ ہر ایک شہر میں دانشوروں، نجومیوں نے عجیب وغریب قسم کے طلسم بنا رکھے تھے۔ اول شہر کے دروازہ پر ایک بطخ بنا ہوا تھا۔ جس وقت کوئی مسافر دروازۂ شہر پر آتا، بطخ سے پرزور آواز نکلتی جو پورے شہر میں سنی جاتی اور لوگ اس ٹوہ میں نکل پڑتے کہ کون آیا؟

دوسرے شہر کے دروازہ پر ایک ڈھول تھا۔ جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جاتی تو لوگ اس ڈھول پر مارتے اور اس سے یہ آواز آتی، کھوئی ہوئی چیز فلاں مقام پر ہے۔

تیسرے شہر میں ایک آئینہ نصب تھا۔ جب کوئی مسافر کھو جاتا اسی وقت وہ کھویا ہوا مسافر آئینہ میں ظاہر ہو جاتا، شہر کے باشندے خواہ کہیں ہوتے اس مسافر کو ضرور دیکھ لیتے۔

چوتھے شہر میں ایک حوض بنا ہوا تھا ہر سال نمرود مقررہ دنوں میں اس حوض پر آتا اور خوبصورت جشن مناتا۔ اس حوض پر جو بھی آتا کچھ نہ کچھ پینے کی کوئی چیز اپنے ساتھ ضرور لاتا، کوئی گلاب لے کر آتا، کوئی شربت اور کوئی شراب بھی لے کر آتا اور اس میں ڈال دیتا۔ مگر اس حوض سے جب وہ جام پُر کرتا تو اس میں وہی چیز آتی جسے وہ ساتھ لے کر آیا تھا اور حوض میں ڈال دیا تھا۔ پھر جام بھر کر آپس میں وہ ایک دوسرے کو دکھاتا۔

---

[1] نمرود نامی بادشاہ چھ[6] ہوئے ہیں...... اول -نمرود بن کنعان بن ہام بن نوح علیہ السلام، جوان بادشاہوں میں تھا جن کو ساری دنیا کی بادشاہت نصیب ہوئی اور یہ بادشاہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا بقیہ پانچ نمرود یہ ہیں...... ثانی -نمرود بن کوش بن حام، ثالث -نمرود بن حاش بن کنعان، رابع -نمرود بن سنجار بن نمرود بن کوش، خامس -نمرود بن ساروع، سادس -نمرود بن کنعان بن المعاس۔ (ماخوذ -حیٰوۃ الحیوان ج ۵، ص:۳۱۰)

پانچویں شہر میں پانی سے بھرا ایک تالاب تھا جس پر بیٹھ کر نزاعی معاملات کے فیصلے کئے جاتے تھے۔ جب فریقین اپنے دعوؤں کو پیش کر کے تالاب کے اندر داخل ہوتے جس فریق کا دعویٰ غلط ہوتا پانی اس کے سر کے اوپر آجاتا اور خوف اس پر طاری ہو جاتا۔

چھٹے شہر میں ایک درخت تھا جو اس کے نیچے آتا درخت اس پر سایہ کرتا۔ اس کے سایہ میں ایک ہزار لوگوں کی گنجائش تھی۔ اس ایک ہزار سے اگر ایک بھی زیادہ ہو جاتا تو سب کے سب کھلی دھوپ میں آجاتے اور کوئی بھی سایہ میں نہیں رہتا۔

ساتویں شہر میں ایک گول حوض تھا جس کے کنارے کنارے سلطنت نمرود کے تمام شہروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اگر کسی شہر کا کوئی باشندہ نافرمانی کرتا، از روئے انصاف انہیں عذاب دیئے جانے کا فیصلہ لیا جاتا تو اس حوض سے اس کے شہر کی طرف راہ کھول دی جاتی اور وہ شہر غرق آب ہو جاتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نمرود کو اس قسم کی سلطنت ومملکت عطا کی تھی۔ اس کے باوجود اس نے اس نعمت کا شکریہ ادا نہیں کیا بلکہ الوہیت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ جس کے سبب اس نے وہ دیکھا جو اسے دیکھنا تھا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
بخششی شکر عجیب کارنامے رکھتا ہے،	بخششی شکر کارہا دارد
نعمتوں کا شکر قوی اور اچھی چیز ہے۔	شکر نعمت قوی نیکو چیزے است
جہاں تک ہو سکے زمانہ میں شکر گزار بنکر	تاتوانی مشکور باش بدہر
رہو، کہ جو شکر کرتا ہے وہ عظیم ہوتا ہے۔	ہر کہ شکرے کند ہمو چیزے است

☆☆☆

۱۰۴

سلک صد و چهارم

ایسے عظیم لوگوں کا ارشاد ہے جس کا اوڑھنا بچھونا، غور و فکر اور عبرت آموزی رہی ہے......

الفکرۃ دلیل الانتباہ والصیانۃ عن الاشتباہ۔ غور و فکر انتباہ کی دلیل ہے اور شکوک و شبہات سے بچنے کی علامت ہے۔

ہاں! فکر و نظر تو ایک آئینہ ہے جس میں اربابِ فکر اپنی اچھائی اور برائی کے چہروں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا...... میں نے سبھی مخلوقات پر غور کیا اور فکر و نظر کے ذریعہ یہ محسوس کیا؟ کہ وہ افرادِ انساں جو گوشۂ عدم میں جا پڑے ہیں ان لوگوں سے کہیں زیادہ بہتر و افضل ہیں جو صحرائے وجود میں اب تک پڑے ہوئے ہیں۔

اربابِ معرفت نے فرمایا...... وہ شخص عقلمند اور ہوشیار ہے جو دس (۱۰) کو دس سے بدل دے۔

(۱) جزع کو .... صبر سے

(۲) نسیان کو .... ذکر سے

(۳) ناشکری کو .... شکر سے

(۴) گناہ کو .... طاعت سے

(۵) بخل کو .... بخشش سے

(۶) ریا کو .... اخلاص سے

(۷) گناہ اور اس پر اصرار کو .... توبہ سے

(۸) کذب کو .... صدق سے

(۹) انکارکو .... یقین سے

(۱۰) غفلت کو .... تفکر سے

اے میرے عزیز! ارباب فکر جن چیزوں کو دیکھتے ہیں ان پر تفکر کرتے ہیں اور فکر و بصیرت سے کام لیتے ہیں۔ سنو سنو۔ لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں ...... بنی اسرائیل میں یہ اکرام پایا جاتا تھا کہ جب کوئی ساٹھ سال تک عبادت واطاعت کرلیتا تو ایک سفید بادل اس پر سایہ کرتا۔ مگر بنی اسرائیل کے ایک عابد شب زندہ دار نے ساٹھ سال تک عبادت کی اور اس سعادت سے محروم رہا، دوسرے عبادت گذاران کے پاس آئے اور کہا تم نے کس طرح عبادت کی کہ اس سعادت سے محروم رہے۔ انھوں نے فرمایا، ساٹھ سال کی طویل مدت میں ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے اس راہ کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ ہاں جہاں تک مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ بے غیر فکر کے آسمان کی طرف نظر کی۔ لوگوں نے کہا اس راہ میں کوئی بھی گناہ اس نظر سے زیادہ عظیم نہیں ہے بلکہ یہ نظر ایک قسم کی شومئی قسمت ہے جو انسان کو عظیم سعادت سے محروم کردیتی ہے۔

فارسی قطعہ

نخشی فکر کار ہا دارد
عاقلاں از بلا حذر نہ کنند
آں عزیزاں کہ چشم دل دارند
جز فکرت بکس نظر نہ کنند

ازدو ترجمہ

نخشی فکر بھی عجیب کرشمے رکھتی ہے جو لوگ عقلمند ہوتے ہیں وہ بلاؤں سے پرہیز نہیں کرتے وہ کس قدر ہوشیار ہیں جو چشم بصیرت رکھتے ہیں اور بغیر تفکر کے ایک نظر بھی نہیں اٹھاتے۔

سلک صد و پنجم ۱۰۵

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقرب الناس الی الله تعالیٰ یوم القیامة من طال حزنه.

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا سب سے مقرب بندہ وہ ہوگا جس کا حزن وملال زیادہ ہو۔

لوگوں نے ایک صاحب کرامت بزرگ سے دریافت کیا...... حزن کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ حزن ایک قسم کا تپ دل ہے اگر یہ حزن مخلوق کی طرف سے ہو اور اگر خالق کی طرف سے ہو تو حزن قلبی مسرت اور دلی شادمانی کا نام ہے۔

اے میرے عزیز! جب مالداروں اور امیروں سے حزن دور کر دیا جاتا ہے تو بطور شکر اپنی زبان سے وہ یہ کلمات ادا کرتے ہیں......

الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن.

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم سے غموں کو دور کر دیا۔

اور جب درویشوں، فقیروں سے مسرت وشادمانی لے لی جاتی ہے تو وہ فخر ومباہات سے کہتے ہیں......

الحمد لله الذی اعطانا الحزن.

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں حزن وملال عطا کیا

کیونکہ باری تعالیٰ ہر دلِ غمزدہ کو پسند فرماتا ہے جیسا کہ کہا گیا......

ان الله یحب کل قلب حزین.

اللہ تعالیٰ قلب حزیں کو پسند فرماتا ہے

رہِ محبت میں نالہ وشیون سب سے زیادہ قیمتی اور بیش بہا چیز ہے۔ اس لئے وہ

پسند کیا جاتا ہے۔ نالہ وشیون والا سالک اس راہ کو ایک ہی روز میں طے کر سکتا ہے۔ مگر بغیر نالہ وشیون والا سالک اسے ایک ماہ میں طے کر پاتا ہے۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی ایسا ضرور رہتا ہے جو دلِ غمزدہ رکھتا ہے کیونکہ تمام ارباب عالم انھیں کے درد اور نالہ وشیون کی پناہ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا......

فلما مات الفضیل ذهب الحزن عن الارض.	جب حضرت علامہ فضیلؒ کا وصال ہوا تو زمین سے حزن وملال چلا گیا۔

حضرت رسالت پناہ ﷺ کی صفات حسنہ میں سے ایک صفت یہ بھی تھی کہ آپ متواصل الحزن[1] اور دائم الفکر[2] رہتے تھے۔ اس پاکیزہ دور میں دو شخصوں نے آپس میں منازعت کی۔ ان میں سے ایک نے کہا

من عرف اللہ تعالیٰ زالت احزانه.	جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ان سے حزن وملال زائل ہو گئے۔

اور دوسرے نے یہ کہا......

من عرف اللہ تعالیٰ طالت احزانه.	جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ان کے حزن وملال بڑھ گئے۔

حضرت سری سقطیؒ پر نزع کا عالم طاری تھا اور حضرت جنید بغدادی پنکھے سے ہوا کر رہے تھے۔ حضرت سری سقطی نے ارشاد فرمایا......

''اے جنید تم مجھے ہوا کر رہے ہو اور میرا حال یہ ہے کہ میرے سینہ کے تنور میں حزن وملال کی آگ بھڑک رہی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے؟ کہ ہوا کرنے سے آگ اور

---

1. لگاتار حزن والا۔ 2. ہمیشہ فکر کرنے والا۔

زیادہ بھڑک اٹھتی ہے"۔

اے میرے عزیز۔ کوئی بھی غم ہو اہل محبت کے لئے اس سے زیادہ آرام دہ اور راحت رساں کوئی اور چیز نہیں۔

سنو سنو! ایک پیر طریقت کا قول ہے...... دس سال تک میں آنسوؤں سے رویا اور پھر دس سال تک صرف خون ہی رویا اور اب میں دس سال سے ہنس رہا ہوں۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشبی شادماں ز اندوہ است	نخشبی اپنے حزن وملال سے خوش ہے دل اس
دل جزین شادی طلب نکند	خوشی کے علاوہ اور کچھ طلب نہیں کرتا ہے
آنچہ اندوہ کرد در دلِ من	میرے دل میں حزن وملال نے وہ تاثیر پیدا
در دل دیگرے طرب نکند	کردی کہ اب اسے کسی اور خوشی کی خواہش نہیں

☆☆☆

۱۰۶ سلک صد و ششم

اربابِ فقر و قناعت کا ارشاد ہے...... مالداری کا دوسرا نام درویشی ہے اور درویشی کا دوسرا نام مالداری ہے۔ کوئی بھی درویش اپنی فقیری کے جواہرات کو مال و دولت یا اس کے مناسبات سے بدل نہیں سکتا ہے۔ کیونکہ اگر کسی مالدار کو فقیروں کے مراتب عُلیا، اور درجات اعلیٰ سے واقفیت ہو جائے تو یقین مانئے وہ اپنی مالداری کے ریشمی ملبوسات فقیروں کے بوسیدہ اور پرانے کمبلوں سے فروخت کردیں گے۔ کسی بھی مالدار کو دولت و ثروت کے سبب یہ چار چیزیں پہنچتی ہیں......

اول۔ جسمانی اذیت،
دوم۔ قلبی مشغولیت،
سوم۔ دینی نقصانات،
چہارم۔ حساب قیامت

اور کسی درویش کو ان کی درویشی کے سبب یہ چار چیزیں حاصل ہوتی ہیں......

اول۔ جسمانی راحت

دوم۔ قلبی فراغت

سوم۔ قلبی سلامت

چہارم۔ قیامت سے رستگاری

مالدار لوگ ابھی منکر نکیر کے سوال و جواب میں ہی الجھے ہونگے، کہ فقیر نہایت ہی برق رفتاری سے اس مقام اعلیٰ تک باریابی حاصل کر چکے ہونگے، جس کی وضاحت اس آیت شریفہ میں ہے......

فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر[1] — سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

سنو سنو! لوگوں نے بعد از وصال حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا...... منکر نکیر کے سوال و جواب سے آپ نے چھٹکارہ کس طرح پایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے بے خبر یہ جگہ کوئی بات کرنے کی ہے؟ اگر تم وہاں ہوتے تو خود اپنی آنکھوں سے اس کا مظاہرہ کرتے، کہ منکر نکیر نے خود مجھ سے کس طرح رستگاری حاصل کی، اور پھر نہایت ہی تیزی کے ساتھ قبر سے باہر نکل آئے۔ منکر نکیر نے جب یہ سوال کیا۔ تیرا رب کون ہے؟ میں نے کہا۔ اے فرشتو! یہ سوال مجھ سے کرتے ہو، تیرا رب کون ہے؟ تو پھر سنو! میرا رب وہ ہے جس نے تجھے اور دیگر تمام فرشتوں کو

---

[1] آیت نمبر ۵۵، رکوع ۱۰، پارہ ۲۷ سورہ قمر۔

حکم دیا کہ میرے باپ حضرت آدم کو سجدہ کرو، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے......

اسجدو الآدم[1] کہ آدم کو سجدہ کرو۔

جس وقت سجدہ کا حکم ہوا تھا میں اور میرے دیگر بھائی اپنے باپ آدم کی پشت سے تمہیں اور تیرے دوسرے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔

میری اس گفتگو کے بعد منکر نکیر[2] نے کہا۔ ہمیں فوراً یہاں چلا جانا چاہیے قبل اس کے کہ ہم اور کوئی سوال کریں اور آدم کی تمام ذریات اس کا جواب دیں۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی فقر خوب تر ز غنا مرد رہ را ہزار پیشانی است چوں اسیری بہ از امیری شد این نہ موری است این نہ سلیمانی است	نخشی فقر غنا سے بہت زیادہ بلند ہے اس راہ کے چلنے والوں کے لئے ہزاروں درجات ہیں۔ جب اسیری امیری سے لاکھ گنا بہتر ہے تو پھر آپ سمجھ لیجیے یہ کوئی چیونٹی اور سلیمانی سلطنت کا معاملہ نہیں۔

☆☆☆

۱۰۷ سلک صد و ھفتم

مخلصین جو بھی نیک عمل کرتے ہیں اس کے تعلق سے یہ یقین بھی رکھتے ہیں کہ میں نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا ہے......

[1] آیت نمبر ۱۱، رکوع ۸، پارہ ۸، سورہ اعراف۔
[2] منکر نکیر۔ ڈراؤنی شکل کے دو فرشتے ہیں جو قبر میں مردوں سے سوال کرتے ہیں۔

حکی عن بعض الصالحین الصادقین من اھل الواسط انہ صام سنین کثیرۃ و کان یفطر کل یوم قبل غروب الشمس الافی رمضان.

اہل واسط کے بعض بزرگوں کی حکایت ہے کہ انھوں نے بہت سالوں تک روزہ رکھا اور ہر روز غروب آفتاب سے پہلے افطار کرتا مگر رمضان میں افطار غروب آفتاب کے بعد کیا کرتا تھا۔

تم نے یہ واقعہ بھی سنا ہوگا کسی ماہی گیر نے ایک مچھلی کا شکار کیا۔ وہ شکاری سے مخاطب ہوکر بولی......

اے شکاری- میں خدا کی تسبیح کرتی ہوں۔ اس کی کبریائی بیان کرتی ہوں تم مجھے اس پاکی سے کیوں روک رہے ہو؟

دوسری مچھلیوں نے اس سے کہا...... خدا سے ڈر کیا تم اللہ تعالیٰ پر اپنی تسبیح کا احسان رکھتی ہو؟

سنو سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی صبح یہ اظہار فرمایا...... جیسے ہی میں نے عالم بالا میں قدم رکھا، فرشتوں کا ایک گروہ میرے سامنے آیا اور مجھ سے یوں مخاطب ہوا- یارسول اللہ۔ آپ ہم لوگوں کو کچھ نصیحت فرمائیں۔ میں نے انھیں بطور نصیحت یہ کہا......

اے فرشتوں، تم نے کہا تھا

نحن نسبح بحمدک و نقدس لک[1]

ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔

اب میری نصیحت یہ ہے اب کبھی اس قسم کی بات نہ کرنا کیونکہ وحدہٗ لاشریک کی

---

[1] آیت ۳۰، رکوع ۴، پارہ ۱، سورہ بقرہ۔

بے نیاز بارگاہ میں اس قسم کی جسارت خلاف اولیٰ ہے۔ ان فرشتوں نے میری نصیحت سنکر مارے شرم کے اپنی گردنیں جھکالیں اور وہ قیامت تک ایسے ہی رہینگے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی اپنے کاموں کا قطعی ذکر نہ کرو اور	نخشی ذکر کار خویش مکن
احسان جتانے والوں سے دوستی مت کر	یار منت نہندہ یار مداں
اگر تم چاہتے ہو کہ کام آگے پہنچ جائے تو	اگر بخواہی کہ کار پیش رود
لازم ہے کہ کام کرو مگر اسے کام مت سمجھو۔	کار می کن و لیک کار مداں

☆☆☆

۱۰۸ سلک صد و ہشتم

ارباب معرفت کا قول ہے اگر کوئی درویش خود کو سب سے اچھا اور بلند و بالا تصور کرے تو اس خاک دانِ گیتی میں اس سے زیادہ کوئی بدتر نہیں اور ایسا خیال کرنے والا متکبر ہے کیونکہ کسی بھی درویش کا یہ تصور بھی ایک قسم کا دعویٰ ہے۔ ذرا غور فرمائیں۔ وہ لوگ جو خود کو مسکین ولا چار تصور کرتے ہیں جب یہ عتاب الٰہی سے نہیں بچ پائینگے تو پھر ان کا کیا حال ہوگا؟ جو اپنے لئے رعونت، نخوت اور کبر و غرور کا دعویٰ کرتے ہیں، سنو سنو! حضرت آدم علیہ السلام نے جب گیہوں کھایا وعصیٰ ادم ربہ کے خنجر آبدار سے زخم خوردہ ہوئے حالانکہ گیہوں کھانے کا قصد کوئی قصد صحیح نہ تھا کیونکہ وقت منع سے پورے ایک سال کے بعد گیہوں کھایا گیا تھا۔ اس مدت میں ''منع کا حکم'' ذہن سے اوجھل ہوگیا ہوگا خود قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے......

فنسیٰ ولم نجدله عزما.[1] تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا (کنزالایمان)

باوجود اس فراموشی اور عزم کے نہ پائے جانے کے، انھیں معذور نہیں رکھا گیا حالانکہ فراموش کرنے والا اس لائق ہوا کرتا ہے کہ ان کا مواخذہ نہ کیا جائے اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی باز پرس کی جائے، یہ کس قدر اللہ کا فضل واحسان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعائے لطیف کے سبب اس امت عاصی سے اس قسم کا مواخذہ نہ ہوگا قرآن کی زبان میں وہ دعائے لطیف یہ ہے......

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا.[2] اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں (کنزالایمان)

اے میرے عزیز جب اس ''نسیان'' کے سبب حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ السلام پر عتاب الٰہی کا نزول ہوا تو پھر ہماری کیا حیثیت؟ اس کے باوجود ہم دیدہ ودانستہ گناہ پر گناہ کئے جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ اس کی ہمیں خبر نہیں۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی حال تو چہ خواہد شد	اے نخشی کل تیرا حال کیسا ہوگا؟ آدمی خود
آدمی ہم دریں نمونہ بود	اس جہاں میں ایک نمونہ ہوا کرتا ہے۔
در محلے کہ نیک واں ترسند	جہاں نیک لوگ لرزہ براندام ہو جاتے
حال چوں تو کسے چگونہ بود	ہیں وہاں تم جیسوں کا کیا حال ہوگا؟

☆☆☆

[1] آیت ۱۱۵، رکوع ، پارہ ۱۶، سورہ طٰہٰ۔ [2] آیت ۲۸۶، رکوع ۸، پارہ ۳، سورہ بقرہ۔

۱۰۹

سلک صد و نہم

اللہ کے نیک اور مخلص بندوں کا ارشاد ہے...... ہر وقت حق کے ساتھ رہو، خواہ کہیں بھی رہو اگر مسجد میں رہو، تو حق کے ساتھ رہو اور کلیسا میں رہو تب بھی حق کے ساتھ رہو۔ کلیسا میں رہ کر حق کا ساتھ دینے والا مسجد میں رہنے والے اس شخص سے کہیں بہتر ہے جو حق کا ساتھ نہ دے اور نہ ہی حق بات کرے۔ لوگوں کا بیان ہے بنی اسرائیل میں چار سال تک بارش نہیں ہوئی، سب نے بارش کے لئے دعائیں کیں مگر کسی ایک کی بھی دعا قبول نہیں ہوئی۔ سب آپس میں سر جوڑ کر بیٹھے اور مشورہ کیا، جب ہم میں سے کسی کی دعا قبول نہیں ہو رہی ہے تو اب کیا کرنا چاہیے؟ اور دعا کے قبول نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس وقت کے **پیغمبر** کو خطاب ہو؟ ان کی دعاؤں میں اثر نہیں۔ کیونکہ یہ قوم اپنے آپ کو پاک نہیں رکھتی اور نہ ہی اپنے مکانوں اور کوچوں کو حد تو یہ ہے کہ یہ مسجدوں میں جاتی ہے اور اسے بھی نجس و ناپاک کر دیتی ہے۔

اے میرے عزیز سابقہ امتوں میں سے کچھ لوگ مسجدوں میں جاتے اور اسے آلودہ کر دیتے تھے اور اس امت کا یہ حال ہے کہ آج بعض کلیسا میں جاتے ہیں اور اسے بھی پاک کر دیتے ہیں۔

سنو سنو! خواجہ خیر نساج کے مریدوں میں سے ایک مرید کلیسا گیا اور جب وہاں سے واپس ہوا تو خواجہ خیر نساج نے فرمایا۔ تم کلیسا سے کیا لائے؟ عرض کیا۔ حضور! کلیسا سے کیا لایا جا سکتا ہے؟ خواجہ نے فرمایا۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں کلیسا سے کیا لایا جا سکتا ہے؟ خواجہ مرید کو ساتھ لے کر کلیسا پہنچے اور دکھایا کہ اس قوم نے کلیسا کی دیواروں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویریں بنا رکھی ہیں۔ خواجہ نے تصویروں سے پوچھا......

ءَاَنت قلت للناس اتخذونی وامی الٰهین من دون الله۔[1]	کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو اللہ کے سوا۔

ان تصویروں کے ایک ایک جز سے آواز آئی - لا واللہ، لا واللہ- قسم خدا کی نہیں ہرگز نہیں۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی خلق تا چہ سنگ دل اند	اے نخشی یہ مخلوق کس قدر پتھر دل ہے کہ
آنکہ معبود خود ز سنگ کنند	اس نے پتھروں کو بھی اپنا معبود بنالیا ہے۔
گر بتاں را زبان بود ہر دم	اگر ان بتوں کو زبان ہوتی تو ہر وقت یہ
با پرستندہ تا چہ جنگ کنند	اپنے پوجنے والوں سے جنگ کرتے۔

☆☆☆

۱۱۰ سلک صد و دھم

راہ طریقت کے سالک اور سلطنت حقیقت کے بادشاہ اپنے نفس اور اس کے حدود سے اس طرح نکل آئے ہیں جس طرح سانپ اپنی کینچلی سے باہر آجاتا ہے اور کینچلی کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے کیونکہ بقول عارفین کے "راہِ حق ایک ایسی راہ ہوتی ہے جس پر کوئی بھی انسان اپنے وجودی ساز و سامان کے ساتھ قدم نہیں رکھ سکتا ہے۔ واللہ یہ کیسی مشکل راہ ہے اور عجیب بارگاہِ بے نیاز ہے۔ اس راہ میں کوئی کسی کا مزاحم نہیں ہوا کرتا کیونکہ یہ مزاحمت صرف نفس کے بدولت ہوا کرتی ہے اور سالکین اپنے نفس سے

[1] آیت ۱۱۶، رکوع ۵، پارہ ۷، سورہ مائدہ۔

بے نیاز ہو کر اس راہ میں قدم رکھتے ہیں۔تو پھر مزاحم ہونے کا سوال ہی نہیں ہوتا؟اس راہ کے چلنے والے کسی ایسی منزل تک نہیں پہنچ پائے۔جس کے بعد کوئی منزل ہی نہ ہو۔ہاں میرے سرکار ﷺ ضرور اس منزل تک پہنچ چکے ہیں۔جہاں آپ کے سوا کوئی اور نہیں پہنچ سکتا ہے۔آپ خود ارشاد فرماتے ہیں......

لی مع اللہ وقت لا یسع فیہ ملک مقرب۔ — مجھے اللہ تعالیٰ کی ایسی معیت حاصل ہے جہاں کوئی مقرب فرشتہ بھی نہیں پہنچ سکتا

حتی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی اس منزل تک نہ پہنچ سکے اور اس کے بال و پر بھی شکستہ ہو گئے۔آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا-اے جبرئیل اطمینان رکھ،تسلی سے کام لے،یہاں بنی مرسل،کی بھی گنجائش نہیں۔حالانکہ انبیاء کرام میں سے بعض نے اس بات کی تمنا کی تھی۔کوئی اس منزل تک کس طرح آسکتا ہے؟کہ نبوت انھیں کے عہد اور زمانہ پر ختم ہو چکی ہے اور اس پر مہر لگ چکی ہے۔تو اب نہ کوئی نبی مرسل[1] آسکتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی غیر مرسل[2]۔اے جبرئیل اگر میں کہوں کہ میرا اللہ کے ساتھ ایسا معاملہ ہے جس پر کوئی مقرب فرشتہ بھی اطلاع نہیں پاسکتا ہے۔تو اس سے شکستہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں۔سنو سنو! شب معراج جب آپ عالم قرب سے واپس ہوئے تو حضرت جبرئیل نے سوال کیا-آپ نے وہاں کیا کیا دیکھا،ارشاد فرمایا......یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے؟بس صرف یہ سمجھ لو کہ......

علم من علم فھم من فھم۔ — جانا جس نے جانا اور سمجھا جس نے سمجھا

---

[1] ایسا نبی جو رسول بھی ہو۔ [2] ایسا نبی جو مرتبۂ رسالت پر فائز نہ ہو۔

اردو ترجمه	فارسی قطعه
نخشی سے دولت وصل کی کیفیت نہ پوچھ۔ وہ عاشق کس قدر بوالعجب ہے جو اس لذت وشادکامی کو آشکار کردیتا ہے۔ جو خود اپنے سے بے خبر ہو وہ کسی کو کسی کے بارے میں کیا بتا سکتا ہے۔	نخشی راز وصل دوست مپرس بوالعجب عاشقے کہ وا گوید آنکہ از خویش بے خبر باشد خبر از دیگرے کجا گوید

☆☆☆

۱۱۱ سلک صد و یاز دھم

ارباب قبول کا ارشاد ہے......

التواضع قبول الحق من الحق للحق.

اللہ کی طرف سے اللہ کے لئے قبول حق کا نام "تواضع" ہے۔

اے میرے عزیز۔

اگر آدمی کو اپنی اصل حقیقت کے بارے میں علم ہو جائے کہ پہلے وہ کیا تھا؟ اور اب کیا ہے؟ اور آئندہ کیا ہو جائے گا؟ تو وہ تا زیست تواضع ہی سے کام لیتا رہیگا۔

لوگوں نے ایک بزرگ سے سوال کیا، مرد متواضع کس کو کہتے ہیں؟ جواب دیا مرد متواضع وہ ہے جو خود کو اور اس خاک کو جس میں مخلوق دفن کی جائیگی، یکساں تصور کرے، اور مرد خاکی وہ ہے جس کے اور خاک کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہ رہے۔

یعنی نشست و برخاست کے وقت اس کے اور خاک کے مابین کوئی چیز حائل نہ ہو۔

ایک بزرگ سے لوگوں نے دریافت کیا، کوئی درویش کس سے بنا رہتا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ زمین سے۔ پھر عرض کیا۔ آپ یہ کس وجہ سے فرما رہے ہیں؟

فرمایا...... جو کچھ اچھا اور نیک نظر آ جائے اس کا ورد کر اور جمع رکھ۔

قد كان قوم من اصحاب الصفه يكرهون ان يجعلوا بينهم و بين التراب حائلا.	اصحاب صفہ میں سے کچھ لوگ اپنے اور مٹی کے درمیان کسی چیز کے حائل ہونے کو برا تصور کرتے۔

اے میرے عزیز۔ جو لوگ آج نرم و گداز اور خوبصورت نقش و نگار والے بستروں پر رہ رہے ہیں، انھیں کیا معلوم؟ کل بروز قیامت ان کا کیا حشر ہوگا اور وہ کن بستروں پر بیٹھائے جائیں گے اور انھیں کون سا لباس پہنایا جائے گا؟

سنو سنو! بغداد شریف میں ایک ایسا شخص تھا جو ہر موسم میں یکساں رہتا تھا، گرمی ہو یا برسات یا پھر جاڑا، اس کے بدن پر صرف ایک ہی لباس اور جامہ نظر آتا تھا۔ لوگوں نے کہا۔ حضور آپ دوسرا لباس کیوں نہیں بنوا لیتے۔ جواب میں اس بزرگ نے کہا...... ہاں میں پہلے ایسا ہی کرتا تھا کہ ایک رات میں نے بالکل سچا خواب دیکھا کہ مجھے جنت دکھائی گئی، پھر اپنے دوستوں میں سے چند کو دیکھا جو بلند مقام پر دسترخواں بچھائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں بھی انھیں کے ساتھ اسی مقام پر پہنچ گیا۔ مگر فرشتوں نے مجھے ان کی مجلس سے باہر نکال دیا اور بہت دور پھینک دیا۔ میں نے کہا۔ ارے میں ان کا جگری اور مخلص دوست ہوں پھر تم مجھے الگ کیوں کر رہے ہو؟ فرشتوں نے کہا۔ تمہارے اور ان کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے۔

هٰؤلاء اصحاب ثوب واحد و لک قمیصان. فانتبهت و نذرت ان لاالبس الا ثوبا واحدا.	وہ لوگ صرف ایک کپڑے والے ہیں اور تیرے پاس دو قمیض ہیں۔ میں بیدار ہوا اور ایک ہی کپڑا پہننے کا عزم مصمم کرلیا۔

اے میرے عزیز۔ دو عالم ہیں ...... (۱) عالم ظاہر اور (۲) عالم باطن۔ جو عالم ظاہر میں صرف ایک لباس زیب تن کرتا ہے وہ لباس میں ہے برہنہ نہیں اور عالم باطن میں بھی وہ لباس میں ہوگا اور جو دو کپڑے دو جامہ پہنتا ہے وہ قطعی ننگا ہے یہاں بھی ننگا ہے اور عالم باطن میں بھی عریاں رہے گا۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی زاں پیاز گندہ شدہ است	نخشی اس پیازی لباس سے گندہ ہو گیا،
کہ وجودش ندارد از یک پوست	کیونکہ اس کا وجود ایک پوست سے زیادہ نہیں
ہر کہ اورا دو پیرہن باشد	جو یہاں دو قسم کا پیرہن رکھتا ہے، اصحاب
نزد اصحاب دین برہنہ ہموست	باطن کے نزدیک وہ اب تک برہنہ ہے۔

☆☆☆

۱۱۲ سلک صد و دوازدهم

جاننا چاہیے کہ ''نفس'' ایک قسم کی بیماری ہے۔ جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کو پوری کرتا ہے وہ زہر قاتل نوش کر رہا ہے۔ اس زہر قاتل کی کوئی دوائے تریاق نہیں۔ ہاں اس کا تریاق صرف اس کی خواہشات کو پورا نہ کرنا ہے جو بھی خواہشات نفسانیہ کے

ساتھ قدم رکھتا اور اُٹھاتا ہے گویا وہ اپنی جان اور روح دونوں کو ہواؤں کے حوالہ کر رہا ہے۔ نفس کی تین قسمیں ہیں......

اول- **نفس مطمئنہ** ۔ یہ وہ نفس ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری میں لگا رہتا ہے اور اس کے حکم کی مخالفت نہیں کرتا۔

دوم- **نفس لوامہ** ۔ یہ گناہوں میں ہمہ وقت منہمک رہتا ہے اور صاحب نفس کو ملامت کرتا رہتا ہے۔

سوم- **نفس امارہ** ۔ یہ نفس برائیوں کا حکم دیتا ہے اور صاحب نفس کو ہلاکت و بربادی کی طرف لے جاتا ہے۔

سنو سنو! حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ[1] ارشاد فرماتے ہیں...... میں پہاڑ کی بلندی پر تھا جہاں بہت سے انار کے پیڑ تھے۔ میرے نفس نے انار کی خواہش کی اور میں نے انار کا ایک دانہ لیکر اپنے منھ میں رکھ لیا، بس! مت پوچھیے بہت زیادہ ترش تھا۔ میں نے فوری طور پر اسے زبان سے نکال دیا اور باہر پھینک دیا۔ اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا جو مختلف قسم کی مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا تھا اور بھیڑیں کثرت سے اس کے پاس موجود تھیں۔ میں نے اس کے پاس آکر سلام کیا، السلام علیکم۔ انھوں نے جواب دیا، وعلیکم السلام اے ابراہیم۔ میں نے سوال کیا، آپ نے کس طرح جانا کہ میں ابراہیم ہوں! انھوں نے جواب دیا، جس نے اللہ کو پہچان لیا، اس کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی ہے۔ میں نے عرض کیا- اے خواجہ جب آپ

---

[1] ابراہیم خواص، کنیت ابواسحٰق نام ابراہیم بن احمد الخواص ہے۔ آپ حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابوالحسن نوری کے معاصرین میں تھے۔ توکل اور ریاضت میں ان کا بہت زیادہ حصہ تھا۔ مقام ری میں آپ کا وصال ہوا۔ سن وصال ۲۹۱ھ ہے مگر جامع کرامات الاولیاء میں سن وصال ۱۸۴ھ درج ہے۔ آپ کا ارشاد ہے پانچ چیزیں دل کے لئے دوا کا کام کرتی ہیں...... ۱۔ تدبر کے ساتھ قرآن پڑھنا، ۲۔ پیٹ کا خالی ہونا، ۳۔ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا، ۴۔ سحر کے وقت اللہ کے سامنے گڑگڑانا، ۵۔ صالحین کی صحبت میں بیٹھنا۔

کرتے ہیں جو اپنے باطن میں غنا اور بے نیازی رکھتے ہیں۔

سئل ارسطا طاليس من رجل يعرفه هل هو غنی ام لا فقال اعلم ان له مالا ولکن لا اعلم اهو غنی ام لا، لانی لست ادری کیفية عمله فی ماله.

ارسطاطالیس[1] سے کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جسے وہ خوب جانتا تھا۔ کیا وہ غنی ہے یا نہیں۔ ارسطاطالیس نے کہا میں جانتا ہوں اس کے پاس مال ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ غنی ہے یا نہیں کیونکہ میں نہیں جانتا کہ مال کے تعلق سے اس کا کیا عمل ہے؟

درویش کے تعلق سے لوگ یہ جانتے ہیں وہ کچھ نہیں رکھتا ہے مگر حقیقت یہ ہے وہ سب کچھ رکھتا ہے۔ اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں کیونکہ بادشاہ فقیروں سے وہی التماس کرتا ہے جو فقیر بادشاہ سے کیا کرتا ہے جب دونوں کے التماس میں کوئی فرق نہیں تو پھر ایک دوسرے سے ممتاز بھی نہیں۔ قناعت وہ قوت ہے جس کے روبرو سلاطین کی کوئی حیثیت نہیں، وہ بھی سرنگوں ہیں۔

سنو سنو! بعض بزرگوں نے ایک درویش کو دیکھا، پاؤں دراز کئے بیٹھا ہے اور اپنے پاؤں پر کمبل ڈال رکھا ہے۔ اس علاقہ کا خلیفہ اس درویش سے ملاقات کو آیا، وہ اسی طرح بیٹھا رہا، نہ اس نے پاؤں سمیٹا اور نہ ہی سر اُٹھا کر بادشاہِ وقت کو دیکھا۔ خلیفہ کے سنتری نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ اے درویش اپنے پاؤں سمیٹ لے۔

درویش نے ذرا بھی التفات نہ کیا، اور ٹس سے مس نہ ہوا۔

پھر کہا۔ اے درویش میں آپ سے ہی کہہ رہا ہوں، اپنے پاؤں سمیٹ لیجئے۔

---

[1] والد کا نام لقوماخس تھا جو سکندر اعظم کا طبیب تھا۔ صغر سنی میں باپ کا انتقال ہو گیا۔ طفولیت کا دور نہایت عسرت کا تھا۔ ۱۸ برس کی عمر میں افلاطون کے شاگرد ہوئے۔ منطق، فلسفہ، النبات، سائنس اور مناظرہ میں مہارت حاصل کی۔ اسطاجرِیہ ان کا مولد ہے۔ اپنی ذاتی صلاحیتوں اور خداداد ذہانت کے سبب اپنے معاصرین پر سبقت حاصل کی اور معلم اول کے اعزاز سے نوازے گئے۔

کو خدا سے اس قدر قربت ہے تو پھر اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتے؟ کہ یہ بھیڑیں آپ سے دور ہو جائیں اور آپ کو ان سے نجات مل جائے۔ انھوں نے جواب دیا۔ اے خواجہ جب تیری بھی اللہ تعالیٰ سے قربت ہے، تو تم نے اللہ سے یہ دعا کیوں نہیں کی، کہ انار کھانے کی خواہش میرے دل سے دور کر دے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی دوست کے حکم سے منہ نہ موڑ کہ نابالغوں کا کام صرف شور وغوغا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کے ساتھ صدق کا معاملہ کیسا ہوتا ہے؟ آری تیرے سر پہ چلے اور تم خاموش رہو، یہ صدق ہے۔	نخشی سر ز حکم دوست متاب کار نابالغان است شور وخروش ہیچ دانی کہ صدق چیست بحق ارہ بر سر روند و تو خموش

☆☆☆

۱۱۳ سلک صد و سیزدھم

اگر کوئی اس گروہ کے بارے میں سوال کرے جس پر بے خبری کا عالم طاری رہتا ہے اور اس کے لئے ہر قسم کی چیزیں فراہم رہتی ہیں۔ بظاہر وہ ناتواں، مفلس و نادار نظر آتے ہیں مگر اپنے طور پر وہ توانا، اور فراغ دل ہوتے ہیں۔ آخر یہ لوگ کون ہیں؟ اس سوال کے جواب میں صرف یہ کہا جائے گا، ایسے ہی لوگ تو صحیح معنوں میں درویش وفقیر ہوتے ہیں۔ یہ ظاہر میں کچھ بھی ہوں مگر باطن میں امیر اور مالدار ہوتے ہیں۔ اہل تحقیق ظاہری طور پر ''غنا'' کو غنا نہیں کہتے ہیں بلکہ غنی اور امیر وہ لوگ ہوا

یہ پانچویں بلا سب سے عظیم ہے کیونکہ خواہش پرستی سے زیادہ ''عیب فاحش'' کوئی اور عیب نہیں، اور خود بینی سے زیادہ بڑی کوئی ناشکری نہیں ہے۔

سنو سنو! کسی صاحب کرامت بزرگ سے لوگوں نے دریافت کیا میں نے سنا کہ آپ سمندر کی لہروں پر چلتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، اگر چہ میں برسوں سے چل رہا ہوں مگر یہ خس و خاشاک پر چلنے سے زیادہ بہتر نہیں۔ کسی دوسرے بزرگ سے لوگوں نے پوچھا- میں نے سنا آپ آگ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ جواب دیا- یہ سمندر میں زندگی بسر کرنے سے زیادہ بہتر نہیں۔ یہ مقام اور حالت ان لوگوں کی تھی جو اپنا خیال نہیں رکھتے تھے اور نہ خود کو دیکھا کرتے تھے پھر ہمہ وشما کا کیا حال ہوگا۔ مقام غور ہے کسی صاحب مقامات بزرگ سے سوال کیا گیا- انصاف کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا دوسروں کے ساتھ انصاف کرے اور خود اپنا انصاف کسی سے طلب نہ کرے۔ یہی صحیح معنی میں انصاف ہے۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی کمزور از خسے است بدھر منطق الطیر کم کسے داند آنکہ او در جہاں کسے باشد خویشتن را کم از خسے داند	نخشی زمانہ میں خس و خاشاک سے زیادہ کمزور ہے جو چڑیوں کی بولیوں سے خود کو کم جانتا ہے۔ اس جہاں میں وہ انسان بہتر ہے جو اپنے آپ کو خس و خاشاک سے کمزور تصور کرے۔

☆☆☆

درویش نے کہا - ایسا ممکن نہیں۔ میں اپنے ہاتھ سمیٹ سکتا ہوں مگر پاؤں نہیں۔ اور ایک درویش ہونے کے ناطے یہی زیادہ مناسب ہے۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی دست پیش کس مکشا	نخشی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا،
نیست از غیر خواست گرد دہست	کہ غیر سے کچھ طلب کرنا یہ ٹھیک نہیں
ہر کہ او دستِ خویش گرد آورد	ہے۔ جو شخص اپنا ہاتھ سمیٹ لیتا ہے،
ہیچ کس را برو نباشد دست	اس پر کوئی بھی قابو نہیں پا سکتا۔

☆☆☆

۱۱۴ سلک صد و چہارم

ارباب معرفت کا قول ہے تمام مخلوقات پانچ بلاؤں میں گرفتار ہیں جن کے سبب نظامِ زندگی میں بے راہ روی پائی جاتی ہے۔ وہ پانچ بلائیں اور اس کے مضر اثرات یہ ہیں......

اول- **شکم سیری**: اس سے قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے۔

دوم- **کثرت خواب**: اس کی وجہ سے عمر میں کافی کمی آجاتی ہے۔

سوم- **آرام طلبی**: اس سے عمل میں کمی آتی ہے۔

چہارم- **دولت و ثروت**: اس سے عذاب سخت اور گرفت شدید ہو جاتی ہے۔

پنجم- **نفسانی خواہشات**: اس کے سبب ثواب میں کمی آجاتی ہے بلکہ ختم ہی ہو جاتا ہے۔

سنو سنو۔ سکندر[1] اور دارا[2] کے مابین منازعت رہی کیونکہ ایک رات سکندر نے خواب میں دیکھا وہ دارا سے کشتی لڑ رہا ہے اور دارا نے انھیں زمین پر پٹخ دیا ہے۔ سکندر نے یہ خواب کسی اہل ریاضت سے بیان کیا۔ اس کی تعبیر میں انھوں نے فرمایا...... اے سکندر اطمینان رکھ، دارا تجھ سے تیری زمین چھین لیگا۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی غیب عالمے دگر است غیب راہست غیبہا روشن ہر کہ او جوشن صفا پوشید گردوش جملہ غیبہا روشن	اے نخشبی "علم غیب" ایک دوسرا ہی عالم ہے جس میں تمام غیوب روشن ہو جاتے ہیں جو شخص صفا کی زرہ پہن لیتا ہے اس پر تمام غیوب روشن ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆

۱۱۶ سلک صد و شانزدهم

علم باطن کے جاننے والوں کا کہنا ہے یہ انسانی حیات بھی مثل مکان ہے کہ جب وہ خستہ وخراب ہو جاتا ہے تو لوگ اس کی دیواروں کو بھی اکھیڑ پھینکتے ہیں اور مثل زمین اسے ہموار کر دیتے ہیں ہاں صرف اس کی بنیادیں زمین کے اندر رہ جاتی ہیں۔ شاید آپ کو ابھی خبر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و مذہب کی تعمیر میں

[1] سکندر- اس نام کے دو بادشاہ گذرے ہیں۔ اول جن کے زمانے میں حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ دوسرے فارس کے عظیم بادشاہ تھے۔ سد سکندری انھوں نے ہی تعمیر کروائی تھی۔

[2] دارا- وہ شخص تھا جو بادشاہ سکندر سے لڑا تھا۔

۱۱۵ سلک صد و پانزدھم

ارباب ریاضت، ریاضت کی تشریح میں فرماتے ہیں......

الریاضة سد باب النوم والتبعد عن صحبة القوم.	نیند کے دروازوں کو بند کرنے، اور قوم کی صحبت سے دور بھاگنے کا نام ریاضت ہے۔

اور بعض نے ''ریاضت'' کی تعریف اس طرح کی ہے......

الریاضة مدارة حکم الشریعه و مداوة سقم الطبیعة.	احکام شریعت پر عمل کرنے، اور امراض طبیعت کے علاج ومعالجہ کا نام ریاضت ہے

غور کیجئے اصل میں ''ریاضت'' بھوکے رہنے کا نام ہے کیونکہ بھوک ولیوں کو پاک کرتی ہے اور بدبختوں کو سزا دیتی ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ کسی کو بھی ریاضت میں بہتر تصور نہیں کرتے تھے۔ اپنے کسی دوست کے گھر مہمان گئے، اور دوست یہ جانتا تھا کہ ابراہیم ادھم بہت کم کھانا تناول کرتے ہیں۔ دوست نے کہا۔ آج آپ کچھ زیادہ ہی کھانا تناول فرمائیں، انھوں نے جواب دیا۔ اے دوست آپ اپنا کام کریں اور مجھے خود اپنا کام کرنے دیں۔

علیک بتقریب الطعام و علینا بتا دیب الاجسام.	دستر خوان پر کھانا چننا آپ پر لازم ہے اور جسموں کو ادب دینا ہم پر لازم ہے۔

اے میرے عزیز، ریاضت کے ثمرات میں سے باطن کا روشن ہونا بھی ہے۔ سبحان اللہ، یہ کیسی روشنی ہے جس کے سبب اہل باطن روشن ضمیر ہو جاتے ہیں یعنی اہل باطن جو کچھ بھی ظاہر میں رکھتے ہیں وہی ان کے آئینۂ دل میں ہوا کرتا ہے۔ اس کے برعکس ان کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔

اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی بلکہ اس میں اتصال و امتزاج بھی پیدا کر دیا۔ مگر آج کا مزاج یہ ہے کہ لوگ اینٹ پر اینٹ رکھ کر بلند سے بلند تر عمارت بنا لیتے ہیں۔ جب کوئی بلند ترین عمارت بناتا ہے تو فرشتے اسے کہتے ہیں ...... اے ملعون کتنی بلندی تک لے جانے کا ارادہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے آخیر زمانے میں کچھ ایسے لوگ بھی ہونگے جو اپنے گھروں کو ''یمنی چادر'' کی طرح سجائیں گے، اور سنہری نقش و نگار سے زیب و زیبائش کریں گے۔ اسی بلند تر عمارتوں اور سجے سجائے مکانوں کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تاثرات کا اس طرح اظہار فرمایا......

نظر عمر رضی الله تعالیٰ عنه فی طریق الشام الیٰ صرح قد بنی بالجص والآجر فکبر و قال ما کنت اظن ان یکون فی هٰذه الامت من یبنی بنیان هامان و فرعون.

شام کے راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بلند عمارت دیکھی جو چونے اور اینٹ سے بنی ہوئی تھی۔ آپ نے پاکی بیان کی اور کہا مجھے اس قسم کا گماں بھی نہ تھا کہ اس امت میں بھی ایسے لوگ ہونگے جو ہامان اور فرعون کی مانند عمارت بنائینگے۔

سنو سنو! حضرت امام اعظم[1] رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں ایک شخص آیا

---

[1] امام اعظم۔ اسم گرامی نعمان بن ثابت، کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم تھا۔ ۸۰ ہجری میں مقام کوفہ میں آپ کی ولادت ہوئی اور وہیں نشو و نما پائی۔ ۶ رصحابہ کرام سے شرف ملاقات حاصل تھا بایں طور آپ تابعی تھے۔ علم فقہ میں آپ کا رتبہ اوج ثریا سے بھی بلند تھا۔ آپ کے زور استدلال کو دیکھتے ہوئے حضرت امام مالک علیہ الرحمتہ نے فرمایا...... رایت رجلاً لو کلمک فی هٰذه الساریه ذهباً لقام بحجته، یعنی میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا اگر وہ فرمادیتے یہ دیوار سونے کی ہے تو وہ اپنی دلیلوں سے اسے ثابت کر دیتے۔ آج اطراف و اکناف میں انھیں کا تدوین کردہ فقہ حنفی رائج ہے۔ ۱۵۰ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ مقام خیزران میں آپ کا مزار پاک ہے۔ تقریباً ۷۰ سال آپ کی عمر شریف ہے۔

اور عرض کیا...... اے امام وقت میں نے ایک مسجد بنائی ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ آپ کی پاک کمائی سے اس میں سونے کے ذرے جوڑ دوں تا کہ اس کی برکت اور چمک دمک سے لوگوں کی توجہ اس مسجد کی طرف مرکوز رہے، آپ نے تھوڑی دیر تامل کیا اور فرمایا...... لے یہ سونے کا ایک حقیر ذرہ ہے۔ اس نے لیا اور چلتا بنا۔ کچھ دنوں کے بعد اس ذرہ کو واپس کر دیا اور عرض کیا...... جس مقصد کے پیش نظر لیا تھا۔ وہ اس کے بغیر ہی حاصل ہو گیا اب اس ذرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ نے مسکراتے ہوئے اس ذرہ کو واپس لے لیا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا۔ حضور! کیا بات ہے؟ دیتے وقت آپ نے تامل فرمایا اور اب ہنسی خوشی اسے واپس لے لیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا...... حدیث شریف میں آیا ہے حلال کمائی مٹی اور اینٹ پر خرچ نہیں ہوتی ہے پھر یہ بھی تو میری حلال کمائی کا تھا۔ مٹی اور اینٹ پر کس طرح صرف ہوتی؟ اگر چہ اسے مسجد پر ہی خرچ کیا جائے اس واپسی سے حدیث کی صحت ہو گئی اس لئے میں خوش ہوں [1]

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی خانه بر زمیں چه کنی نقد خود کس بخاک ره ندهد آنکه ویراں جهاں دید است خشت بر خشت هیچ گهه ننهد	نخشی زمیں پر مکان بنا کر کیا کرے گا، کوئی بھی اپنا نقد مال مٹی میں نہیں ملاتا ہے، جس نے دنیا کو ویراں ہوتے دیکھا ہے وہ اینٹ پر اینٹ نہیں رکھتا ہے۔

☆☆☆

[1] مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا گویا اپنے لئے جنت میں مکان بنانا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے...... مگر اینٹ اور گاروں میں سونے کے ذروں کو ملا کر اس کی تعمیر خلاف عادت ہے اس لئے وہ فضول خرچی تھی۔ بایں سبب حضرت امام اعظم نے تامل فرمایا اور دیا اس لئے تا کہ عملی طور پر حدیث کی صحت واضح ہو جائے۔ (محمد شمشاد حسین رضوی)

117

سلک صد و ہفدہم

طلاب صادق کا فرمان ہے...... طالب صادق وہ ہے جو اپنے مطلوب کو بغیر کسی واسطہ کے محبوب رکھے اور پسند کرے۔ کسی واسطہ سے محبوب رکھنا طلبِ صدق نہیں ہے اور نہ ہی لائق ستائش ہے۔

حکی انه قیل لشاعر لم تمدح سلیمان بن وهب بعد عزله عن الولایته، قال عزله اهم من ولایته غیره انا امدح کرمه لا عمله و کرمه معه ولی ام عزل.	بیان کیا گیا کسی شاعر سے کہا گیا تم سلیمان بن وھب کی کیوں مدح کرتے ہو حالانکہ وہ معزول ہو گئے، شاعر نے جواب دیا انکا معزول ہونا غیر کے والی ہونے سے زیادہ بہتر ہے میں تو انکے کرم کی مدح کرتا ہوں انکے عمل کی نہیں اور کرم انکے ساتھ ہے۔ وہ والی رہے یا معزول ہو، اس سے کوئی فرق نہیں۔

اے میرے عزیز۔ جب کبھی نیک عمل کرو تو اس کے ثواب کی امید قطعی نہ رکھ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے دریافت کیا۔ کس عمل کی برکت سے تمہیں علوم غیبیہ حاصل ہوئے، جواب دیا میں نے جو بھی نیک عمل کیا، اس سے اجر کی امید نہ رکھی، اس وجہ سے معطی مطلق نے مجھے اس قدر نعمتیں عطا کیں جو بے شمار ہیں۔

اے بھائی یہ ایک ایسی راہ ہے جس میں عمل نہ کرنے والا اس سے کہیں بہتر ہے جو عمل کرے اور امید ثواب رکھے، عمل کر کے اس سے ثواب کی امید رکھنا خود بین لوگوں کا کام ہے، اس اعتبار سے دیکھئے، تو لوگوں کے چار اقسام ہیں......

اول۔ وہ لوگ جو اپنے لئے بھی نیکی اور بھلائی کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی۔

دوم- وہ لوگ جو نہ اپنے لئے نیک کام کرتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کے لئے۔

سوم- وہ لوگ جو صرف اپنے لئے کام کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے ہرگز نہیں کرتے۔

چہارم- وہ لوگ جو نہ اپنے لئے کوئی نیک کام کرتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کیلئے۔

سنو سنو! بعض صحابی کا قول ہے...... جنگ تبوک کے موقع پر زیادہ تر مجاہدین مارے پیاس کے بے دم ہو گئے تھے انھیں میں میرے چچازاد بھائی بھی تھے۔ میں ایک لوٹا پانی بھر کران کی تلاش میں نکل پڑا۔ میں ان کے سرہانے پہنچ کر عرض کیا، آپ پانی پی لیجیے۔ انھوں نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں پہنچا تو انھوں نے کسی تیسرے کی طرف بھیج دیا اور میں جب تیسرے شخص کے پاس پہنچا تو وہ جاں جاں آفریں کے سپرد کر چکا تھا اور دوسرے مجاہد کے پاس آیا تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے اور اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی خدا کو پیارے ہو چکے تھے۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی نیک خواہ خلقے باشد	نخشبی نیک خواہ مخلوق بنکر رہ، کہ اس جہاں
مثل این کار در جہاں کارے است	میں اسی قسم کے کام ہی کارنامے ہیں۔
مرد ماں جملہ نیک خواہ خواند	نیک خواہ تو سبھی لوگ ہوتے ہیں مگر لوگوں
نیک خواہی مرد ماں کارے است	کیلئے نیک خواہی ایک اچھا کام ہے۔

☆☆☆

نوٹ:- انھیں لوگوں کے اعتبار سے کام اور عمل کی بھی قسمیں ہیں۔

(۱۱۸)

سلک صد و ہژدھم

اہل معرفت کا قول ہے...... ایسے لوگوں کو دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے جنہیں خدا نے ایسی چیز عطا کردی ہے جو بہشت سے بھی ہزار گنا بہتر ہے اور وہ چیز صرف ''معرفت'' ہے جن لوگوں کو معرفت کی دولت حاصل ہے وہ صرف اس جہاں میں ایک ثانیہ کے لئے مشغول ہوتے ہیں اور مرد ہوشیار تو صرف وہ ہے جو اس دنیا میں خود کو نہ مشغول رکھے اور نہ ہی عقبیٰ میں بلکہ خود کو صرف اللہ کے ذکر و فکر میں مشغول رکھے اور کسی بھی صورت میں زبان پر دنیا کا ذکر نہ لائے۔ اگرچہ وہ ذکر برائی کی ہی صورت میں ہو۔ یہ واقعہ بھی آپ کے گوشِ گزار ہوگا...... کوئی درویش کسی اہل ترک کے پاس آیا اور خوب دنیا کی مذمت کی اور برائی بیان کی۔ اس تارک الدنیا نے درویش سے کہا۔ اے درویش مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے تجھے دنیا سے محبت ہے۔ درویش نے کہا میں دنیا کی اس قدر برائی بیان کر رہا ہوں پھر تم مجھے دنیا پرستوں میں شامل کر رہے ہو؟ جواب دیا، ہاں کیونکہ توڑنے والے ہی برتنوں کو بازار سے خرید کر لاتے ہیں۔ اگر تمہیں دنیا سے محبت نہ ہوتی، تو تم دنیا کی اس قدر برائی بیان نہ کرتے۔ اس قسم کے کاموں سے اہل علم سالک کو احتراز کرنا چاہیے کیونکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے جیسا عمل ہوگا ثواب بھی ویسا ہی ملے گا۔

سنو سنو۔ حضرت امام محمد[1] رحمتہ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی کافی مالدار تھا مگر وہ بخیل بھی بہت

---

[1] امام محمد۔ نام نامی امام محمد ہے عراق کے شہر واسط میں ۱۳۲ھ میں آپکی ولادت ہوئی۔ امام اعظم اور امام ابو یوسف سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ امام محمد کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں امام ابو یوسف نے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ علم و فضل اور مرتبہ کی برتری کے باوجود امام ابو یوسف امام محمد کی بہت زیادہ رعایت کرتے تھے۔ تصانیف کی تعداد ۹۹۹ بتائی جاتی ہے۔ آپکی زیادہ تر روایتیں ''ظاہر الروایہ'' ہیں۔ ۵۸ سال کی عمر میں آپکا وصال ہوگیا۔

زیادہ تھا۔ایک دن وہ پڑوسی آیا اور عرض کیا اے امام مجھے ایسی تدبیر بتائیں جس سے زکوٰۃ کی فرضیت ساقط ہو جائے۔انھوں نے کافی کوشش کی کہ اس پڑوسی کو کوئی حیلہ بتا دیں لیکن تلاشِ بسیار کے باوجود انھیں کوئی حیلہ میسر نہیں ہوا۔بالآخر امام موصوف نے انھیں ایک حیلہ بتا ہی دیا۔جب اس حیلہ کو لے کر گھر آیا تو بہت خوش تھا اور بڑے ناز و نخرہ میں رہنے لگا۔اس کے یہاں ایک بکری تھی جو لڑکھڑاتی تھی۔انھیں خیال آیا کہیں بکری اسے سینگ نہ مار دے۔اس نے بکری پر حملہ کر دیا اور دونوں میں کشتم کشتی ہونے لگی بالآخر بکری نے اس کے سر میں ایسی سینگ ماری کہ اس کا بھیجا کان کے سوراخوں سے باہر نکل آیا۔اور وہ اسی وقت ڈھیر ہو گیا۔حضرت امام محمد تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے برجستہ فرمایا۔جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا،اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔[1]

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی تجھے کسی سے اذیت اور افسوس نہ ہوگا جب تک کہ تو اسکے حکم سے منھ نہ موڑے دنیا کا یہ بہت ہی خوبصورت رسم و رواج ہے کہ جو یہاں دیگا وہی وہاں پائیگا۔	نخشی جاں ز کس دریغ مدار آں ز حکمش تو سر نتابی باز خوب رسمے است در جہاں کہ جزا ہر چہ بدھی ہماں بیابی باز

☆☆☆

[1] اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت لیں جو مالکِ نصاب ہوتے ہوئے بھی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ضرورت و حاجت کے پیشِ نظر حیلہ شرعیہ کے استعمال کی اجازت ہے۔بلا ضرورت اس کا استعمال سخت منع ہے۔حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا حیلہ بتانا کسی مصلحت کے پیشِ نظر تھا جو اس واقعہ سے متبادر ہوتا ہے۔(محمد شمشاد حسین رضوی)

۱۱۹ سلک صد و نواز دھم

ارباب باطن کا قول ہے...... آدمی اور رزق کا چولی دامن کا ساتھ ہے جس قدر آدمی کو رزق سے تعلق ہے اسی قدر رزق کو بھی آدمی سے ہے۔ آدمی کبھی بھوکا نہیں رہ سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم نے جب اپنے فقر کے رعب و دبدبہ سے پورے اطرافِ عالم کو مرعوب کرلیا۔ تو لوگوں کو یہ روایت سننے کو ملی کہ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے بارہا یہ فرمایا کہ میں فقر کی طلب میں حدود سلطنت سے باہر نکل پڑا۔ تو انگری خود سامنے آ گئی۔ اگر چہ انھیں اس میں باطنی درد کی کیفیت اور لذت نہ ملی اور جب میں یہ چاہتا کہ تو انگری کو اپنا لوں تو درویشی سامنے آ جاتی۔

ایک بزرگ نے یہ فرمایا...... مسجد حرام میں، میں نے ایک نوجوان کو دیکھا، جو بوسیدہ کپڑوں میں تھا، نہایت دبلا، پتلا اور غریب و مفلس تھا۔ اس کے باوجود وہ مکمل طور پر عالم استغراق میں تھا۔ میرے پاس ایک تھیلی تھی جس میں سو دینار تھے، میں نے وہ تھیلی اس کے روبرو رکھ دی، وہ ایسا مستغنی تھا کہ اس کی طرف انھوں نے قطعی التفات نہیں کیا اور میں نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو انھوں نے فرمایا......

ایها الشیخ هٰذه حالات لا	اے شیخ یہ وہ کیفیات ہیں جنھیں میں آخرت
ابیعها بکل الآخرة فکیف	کے عوض نہیں بیچا تو پھر میں انھیں دنیا کے
ابیعها ببعض الدنیا.	بعض حصوں کے عوض کیسے بیچ سکتا ہوں۔

بس میں سمجھ گیا جن کی نظر عالم بالا کے خزانوں پر ہوتی ہے وہ نقود فانی کی طرف کیونکر توجہ کرے۔ ذرا سوچو جس نے بادشاہ حقیقی کو پالیا۔ وہ مجازی کی طرف کیوں رخ کرے گا۔

اے عزیز۔ جو امیر فقیروں کے پاس آئے وہ سعادت مند ہے اور جو فقیر امیروں کے در کا چکر لگائے وہ بد بخت ہے۔ بعض فقیر امیروں، بادشاہوں سے اس طرح احتراز کرتے ہیں جس طرح بعض بادشاہ فقیروں سے بچ کر نکل جاتا ہے۔

سنو سنو! ایک مرتبہ کوئی بادشاہ کسی فقیر کی ملاقات کے لئے گیا اور اپنے ساتھ دینار بھی لے گیا اور فقیر کو دینے کا ارادہ کیا، انھوں نے صاف طور پر دینار کے لینے سے انکار کیا۔ بادشاہ نے کہا اگر آپ دینار لینا نہیں چاہتے ہیں تو کوئی حاجت ہی واضح فرمائیں۔ فقیر نے کہا - میری حاجت یہ ہے کہ آپ میری ملاقات کے لئے دوبارہ تشریف نہ لائیں۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخششی فقر تو خزانہ در خزانہ ہے اسکے بر خلاف اہل دولت ہمیشہ تکلیف میں رہا کرتے ہیں۔ درویش کسی دروازہ پر نہیں جاتا کیونکہ فقر کا پاؤں ہمیشہ خزانہ پر رہا کرتا ہے۔	نخششی فقر گنج بر گنج است اہل نعمت ہمیشہ در رنج است پائے درویش بر درے برود فقر را پائے بر سر گنج است

☆☆☆

۱۲۰ سلک صد و بستم

اے موسیٰ صاحب طور اللہ تعالیٰ کے اس قول پر نظر ڈالئے کہ

فقولا له قولاً لينا. کہ اس سے نرم گفتگو کرو۔

اور دیکھئے کہ اس کی کرم نوازی کس بات کا اقتضاء کرتی ہے اور یہ بندۂ خاکی

ہے جو الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ کو فرعون کے پاس اس انداز سے بھیج رہا ہے کہ ان کے ساتھ نرم روی اختیار کرلے۔ یہ سب اسی کا احسان، اور کرم نوازی ہے۔

سنو سنو! یہ حقیقت ہے کہ زبردستی معائنہ کسی بھی وقت اور کسی زمانہ میں پسندیدہ نہیں رہا ہے کیونکہ عذاب کے کوڑوں سے کسی کو باادب نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس خوبصورتی کے ساتھ انھیں ان کے عیوب پر تنبیہ کرو کہ لوگ تیرے اخلاق حسنہ کی تعریف کرنے لگیں اور صدائے داد و تحسین بلند کریں۔ اس سے مشابہت رکھنے والی ایک حکایت یہ بھی ہے......

ایک بزرگ کا قول ہے جو خلیفہ وقت متوکل[1] کے دسترخوان پر بذات خود حاضر تھا اور شوربا کا کاسہ ان کے روبرو تھا۔ اس کاسہ میں ایک مکھی گر پڑی اور لوگوں نے اسے نکال کر باہر پھینک دیا۔ کئی بار مکھی گری اور لوگوں نے نکال دیا اور خلیفہ اسی پیالے سے کھا رہا تھا۔ باورچی نے دسترخوان اٹھانا چاہا۔ خلیفہ نے کہا یہی شوربا صبح کو میرے لئے تیار کرنا اور اس میں مکھی بہت کم ڈالنا۔ تم نے آج تو بہت ساری مکھیاں ڈال دیں۔ اس قسم کی خوش اسلوبی کی امید اسی سے کی جاتی ہے جو صاحب اخلاق اور مہذب ہوا کرتا ہے۔ سنو سنو! حضرت عمر[2] بن عبدالعزیز کو کھانے میں زہر دیا گیا جس غلام نے یہ حرکت کی، انھیں بلایا گیا اور کہا گیا کیا تم نے اس کام کو انجام دیا ہے۔ کہا مجھ سے فلاں وزیر

---

[1] متوکل۔ نام جعفر، کنیت ابوالفضل اور متوکل علی اللہ سے مشہور ہیں۔ سنِ ولادت ۲۰۵-۷ ہجری ہے۔ ۲۴۶ھ میں خلیفہ مقرر ہوئے۔ علم دوست اور قدردانِ ادب و روایت تھے۔ ان کے دورِ خلافت میں علوم وفنون کا زبردست فروغ ہوا اور احیائے سنت پر بھی کام ہوا۔ متوکل نے مظالم بھی کئے جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ ۵رشوال ۲۴۷ھ نصف شب میں اپنے بیٹے منتصر اور وزیر فتح بن خاقان کے ہاتھوں قتل کئے گئے۔

[2] عمر بن عبدالعزیز۔ دیکھئے (سلک ۲۰۔)

نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ ایک گناہ کبیرہ ہے جس کے ارتکاب پر مجھے ابھارا گیا۔ خلیفہ وقت نے فرمایا۔ اس زہر نے میرے ساتھ بہت اچھا کام کیا۔ کہ میں زندہ ہوں۔ یہ خبر سبھی لوگوں تک پہنچ چکی ہے کہیں میرے بعد لوگ تمہیں مار نہ ڈالیں اس لئے میری موت سے قبل ہی تم گوشہ نشین ہو جاؤ۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی اچھی عادتیں کیونکر پائیں؟ کہ صندل کی خوشبو ہر خس و خاشاک نہیں دیتے۔	نخشی خوئے خویش کجا یابیم طیب صندل بہر خسے ندہند
اچھے اخلاق تو سعادت ابدی ہے۔ یہ سعادت بھی ہر ایک کو نہیں دی جاتی۔	خلق نیکو سعادت ابدی است ایں سعادت بہر کسے ندہند

☆☆☆

۱۲۱ سلک صد و بست و یکم

کہا گیا ہے آداب خدمت، خدمات سے کہیں زیادہ بہتر ہوا کرتے ہیں۔ اس بارے میں ایک بزرگ کا قول ہے......

منذ عشرين سنة مامددتُ رجلي وقت جلوسي في الخلوة رعاية حسن الادب مع الله تعالىٰ.

پورے بیس سال سے میں نے خلوت میں اپنے پاؤں دراز نہیں کئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ادب کی رعایت کرتے ہوئے۔

اگر کسی کے پاس عمل کم اور ادب زیادہ ہو، وہ کامیاب ہے اور اگر ادب کم ہو عمل

زیادہ تو وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ کسی سے دریافت کیا گیا...... جس شخص میں ادب ہی نہیں وہ کس طرح رہ سکتا ہے؟ انھوں نے کہا وہ اس گھر کی مانند ہے جو سجا سجایا ہو مگر اس میں کوئی رہتا نہ ہو۔ ایک اور شخص سے یہی سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب میں کہا......

هو كقحف من ذهب فيه الخل الخالص.	وہ سونے کے کاسۂ سر کی طرح ہے جس میں خالص سرکہ ہو۔

اے بھائی، ادب و تواضع سب سے زیادہ بہتر ہیں اپنے وقت کے شیخ الشیوخ فرماتے ہیں جب وہ اپنے مرشد کے ساتھ ملکِ شام کے سفر میں تھے......

فبعث بعض ابناء الدنيا طعاماً على روس الاسارى في قيودهم فجاؤ ابه يجرون فلما مدت السفرة والا سارىٰ ينتظرون الاوانى قال للخادم احضر الاسارىٰ حتى يقعدوا على السفره مع الفقراء فجاء بهم واقعدهم على السفره صفا واحدا وقام الشيخ عن سجادته و مشى اليهم وقعد بينهم كاالواحد منهم فاكل و اكلوا هٰذا من التواضع.	کسی دنیا والے نے قیدیوں کے سروں پر کھانا بھیجا اور وہ قیدی اپنی زنجیروں کو کھینچتے ہوئے آئے، دستر خوان بچھایا گیا اور قیدی برتنوں کے منتظر رہے۔ خادم کو حکم دیا قیدیوں کو بلا لاؤ کہ وہ دستر خوان پر فقیروں کے ساتھ بیٹھ جائیں، خادم انھیں بلا لائے اور قیدی ایک ہی صف میں بیٹھ گئے شیخ بھی اپنے سجادہ سے اٹھے اور قیدیوں کی صف میں اس طرح بیٹھ گئے جیسے وہ بھی انھیں میں سے ہوں، شیخ نے بھی تناول کیا اور قیدیوں نے بھی کھانا کھایا، یہ تواضع ہے۔

اے میرے عزیز - ارباب باطن تمام مخلوقوں کے ساتھ ادب وتواضع کا برتاؤ کرتے ہیں اور یہ وہی ادب وتواضع ہے جیسا کہ کسی عابد نے سکندر کو بتایا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب سکندر[1] نے کسی شہر کو فتح کیا اور فتح کرنے کے بعد سکندر نے پوچھا تھا اس شہر میں کوئی عابد ہے؟ اور اس کا پتہ کیا ہے؟ جب سکندر اس پتہ کے ذریعہ ایک عابد کے پاس پہنچا اور اس کے سرہانے کھڑا ہوا تو انھیں سویا ہوا پایا۔ سکندر نے پاؤں پکڑ کر بیدار کیا، جب وہ بیدار ہوا تو اپنے سرہانے کسی کو دیکھ کر پوچھا - تو کون ہے؟ سکندر نے جواب دیا میں وہ شخص ہوں جس نے تمہارے اس شہر کو فتح کیا ہے۔ عابد نے کہا، بادشاہوں کے لئے یہ کوئی تعجب نہیں۔ ہاں تعجب اس بات پر ہے کہ کسی سوئے ہوئے درویش کو پاؤں پکڑ کر بیدار کیا جائے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
حسن عقیدت اور اچھے اخلاق والا بادشاہ بغیر کسی فوج اور ترک وتازی گھوڑوں کے ملک کا بادشاہ ہوا کرتا ہے۔ بادشاہی فقیروں کو نقصان نہیں پہنچاتی ہاں وہ گدا نواز ہوتی ہے۔	بخشی شاہ با عقیدہ نکو ملک بے رفق ترک[2] وتازی[3] داں بادشاہی گدا کشی بنود بادشاہی گدا نوازی داں

☆☆☆

۱۲۲ سلک صد بست و دوم

ارباب استغراق صرف انھیں باتوں کو سنتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوا کرتا

۱ سکندر - دیکھئے سلک ۱۱۵۔ ۲ ترک - سپاہی۔ ۳ تازی - عربی گھوڑا

ہے۔ بقیہ باتوں کے لئے وہ بہرے ہوا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ علی سیاح نے فرمایا...... مجھے اس بات کی کوئی تمنا نہیں، میں کچھ کہوں اور لوگ سنیں یا وہ کہیں اور میں سنوں۔

اے میرے عزیز- اگر کوئی تیرے بارے میں کوئی بری بات کہے کہ تیرے دل سے حق بات کی حرارت زائل ہو جائے اور اس کی جگہ بری بات کا اثر ہو جائے، تو اس حرات کی نمود کے لئے سالوں چاہیے حق بات تو صرف بزرگوں سے ہی سنی جاتی ہے۔ اے فقیر اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ تو بزرگوں کی سپردگی میں آئے اور انھیں کی پناہ میں داخل ہو جائے۔ حضرت خواجہ جمال موصلی نے برسوں محنت کی، مشقتیں اٹھائیں اس کے بعد روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قبر کے لئے تھوڑی سی جگہ نصیب ہوئی۔ انھوں نے وصیت کی تھی بعد میرے وصال کے میری قبر پر یہ آیت قرانی کندہ کرادی جائے کہ......

کلبھم باسط ذراعیہ	ان کا کتا چوکھٹ پر بازؤوں کو
بالوصید	پھیلائے ہوا ہے۔

کیونکہ میں اس سگ کا سگ ہوں جو اصحاب کہف کی صحبت بابرکت سے خود سعادت مندی اور فیروز بختی کا مالک بن بیٹھا کیونکہ نیک صحبتوں کا اثر ہوا کرتا ہے۔ لوگوں کا بیان ہے- مالک بن دینار کا کسی ملحد کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ جانبین میں سے ہر ایک نے حق پر ہونے کا دعویٰ کیا اور اس بات پر متفق ہو گئے کہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر آگ میں کود جائیں۔ جو نہ جلے وہ حق پر ہوگا۔ دونوں نے ایسا ہی کیا۔ دونوں میں سے کوئی بھی نہ جلا۔ مالک بن دینار رنجیدہ خاطر ہوئے یہ کیا ہوا، اور انھوں نے اپنے دل میں کہا جب ملحد باطل پر تھا تو انھیں جل جانا چاہیے۔ مگر وہ کیوں نہیں جلا؟

انھیں القا ہوا، یقیناً وہ ملحد ہے اور باطل پر تھا مگر وہ تیری صحبت اور ہاتھوں کی برکت سے بچ گیا۔ اگر تیرا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں نہ ہوتا تو آگ انھیں جلا کر راکھ کر دیتی۔

اے میرے عزیز۔ کل بروز قیامت اگر تمام گنہگاران کسی فیروز بخت اور سعادت مند کے دامنِ اقدس کو تھام کر دوزخ میں بھی چلے جائیں۔ تو دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکتی ہے بلکہ اس کے دہکتے ہوئے شعلے بھی ماند پڑ جائیں اور اس طرح ان کے سرد پڑ جانے سے جنت اور اس کی بہاروں کو بھی تعجب ہوگا۔ حضرت ذوالنون مصری[1] سے لوگوں نے پوچھا۔ کس کی صحبت اختیار کرنی چاہیے؟ ارشاد فرمایا۔ اس کی صحبت اختیار کرو جس کا یہ عالم ہو کہ اس کے اور محبوب کے مابین من و تو کا فرق و امتیاز نہ ہو۔ سنو سنو! نیک صحبت اگر چہ نیک بنا دیتی ہے۔ مگر جب کوئی درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ کسی کی صحبت اختیار نہیں کرتا اور نہ ہی دوسروں کو اپنی صحبت اختیار کرنے کا موقع دیتا ہے۔ بعض درویش کا قول ہے۔ سالک کی گوشہ نشینی حضرت خضر کی صحبت سے بہتر ہے۔

اے میرے عزیز، حضرت ابوبکر وراق[2] مدتوں سے حضرت خضر کی صحبت بابرکت کے متمنی تھے اور روزانہ اسی ارادہ سے اپنے گھر سے قبرستان کو نکل جاتے تھے اور آمد و رفت کے دوران قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً قبرستان جاتے وقت ایک بزرگ سے ملاقات ہوگئی اور دونوں باتیں کرتے ہوئے قبرستان جا پہنچے اور جب قبرستان سے واپس ہوئے تو اس اجنبی نے کہا۔ اے مدنی (وراق) تم خضر کی ملاقات کے متمنی تھے۔ آج ملاقات ہوگئی کہ میں ہی خضر ہوں۔ مگر میری ملاقات کے سبب تم

---

[1] ذوالنون مصری۔ خلیفہ المتوکل کے دورِ خلافت میں تھے۔ آپ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے دیار مصر میں تصوف کی روایات کی بنیاد رکھی اور اسے مضبوط کیا۔ بقیہ حالات کے لئے دیکھئے سلک ۲۷، ص:

[2] حضرت ابوبکر وراق کے حالات دیکھئے سلک ۲۸، ص:

تلاوت بھول بیٹھے۔ میری صحبت سے تمہیں یہ نقصان ہوا۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشبی راہ دیں عجیب راہے است نشود جز بپائے خود کوتاہی گرچہ درراہ ہمراہی باید مرد ایں راہ بری از ہمراہی	دین کی راہ بھی عجیب راہ ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور راہ میں کوتاہ پیمی نہیں ہوتی۔ راہ چلنے میں اگرچہ ہمراہی ہونا چاہیے مگر اس راہ کے چلنے والے کسی بھی ہمراہی سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

☆☆☆

۱۲۳ صد و بست و سوم

اللہ کے برگزیدہ بندوں کا قول ہے، اپنی عمرِ عزیز کسی ایسی چیز کی تلاش و جستجو میں کیوں صرف کی جائے جسے اسی جہاں میں چھوڑ جانا ہے۔ ہاں اس کی تلاش میں یقیناً صرف کی جائے جسے ساتھ لے کر اس جہاں سے جائیں۔ حضرت خواجہ شفیق بلخی[1] نے قبرستان سے گزرتے ہوئے ارشاد فرمایا- اس قبرستان میں سب جھوٹے سو رہے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! وہ کیسے؟ ارشاد فرمایا...... یہ لوگ اپنی حیاتِ ظاہری میں دعویٰ کرتے تھے کہ ہم مال رکھتے ہیں، گھوڑے رکھتے ہیں، لشکر رکھتے ہیں، نوکر چاکر رکھتے ہیں، اعلیٰ دماغ رکھتے ہیں اور باغات رکھتے ہیں۔ اگر یہ تمام چیزیں ان کے پاس ہوتیں تو ان میں کوئی ایک چیز ضرور اپنے ساتھ لاتے۔ سکندر نے رحلت کے

[1] خواجہ شفیق بلخی- دیکھئے سلک ۳۶۔

وقت کہا تھا جب مجھے کفنا دو اور گھر سے باہر نکالو تو میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر نکالنا؟ لوگوں نے کہا - اے سکندر اس میں کیا راز ہے؟ جواب دیا - تا کہ دنیا والے جان لیں سکندر خالی ہاتھ جارہا ہے اور اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے جارہا ہے۔

اے میرے عزیز۔ اس جہاں میں رہتے ہوئے ایسی کوشش کرو اور ایسے منافع کماؤ جو اس جہاں میں بھی کام دے اور آخرت میں بھی۔

حکایت - ایک مرتبہ کسی بادشاہ نے کسی درویش سے کہا تھا مجھے کچھ نصیحت کرو۔ درویش نے نصیحت میں بادشاہ سے کہا تھا - تم مال کو پسند کرتے ہو یا اپنے دشمنوں کو؟ سکندر نے کہا - میں مال و دولت کو پسند کرتا ہوں۔ درویش نے کہا جب تم مال و دولت کو پسند کرتے ہو تو اپنے دشمنوں کو چھوڑے جاؤ اور مال و دولت کو ساتھ لے جاؤ۔ جیسا کہ ایک وزیر نے کسی موقعہ پر کہا تھا - سنو سنو! ایک وزیر بہت زیادہ ہوشیار اور معاملہ فہم تھا اور بہت زیادہ خرچ کرنے والا بھی تھا۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا یہ جو تم خرچ کررہے ہو، اضاعتِ مال ہے۔ اگر تم مال و دولت کو دوست نہیں رکھتے تو مجھے دے دو تا کہ میں اس سے لشکر تیار کروں! وزیر نے کہا - اے بادشاہ آپ غلط فہمی کے شکار ہیں۔ آپ مال کو دوست نہیں رکھتے اسلئے تو آپ اپنے سارے مال و دولت کو اسی جہاں میں چھوڑ جاؤ گے اور میں دولت کو دوست رکھتا ہوں اسی لئے میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

فارسی قطعہ

نخشی مال خویش باخود بر
نیست چیزے ہر آنچہ گوشۂ تست
ہر چہ درویش را دہی امروز
در رہِ گو رو حشر توشۂ تست

اردو ترجمہ

نخشی اپنے مال و دولت کو خود اپنے ساتھ لے جا، جو کچھ تیرے پاس میں ہے وہ کچھ نہیں۔ آج درویش کو جس قدر بھی عطا کریگا وہی تو قبر و حشر کے راستہ میں تیرا توشہ ہوگا۔

☆☆☆

۱۲۴

صد و بست و چهارم

رہروانِ طریقت وہی تو ہیں جو ہر وقت صراط مستقیم اور جادۂ استقامت پر قدم رکھتے ہیں ان کا ہی یہ تجربہ و مشاہدہ ہے کہ یہ وہ مقدس راستہ ہے جس پر چل کر کوئی منزلِ مقصود تک پہونچ سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو فنا کر دے اور خود کو مٹا دے۔ علی محمد عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحیح معنوں میں اس جادۂ مستقیم کے عطر فروش تھے اور دونوں ہاتھوں سے خوشبو لٹایا کرتے تھے۔ ان کا مبارک ارشاد ہے...... میں نے ایک دن کسی درویش کو مختلف بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار دیکھا اور محض انھیں دیکھنے سے دل مراجل بھن گیا۔ اس درویش نے یوں آواز دی۔

یا مکلف ما دخولک فیما بینی و بین ربی. دعه یعمل بی ماشاء.	اے جلنے والے میرے اور میرے رب کے مابین آنے کی کیا وجہ ہے؟ اس حسد کو چھوڑ دے کہ میرے ساتھ وہ معاملہ کرے جو وہ چاہے۔

اسکے بعد اس درویش نے یہ بات کہنی شروع کی......

الھی بعزتک و جلالک لو قطعتنی اربا اربا وصبت علی البلاؤ سبا سبا ماذرت لک الا شوقا و جنونا.	اے اللہ تیری عزت وجلال کی قسم، اگر تو مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردے اور میرے اوپر بلائیں جوق در جوق ڈالدے اسکے باوجود میرے دل میں تیرے لئے شوق و جنوں کچھ زیادہ ہی ہوگا۔

سنو سنو! حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب گرمجوشی کے ساتھ آتشِ نمرود میں اترے تو صدر نشیں مقام سدرہ فوری طور پر آئے اور کہا......

يا خليل الله هل لك من حاجةٍ. — اے اللہ کے دوست کیا آپ کی کوئی حاجت؟

انھوں نے جواب دیا۔

اما اليك فلا و اما اليه فحسبى من سوالى علمه بحالى. — ہاں مجھے ضرورت ہے مگر آپکی نہیں بلکہ اللہ کی اور میرے حال کے بارے میں اس کا جاننا ہی کافی ہے سوال کی کیا حاجت ہے؟

اے جبرئیل تجھے کیا پڑی کہ میرے اور خدا کے مابین آن پڑے۔

تنح عنى فان حرنارى اشد من نار غرور نمرود عليه اللعنة. — اے جبرئیل بیچ سے ہٹ جا۔ کیونکہ آتشِ عشق کی حرارت غرور نمرود کی آگ سے کہیں زیادہ ہے۔

وہ ایسا بادشاہ ہے جس کے قبضۂ قدرت میں آگ اور پانی ہے وہ اس معاملہ کو کہیں زیادہ ہی جانتا ہے حضرت خلیل اور غرور نمرود کے مابین جو چیز حائل تھی اسے نمایاں کر کے دکھا دیا۔ تا کہ لوگوں کو اس معاملہ کی جانکاری ہو جائے۔

ليعلموا ان كل من احبه لا يضره شى فى الدارين. وليعلموا ان اهل المعرفة فى النار اطيب عيشاً و احسن مآلا و اشد سروراً مع الله سبحانه و تعالىٰ اين اهل الجنة فى الجنة. — تا کہ لوگ جان لیں، جو اسے محبوب رکھے دنیا کی کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے اور یہ بھی جان لیں کہ اہل معرفت آگ میں بھی اچھی زندگی بسر کرتے ہیں اور از روئے انجام کے بھی وہ بہتر ہوتے ہیں اور اللہ کے ساتھ کچھ زیادہ ہی مسرور رہتے ہیں۔ یہ کیف و سرور اہل جنت کو جنت میں کہاں نصیب؟

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں...... اگر اہل بہشت بے کیف مشاہدہ سے محروم کردیئے جائیں تو وہ بھی وہی نالہ وشیون بلند کریں گے جو اہل دوزخ کرتے ہیں۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
بخششی جان تو یاروں کے سبب عزیز ہوا کرتی ہے اگر چہ آج خود گریزی نہیں ہے۔ ہم جیسے لوگوں کے لئے بغیر جمال یار اور حسنِ قدرت اگر چہ خلد بریں ہو پھر بھی کوئی چیز نہیں ہے۔	بخششی جان عزیز از یاراں است گرچہ امروز خود گریزی نیست بے جمال عزیز ہم نفسان اگرچہ خلد برینست چیزی نیست

☆☆☆

۱۲۵ صد بست و پنجم

دنیا اور عقبیٰ سے بے نیاز رہنے والوں کا قول ہے...... خواجہ ابویزید بسطامی نے ایک مرتبہ سنا کہ کوئی تلاوت قرآن کر رہا ہے حالانکہ وہ خود عالم معرفت کے بادشاہ تھے۔ جب تلاوت کرنے والا اس آیت پر پہنچا کہ......

منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ۔[1]

تم میں سے کون ہے جو دنیا کا ارادہ کرتا ہے اور کون ہے جو آخرت کا ارادہ کرتا ہے۔

تو روتے ہوئے فرمایا......

[1] پارہ ۴، سورۃ آل عمران، رکوع ۷۔

هٰذا من الله شکایته علی عبیده کانه یقول منکم من رضی عنی بالدنیا و منکم من رضی بالعقبیٰ فاین من رضی عنی بی.

اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ اپنے بندوں سے شکایت ہے کہ تم میں سے بعض دنیا سے اور بعض عقبیٰ سے راضی ہوا وہ کہاں ہے جو صرف مجھ سے راضی ہوا

اے میرے عزیز- مرد کامل وہ ہوا کرتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تمام جہاں سے گریز کرتا ہے اور صرف اسی سے راضی ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو نہ کبھی کسی سے رنج پہنچے گا اور نہ وہ کبھی کسی کو اذیت دے گا اور جو اندرونی طور پر کسی سے دشمنی رکھے۔ اس سے زیادہ اور کوئی غلط کام نہیں ہوسکتا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تیرا باطن صاف ستھرا اور ہموار رہے تو تم کسی سے نفرت اور دشمنی نہ رکھو۔

سنو سنو! ایک صاحب نے چند درموں کو کسی درخت کے نیچے دفن کر دیا اور کوئی اسے نکال کر لے بھاگا ہر چند اسے تلاش کیا مگر نہیں پایا۔ حضرت امام اعظم کی خدمت میں وہ حاضر ہوا اور سارا قصہ بیان کیا، امام نے فرمایا- اچھا آج تم واپس جاؤ، میں کوئی نہ کوئی تدبیر نکالتا ہوں۔ امام اعظم اس شہر کے طبیب کے پاس گئے اور پوچھا فلاں درخت کی جڑ کس مرض میں کام آتی ہے۔ طبیب نے کہا- فلاں مرض میں۔ امام موصوف نے فرمایا- ان دنوں تیرے پاس اس مرض کا کوئی مریض آیا۔ طبیب نے کہا- ہاں! فلاں شخص کو میں نے کہا تھا اس درخت کی جڑ استعمال کر۔ امام اس مریض کے پاس گئے اور کہا آپ کیسے ہیں؟ کہا میں بہت زیادہ تکلیف میں ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مکمل طور پر صحت یاب رہیں تو پھر آپ ان درموں کے مالک کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیں جنہیں آپ فلاں درخت کی جڑ سے نکال لائے ہیں۔ انھیں ان کے مالک کے حوالہ کر دیجئے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی اپنی زحمت و اذیت کا کیا ذکر، مخلوق کو کسی قسم کی زحمت نہ دے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے کسی قسم کی زحمت نہ پہنچے، تو کسی کو تم کوئی زحمت نہ دو۔	نخشبی چہ ذکر زحمتِ خود خلق را ہیچ زحمتے مرساں گر بخواہی کہ زحمت نہ رسد ہیچ کس را تو زحمتے مرساں

☆☆☆

۱۲۶ صد بست و ششم

لفظ ''زہد'' میں تین حروف ہیں اور تینوں حروف الگ الگ معانی و مطالب کا اشارہ کرتے ہیں۔ زا سے ترکِ زلت، ھا سے ترکِ ھوا، اور دال سے ترکِ دنیا مراد ہے۔ یہ دنیا مکمل صور پر عورتوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ ایک مرد کی سعادت مندی یہ ہے کہ وہ دنیا کو تین طلاق مغلظہ دے۔ حضرت محمد اسود[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے ......ایک شب میں نے ہاتف غیبی سے سنا، عبداللہ مبارک سے کہدو تیری عمر ایک سال سے زیادہ نہیں۔ جب یہ بات حضرت عبداللہ[2] مبارک سے کہی گئی تو وہ بہت

۱ نام اسود بن ہلال، جو عمرو بن معاذ اور ابن مسعود سے احادیث روایت کرتے ہیں اور محدثین کی ایک جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہے۔ وصال ۸۴ھ میں ہوا۔

۲ عبداللہ مبارک - امام فقیہ، عابد و زاہد، حافظ تھے۔ ۱۱۸ ہجری میں مقام مرو میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں آپ تاجر تھے عشق مجازی میں محویت و استغراق کے سبب عشق حقیقی تک جا پہنچے۔ بغداد آکر یہاں کے اکابر مشائخ اور صوفیائے عظام سے اکتساب فیض کیا۔ آپ تابعی ہیں۔ ہشام بن عروہ، مالک، ثوری اور اوزاعی سے آپ نے سماعت کی۔ سفیان بن عینیہ یحییٰ بن سعید و یحییٰ بن معین نے آپ سے روایتیں لی ہیں۔ آپکی ذات مجموعہ حسنات اور جامع خصائل تھی۔ علمائے ربانین میں آپکا شمار ہوتا ہے۔ تصوف میں بھی آپکا بلند رتبہ تھا۔ ۱۸۱ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔

روئے، اور کہا- کیا ابھی ایک سال تک اور دنیا میں رہنا ہوگا؟ جب مرد درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو جسم کے درو دیوار کو توڑتی ہوئی روح عالم بالا کو پرواز کر جاتی ہے اور دنیاوی قفس کو زیروزبر کر دیتی ہے۔ پوری عمر ریاضت کا دعویٰ کوئی اہم چیز نہیں اور نہ ہی اس کی حیثیت کسی ادنیٰ شے کی حیثیت کے مترادف ہوگی۔ خواجہ ابو سعید نے خواجہ ابو الخیر سے پوچھا...... ریاضت کیا ہے۔ انھوں نے کہا- ریاضت ایسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے بچوں کی ناک صاف کرے۔

اے میرے عزیز- اگر عقبیٰ کا خیال تیرے دل میں ہے تو دنیا کے خیالوں میں گم مت ہو اور نہ ہی اس سرگشت جہاں کی بات کرو۔ عقبیٰ میں وہی سرخرو ہوتا ہے جو دنیا میں سرنگوں ہوتا ہے اور بوقت ضرورت خود کو قربان کر دیتا ہے اور دل سے دنیا کا خیال نکال دیتا ہے۔ یہ حال صرف حضرت منصور حلاج کا تھا کہ انھوں نے کبھی بھی دنیا کا خیال نہ کیا بعد از وصال لوگوں نے انھیں خواب میں دیکھا- سر بریدہ ہیں، اور جام ہاتھ میں ہے۔ عرض کیا حضور! یہ کیا حال ہے؟ ارشاد فرمایا...... اللہ نے تمام سر بریدہ لوگوں کو جام سے نوازا ہے۔ اگر کوئی درویش اس مرتبہ ومنصب کا حامل ہے تو یقیناً اس کا سر لائق زدن ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے اسے دور کر دو۔ پھینک دو، وہ سر کس کام کا، جو مخلوقات کے روبرو بلند ہو۔ اے دوست بال برابر بھی رعونت کو جگہ نہ دے اور اس معاملہ میں اس طرح رہو کہ وہ عارفوں کا سر معلوم ہو۔

سنو سنو! بحرِ معرفت کے ماہر غواص حضرت سلطان العارفین خواجہ ابو یزید بسطامی بوقت شام قبرستان سے واپس آرہے تھے، بسطام کے صاحبزادوں میں سے جو بزرگ زادہ تھا دروازہ پر بیٹھ کر "رباب" بجا رہا تھا۔ جیسے ہی اس کی آواز آپ کے

مبارک کانوں میں پڑی، لاحول ولا قوۃ الا باللہ آپ نے پڑھا۔ یہ پڑھنا صاجزادہ کو ناگوار خاطر ہوا، اپنی جگہ سے اُٹھا اور رباب آپ کے سر پر مارا، رباب ٹوٹ کر بکھر گیا، اور آپ کے سر سے خون جاری ہو گیا مگر خواجہ نے اپنی زبان سے اُف نہ کہا اور اپنا سر پکڑ کر رہ گئے۔ پوری رات عبادت میں مشغول رہے۔ صبح ہوئی آفتاب روشن ہوا تو خواجہ نے خانقاہ کے کسی خادم سے کہا، شہر جا کر اس رباب کو کتنے درموں میں بیچ سکتے ہو۔ خادم نے کہا صرف چند درموں میں۔ جا اس کے دوگنے درم لے جاؤ۔ فلاں محلّہ میں فلاں نامی بزرگ زادہ ہے ان کے پاس جاؤ، میری طرف سے معذرت کرنا اور کہنا کل گذشتہ رات تیرے رباب نے میرے کاسۂ سر کو زخمی کر دیا۔ یہ نصف اس رباب کی قیمت ہے اور اس نصف کے بدلے دوسرا رباب لے آؤ اور خود کو خوش وخرم رکھو۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی خلق خوش کجا یابند چند باشی چنیں سر افگند تا توانی زخوۓ خوب گزیں خلق خوش خلق را کند پند	نخشی اچھے اخلاق کسطرح مل پائینگے، ابھی تو چند دن ہوئے غور وفکر کرتے ہوئے۔ جہاں تک ہو سکے اچھے اخلاق اختیار کر کہ اچھے اخلاق سے ہی لوگ نصیحت لیتے ہیں۔

☆☆☆

۱۲۷

صد و بست و هفتم

اگرچہ درویشوں کا یہ قول ہے کسی درویش کی بھلائی اس میں ہے دنیا کو دین کے لئے ترک کردے۔ مگروہ جو سریرآرائے فقر ہیں ان کا فرمان یہ ہے......

لیس خیر کم من ترک	تم میں سے وہ بہتر نہیں جو آخرت کے لئے
الدنیا للآخرہ والآخرۃ	دنیا ترک کرے اور دنیا کے لئے آخرت،
للدنیا ولکن خیر کم	ہاں تم میں سے بہتر وہ ہے جو دنیا میں سے کچھ
من اخذ من ھٰذہ، ھٰذ.	حاصل کرے اور آخرت میں سے بھی کچھ۔

اے گلستانِ زہد و اتقا کی نوخیز کلیوں، صرف زہد یہی نہیں کہ جو کچھ بھی کھائیں صرف حلال کھائیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے درویش کو دیکھا - وہ لذیذ اور مزیدار کھانا کھا رہا ہے۔ لوگوں نے کہا - اے درویش یہ لذیذ اور مرغن غذائیں تیرے زہد کے لئے مناسب نہیں۔ درویش نے کہا - ارے بھائی ہم لوگ دنیا میں مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں اور مہمانوں کو جو کچھ بھی دیا جائے تناول کر لینا چاہیے۔ لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں...... حضرت حسن بصری جو ہر حیثیت سے حسن تھے۔ انھوں نے فرزدق[1] شاعر سے دریافت کیا، کیا تم مرغن اور پُرلذیز غذائیں نہیں کھاتے ہو؟ انھوں نے

---

[1] فرزدق = نام ہمام بن غالب، فرزدق لقب ہے لیکن لقب ان کے نام پر غالب آگیا اور نام سے زیادہ مشہور ہو گیا۔ فرزدق پستہ قد، بد خلق، گرم مزاج تھا۔ چیچک کے داغوں کے سبب فرزدق کا چہرہ داغدار اور سیاہ ہو چکا تھا۔ مگر فرزدق علم و ادب، نکتہ آفرینی اور قدر شناسی میں اپنی مثال آپ تھا۔ اور عربی زبان و ادب پر انھیں درک تام حاصل تھا۔ ان کے مضامین اور قصائد پر شکوہ ہوا کرتے تھے۔ جن میں نکتہ آفرینی اور دقیقہ سنجی زبردست انداز میں پائی جاتی تھی۔ حضرت امام زین العابدین کی شان میں فرزدق نے زبردست قصیدہ لکھا ہے جو لائق مطالعہ ہے۔ (ماخوذ از - حیاۃ الحیوان ج: اول، ص: ۷۹)

کہا- ہاں میں دیدۂ و دانستہ نہیں کھاتا ہوں۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا کیوں نہیں کھاتے ہو۔ اس شکریہ میں کہ میں ان غذاؤں تک نہ پہنچ سکوں۔ پھر کیا کیا تم ٹھنڈا پانی پیتے ہو، کہا، ہاں پیتا ہوں۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا- کیا اس شکریہ میں پیتے ہو کہ ٹھنڈا پانی تک پہنچ گئے۔ کہا نہیں۔ تو پھر آپ نے فرمایا- لذیذ کھانے کیوں نہیں کھاتے؟ جاؤ اور وہ بھی کھایا کرو۔

اے درویش اگر کبھی امیروں، دولت مندوں کے دسترخوانوں پر کھانا کھانے کا موقع مل جائے تو لذیذ کھانوں سے قطعی پرہیز مت کرو اور اگر فقیر کی جھونپڑی میں جانے کا اتفاق ہو جائے۔ تو بے نمک کی روٹی کھانے سے شرم مت کرو اور فقیر کو اس بے نوائی کے تازیانہ سے رنج مت دو۔

سنو سنو! ایک مرتبہ کسی درویش نے اپنے گھر ایک مالدار کو بلایا اور مہمان بنایا۔ مالدار نے جب درویش کی جھونپڑی پر نظر دوڑائی تو انھیں رحم سا آ گیا اور دوسرے ہی دن کچھ نقدی ان کے یہاں بھیج دی، درویش نے لینے سے انکار کیا اور نقدی واپس کردی اور کہا- اس کی سزا اس سے بھی بدتر ہے کہ تجھے درویشی سے محروم رکھا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی پوشیدہ 'راز فقر' ہی بہتر ہے میں نے خود اِسے نوش کیا تو نیش (زہر) نہ کر اگر چہ 'سر' دینا پڑے مگر کسی بھی مخلوق کو اپنے راز فقر کا محرم نہ بنا۔	نخشبی سر فقر مخفی بہ نوش خود را ستم تو نیش مکن گر چہ سردادن خلقے را محرم سر فقر خویش مکن

☆☆☆

۱۲۸ سلک صد و بست ہشتم

پونجی پتی لوگوں کا ایک دستور ہے کہ جب وہ کسی شکار کے پیچھے شکاری کتوں کو چھوڑتے ہیں تو اسے بہت دور سے چھوڑتے ہیں کیونکہ شکاری بہت تیزی کے ساتھ شکار کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ اس کے برعکس یوز[1] کو شکار کرنے کے لئے گھات میں بٹھایا کرتے ہیں کیوں کہ وہ گھات لگا کر ہی شکار کرتا ہے اور ایک یا دو بار سے زیادہ شکار نہیں کرسکتا ہے اور نہ ہی دوڑ کر شکار کرسکتا ہے۔ آدمی کو بھی اسی یوز کی مانند رزق کی تلاش میں رہنا چاہیے اور اس کے پیچھے نہیں دوڑنا چاہیے۔ اگر کچھ دستیاب ہو جائے اسے لے لینا چاہیے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ جب یوز شکار کرنے میں کوتاہی سے کام لیتا ہے تو اس کے سامنے شکاری کتوں کو خوب مارا جاتا ہے تا کہ یوز پر بھی یہ خوف طاری ہو جائے۔ آدمیوں کے لئے بھی یہی مناسب ہے کہ وہ بھی دوسروں سے نصیحت حاصل کرے اور عبرت پکڑے کیونکہ **السعیدمن وعظ بغیرہ**، کہ نیک اور سعادت مند انسان وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت پکڑے۔ اے درویش، اصحاب کہف نے پہلے بلی سے نصیحت لی، پھر انھوں نے کتوں سے عبرت حاصل کی اور تیرا حال یہ ہے کہ تم نے اپنے ہی جیسے آدمی سے بھی نصیحت حاصل نہیں کی۔

سنو سنو! بھیڑیا اور لومڑی دونوں ایک شیر کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور مدتوں اس کے جھوٹوں پر گزر بسر کرتے رہے۔ شیر نے ایک مرتبہ شکار کیا اور بھیڑیا

---

[1] یوز۔ لغت میں اس کا معنی چیتا، لکڑ بھگا ہے اور یہ دونوں ایسے جانور نہیں جن کے ذریعہ شکار کیا جائے، البتہ بکری کے بچہ کو گھات میں بیٹھا کر اور اس کے روبرو گڈھے کھود کر چیتے کا شکار کیا جاتا ہے ممکن ہے حضرت کے دور میں اس نام کا کوئی جانور ہو جس سے شکار کا کام لیا جاتا ہو۔ (محمد شمشاد حسین رضوی)

سے کہا اس کو تین حصوں میں بانٹ دو۔ بھیڑیئے نے برابر تقسیم کیا۔ ایک حصہ شیر کو دیا۔ ایک لومڑی کو اور ایک حصہ خود اپنے سامنے رکھ لیا۔ شیر نے قہقہہ مار کر اس پر ایسا پنجہ مارا کہ بھیڑیئے کا سر ہی اڑا لیا۔ شیر نے لومڑی سے کہا۔ اسے اپنے اور میرے درمیان بانٹ دو۔ لومڑی تمام حصوں کو اٹھایا اور شیر کے سامنے رکھ دیا۔ شیر نے کہا اے لومڑی یہ ادب تم نے کہاں سے سیکھا، جواب دیا بھیڑیا کے سر اڑانے سے۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی اعتبار عبرت تست معتبر ہم چوں تو جہاں گیرد صاحب اعتبار اوست کہ او عبرت از حال دیگراں گیرد	نخشبی ترے عبرت حاصل کرنے کا ہی اعتبار ہے اور ایسے ہی لوگ معتبر ہو کر جہاں کو حاصل کرتے ہیں۔ اعتبار والا وہ ہے جو دوسروں کے حالات سے عبرت حاصل کرے۔

☆☆☆

۱۲۹ سلک صد و بست نہم

معتکفین[1] عبادت خانۂ محبت اور زائرین[2] کعبۂ مودت اس طرح ارشاد فرماتے ہیں...... معرفت محبت کی علامتوں میں سے ایک علامت بھی ہے کہ چاہنے والے اپنے محبوب کی چوکھٹ سے چمٹے رہیں۔

لان من عرفه احبه ومن احبه الزم بابه.	جس نے اسے پہچان لیا اسنے اس سے محبت کی اور جس نے اس سے محبت کی اس کی چوکھٹ سے لپٹ گیا۔

۱ معتکفین - اعتکاف کرنیوالے۔ ۲۔ زائرین - زیارت کرنیوالے۔

بعض نے محبت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا......

وقیل المحبة میل القلب الیٰ الله و الیٰ ما الیه.

کہا گیا اللہ تعالیٰ اور اس کی طرف (جو اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو) قلب کے میلان کا نام محبت ہے۔

حضرت سمنون[1] رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا۔ محبت کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا......

ما خلق الله شیئًا الاو المحبة الطف منه.

اللہ تعالیٰ کی محبت سے زیادہ لطیف کسی شے کو پیدا نہیں فرمایا۔

جب محبت اس قدر لطیف تر ہے جس کے بیان کے لئے کوئی لفظ و عبارت ہی نہیں تو پھر میں اسے کس طرح بیان کر سکتا ہوں۔ جیسا کہ حضرت سمنون علیہ الرحمتہ کا خود ارشاد ہے:۔فکیف اعبر عما لا عبارة له۔یعنی میں اسے کس طرح بیان کروں جس کے اظہار کے لئے کوئی مناسب عبارت ہی نہیں۔ عشق و محبت کے درد سے جو آشنا ہیں ان کا ارشاد عالی ہے......

المحبة علة فیها راحة لا یباع بکل شفاء.

کہ محبت ایک ایسا مرض ہے جس میں صرف راحت ہی راحت ہے۔ اسے ہر شفاء کے ہاتھوں بیچا نہیں جا سکتا ہے۔

اے میرے عزیز! یہ کس قدر مبارک درد ہے جس میں ہر قسم کا درد سمایا ہوا ہے۔ کوئی بھی درد اس کے دائرہ سے باہر نہیں جب کوئی اس درد سے لذت یاب ہو جائے تو پھر وہ اسے کسی بھی قیمت میں بیچ نہیں سکتا ہے اور غیر دوست کو دیکھنے سے اس طرح آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ عام لوگ یہ تصور کر بیٹھتے ہیں کہ وہ نابینا ہو گیا ہے جیسا کہ

---

[1] سمنون۔ دیکھئے سلک ۲۲۔

لوگوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز[1] کے بارے میں بیان کیا ہے......

قیل ان عمر بن عبد العزیز کان اذا خرج الیٰ طریقه غمض عینه مخافة ان یری ما ینکر.

کہا گیا جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کسی راستہ پر نکلتے تو اپنی آنکھیں بند کر لیتے اس اندیشہ سے کہیں کسی قابل اعتراض شے پر ان کی نظر نہ پڑ جائے۔

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ آنکھوں کا ایک طبیب ان کے پاس آیا اور عرض کیا۔ حضور اگر آپ کا حکم ہو میں آپ کی آنکھوں کا علاج کر دوں۔ حضرت شبلی جو عالم طریقت کے دانا و بینا تھے، انھوں نے زور دار آواز میں طبیب سے کہا۔ اے فریب خوردہ، سوجتن کرنے کے بعد غیر محبوب کو دیکھنے سے آنکھیں بند ہوئی ہیں۔ کیا میں دوبارہ اپنی آنکھیں کھول دوں اور غیر محبوب کو دیکھنا شروع کر دوں؟ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اے طبیب آ، محبت کی سلائی سے تیری آنکھیں بھی اندھی کر دوں تا کہ دوبارہ تم اس راستہ پر کسی کو نہ دیکھو اور صرف خدائے برتر و بالا کو دیکھتے رہو۔

اے میرے عزیز! خدا سے محبت اس وقت ہوتی ہے جب خدا کی بندگی اور اطاعت محبت سے کی جائے۔ ورنہ اس بندۂ خاکی کو اس ذات بے نیاز سے کیا محبت ہو سکتی ہے اور یہ بندہ کر بھی کیا سکتا ہے جب خداوند قدوس خود کو دوست نہ بنائے۔ مگر اس بارے میں کوشش ضرور کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے۔

سنو سنو! حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں چاہتا ہوں کوئی مجھے خدائے

---

[1] عمر بن عبدالعزیز۔ دیکھئے سلک ۲۰۔

تعالیٰ کے سوا دوست نہ رکھے......

فان ابی ا حبنی فطر حتنی اخوتی فی الجب وان امراة العزیز احبتنی فالقانی خدامها فی السجن.

میرے والد نے مجھ سے محبت کی میرے بھائیوں نے مجھے کنوئیں میں ڈالدیا، اور عزیز مصر کی بیوی نے مجھ سے محبت کی، انکے نوکروں نے مجھے قید خانہ میں ڈالدیا۔

فارسی قطعه

نخشی دوستی حق را باش
که در و نیست جز همه نعمت
خلق را بیهوده چه داری دوست
نیست این دوستی مگر زحمت

اردو ترجمہ

نخشی دوستی کے لائق تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ اس میں نعمت ہی نعمت ہے اسکے علاوہ کچھ نہیں۔ مخلوق سے دوستی صرف بیہودگی ہے کہ اس دوستی میں نری زحمت ہے۔

☆☆☆

۱۳۰ سلک صد و سی ام

قیل لا یجوز فی دور الفلک ولا فی ترکیب الطبائع ولا فی القیاس ولا فی الوهم ولا فی الممکن ولا فی الواجب ان یکون محب ولیس لمحبوب الیه سبیل.

کہا گیا، ممکن نہیں، نہ دور فلک میں اور نہ ترکیب طبائع میں اور نہ قیاس میں اور نہ وہم میں، نہ ممکن میں اور نہ ہی واجب میں، کہ کوئی محبّ ہو، اور محبوب کو اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔

عشق و محبت کے طور طریقے اور انداز ہر ایک کو لکڑیوں سے سیکھنا چاہیے کہ لوگ

اس کے سروں پر آری چلاتے ہیں اور وہ اف بھی نہیں کرتی اور یہی حضرت زکریا[1] علیہ السلام کا شیوۂ جمیل تھا۔ لوگ لکڑیوں کو آگ میں جلاتے ہیں۔ پھر بھی زبان پر حرف شکایت نہیں، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شیوہ تھا۔ لوگوں کا بیان ہے جب مسجد نبوی ﷺ میں منبر نہیں تھا تو ایک ستون سے ٹیک لگا کر آپ نے خطبہ ارشاد کیا اور جب مسجد نبوی میں منبر لایا گیا اور اس پر جلوہ فرما ہو کر آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا......وہ ستون رسالت مآب ﷺ کے شوق محبت میں تڑپا اور پھوٹ پھوٹ کر رویا اور ایسا آہ و فغاں بلند کیا کہ تمام حاضرین خود نالہ کناں ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں......ان حاضرین میں، میں بھی تھا۔ جب تک آپ خطبہ ارشاد کرتے رہے وہ ستون روتا رہا اور آپ نے جب منبر سے نزول اجلال فرمایا۔ ستون کو اپنی آغوشِ محبت میں سمیٹ لیا تسلی کے لئے اس پر اپنے ہاتھوں کو رکھا، اسے سکون ہوا اور اس کا نالہ وفغاں بھی بند ہو گیا۔

سنو سنو! خاک چھانی گئی تب کہیں جا کر خاک حبش سے ایک ''ذرۂ درد'' خاک روم سے ایک ''ذرۂ عشق'' اور خاک فارس سے ایک ''ذرۂ سوز'' بیدار ہوا۔ اسی ذرۂ عشق سے صہیب رومی اور ذرۂ سوز سے سلمان فارسی[2] بیدار ہوئے۔ ہر چہار دانگ عالم میں ان کی شہرت ہوئی اور انھیں کا کمال و جمال پھیلا۔ حضرت

---

[1] نام۔ اُدن/ دان/ لدن/ اشباع تھا۔ داؤد علیہ السلام کی نسب سے تھے۔ بیت المقدس کے منتظم ومنصرم تھے۔ زوجہ محترمہ کا نام ایشباع تھا اور بگڑا نام 'ایلزبتھ' ہے۔ ۹۰-۱۰۰ رسال کی عمر میں حضرت یحیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

[2] سلمان فارسیؓ۔ مشہور ومعروف صحابی ہیں جنھوں نے لمبی عمر پائی اور دین حق کی خاطر مختلف دور دراز علاقوں سے سفر کر کے ''قبا'' تشریف لائے اور دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ فضائل کثیرہ مناقب عدیدہ آپکی شان میں وارد ہیں۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر آپ ہی کی رائے سے ''خندق'' کھودا گیا۔ علم وفن کے میدان میں انکی حیثیت ''لقمان حکیم'' جیسی ہے۔ مدائن میں اقامت پزیر تھے۔ وہیں ۳۶ھ/۶۵۶ء میں آپکا انتقال ہوا۔

بلال[1] حبشیوں کے، حضرت صہیب[2] رومیوں کے اور حضرت سلمان اہل فارس کے سردار ہوئے۔ مجھے نہیں معلوم فرعون کا جادوگر کس درد سے ابھرا، کہ آج ہم اس درد میں مبتلا ہیں۔ وہ بلال جو مثل ہلال تھا انھوں نے جو کچھ کیا ہمیں بھی وہی کرنا چاہیے۔ لیکن ان لوگوں نے جو کچھ بھی کیا شاید ہم لوگ کرسکیں۔ خُلت ایک اہم چیز ہے جو بہت مشکلوں سے نصیب ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت خُلت ملی جب آپ آتشِ نمرود میں ڈالے گئے اور حضرت زکریا علیہ السلام کو اس وقت خلت نصیب ہوئی جب آپ آری کی تکالیف شدیدہ سے دوچار ہوئے اور آپ کی جبین سعادت پر آری چلائی گئی اور آپ ثابت قدم رہے۔ کسی نے اس وقت آپ سے پوچھا- آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ارشاد فرمایا- میں کہنا چاہتا ہوں میرے دو ٹکڑے کردیئے جائیں۔ ایک ٹکڑا مشرق میں لٹکا دیا جائے اور دوسرا مغرب میں۔ تاکہ دنیا والے یقین کرلیں کہ میں نے جس راہ میں قدم رکھا ہے، وہ اس قدر خطرناک اور خونخوار ہے کہ اس راہ میں کوئی بھی اپنے وجود کی سلامتی کے ساتھ قدم نہیں رکھ سکتا ہے۔ ہاں اس وقت رکھ سکتا ہے جب وہ اپنے وجود کو فنا کردے۔

---

1. ایک مشہور صحابی رسول کا نام ہے جو امیہ بن خلف کا غلام تھا اسلام سے مشرف ہونے کے بعد امیہ بن خلف نے زبردست اذیت دی۔ امیہ اذیت دیتے دیتے تھک کر بیٹھ جاتا مگر حضرت بلال اذیت سہتے سہتے ہیں تھکتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے انھیں خرید کر آزاد کردیا۔ حضور ﷺ کی حیات تک مؤذن رہے۔ بعد از وصال ملک شام منتقل ہوگئے۔ دوبارہ مدینہ پاک حاضر ہوئے آپ کا وصال مدینہ پاک / دمشق میں ۲۰ھ/ ۲۱ھ میں ہوا۔

2. نام صہیب بن سنان، عبداللہ بن جدعان کے غلام تھے۔ اصل وطن ان کا موصل تھا مگر روم میں پرورش پائی۔ اہل روم سے کلب اور پھر ان سے عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کردیا۔ مکہ میں تاحین حیات مقیم رہے۔ ۸۰ھ میں وصال ہوا، جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی کے لئے 'وجود' ہی کب ہوا تھا، غمِ جاناں نے اسے بلاکش کر دیا ہے عشق نے مجھ میں 'وجود' کی کوئی نشانی نہیں چھوڑی بس ایک ایسا 'وجود' ہے جسے 'وجد' نے خاک کر دیا ہے۔	نخشی را وجود کے بودہ است اندوہ دلبراں بلاکش کرد عشق درمن نشان من نگذاشت بس وجودے کہ وجد خاک کرد

☆☆☆

۱۳۱ سلک صد و سی و یکم

وہ فقرائے صادق جو فسق و فجور کا علاج کرتے ہیں صحیح معنوں میں یہی لوگ ''اطبائے حاذق'' ہیں۔ انھوں نے فرمایا......

العالم طبیب الدین والدراهم داؤه فاذا کان الطبیب یجر الدراهم الیٰ نفسه فکیف یداوی غیره.	عالم دین کے طبیب ہیں اور دراہم ان کے امراض ہیں۔ جب طبیب ہی ان درہموں کو اپنے لئے پسند کریں تو پھر وہ غیروں کا کس طرح علاج کر سکتے ہیں۔

اے میرے بھائی! یہ دنیا ہے جہاں دینار کے ذریعہ مہر لگائی جاتی ہے مگر ابلیس اسے آنکھوں سے لگاتا ہے۔ اس کا بوسہ لیتا ہے اور خوش ہو کر کہتا ہے اے درہم و دینار! تو کس قدر میرا مونس و ہمدرد ہے؟ کہ تیری ہی وجہ سے بہت سے لوگ میرے دوست ہو گئے ہیں۔

اے میرے عزیز - جب فقراء دینی معاملات میں علمائے کرام کی اقتدا کرتے ہیں تو علماء کو بھی چاہیے کہ ترکِ دنیا کے معاملات میں فقراء کی اقتداء کریں۔ فقیہ ابو اللیث[1] کا ارشاد ہے جب علماء مالِ حلال کی ذخیرہ اندوزی میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو عوام مشکوک مال کھانے لگتے ہیں اور جب علماء مشکوک مالوں کے عادی ہو جاتے ہیں تو عام انسان مال حرام کھانے لگتے ہیں اور جب علماء کے منھ کو حرام لگ جاتا ہے تو عام لوگ کفر کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اے میرے عزیز! کیا ہی مناسب ہو کہ عالم درویش ہو اور درویش عالم بن جائے۔ جس عالم کے یہاں فقر کی چاشنی نہیں اس کی مثال حیوان درندہ کی ہے اور جس درویش میں علم کی حلاوت نہیں وہ کسی نصرت کے لائق نہیں۔ جیسا کہ لوگوں نے بیان کیا......

بزرگ چمہر[2] جو آسمان حقائق کے تابندہ ستارہ تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ کسی درویش کو دیکھا کہ وہ بہت بڑا جاہل ہے، اور کچھ اس طرح کہنا شروع کیا - یہ بیچارہ ہے، کسی لائق نہیں۔ یہ فقر کی وجہ سے نہ اپنی اصلاح کر سکتا ہے اور علم کے نہ رہنے کی وجہ سے نہ اپنی آخرت سنوار سکتا ہے یعنی فقر کے سبب اس کی دنیا خراب ہے اور عدم علم کے سبب اس کی آخرت خراب ہے۔

سنو سنو! کسی زمانے میں دو سگے بھائی تھے، ایک کو علم کا شوق تھا اور دوسرے کو

---

[1] نام - نصر بن محمد بن احمد سمرقندی، فقیہ ابو جعفر ہندوانی کے شاگرد تھے۔ امام الہدیٰ سے مشہور ہیں۔ تنبیہ الغافلین، شرح جامع صغیر، النوازل خزانۃ الفقہ وغیرہ آپکی اہم تصانیف ہیں۔ ۳۷۶ھ میں آپکا انتقال ہوا۔ بلخ کے کسی مقام میں مدفون ہیں۔

[2] بزرگ چمہر - سکندر بادشاہ کے وزیر اعظم کا لقب تھا جو نہایت ہی دانا و بینا تھا اور ہر معاملہ میں سنجیدگی اور ہوشیاری سے کام لیتا تھا۔ کوئی تفصیلی تذکرہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ (محمد شمشاد حسین)

زہد و ورع کا۔ علم کے شوقین اپنے دوسرے بھائی سے کہتا - اے میرے بھائی پڑھ پھر دینی کاموں میں مشغول ہو، کیونکہ جس زاہد کے پاس علم نہیں وہ بہت زیادہ برا ہوتا ہے۔ کبھی انھوں نے ان کی بات نہ مانی اور نہ ہی اس کے کہنے پر عمل کیا۔ جب بھی ان سے کہا جاتا، وہ سنی کو ان سنی کر دیتا تھا۔ معاملہ یہاں تک آن پہنچا کہ زہد و ورع والے بھائی نے آبادی چھوڑ دی، اور پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ اور وہیں عبادت کرنی شروع کر دی۔ جب علم کا شوقین پڑھ لکھ کر عالم باکمال بن گیا اور قسم قسم کے علوم وفنون پر دسترس حاصل کر لی۔ تو اپنے دوسرے بھائی کو دیکھنے کے لئے چل پڑے۔ اور یہ سوچ کر کہ چل کر دیکھنا چاہیے وہ کیسا ہے اور اپنے کاموں کو کہاں تک انجام دے چکا ہے؟ چلتے چلتے بالآخر وہ پہاڑ کی اس چوٹی پر جا پہنچا جہاں ان کا بھائی عبادت میں مشغول تھا۔ انھوں نے بچشم سر دیکھا کہ ان کا بھائی نہایت ہی ضعف وناتوائی کے عالم میں ہے اور ذکر وفکر میں منہمک ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو سلام کیا اور مصافحہ کیا۔ دریں اثنا اس علم کے شوقین کے دل و دماغ میں ایک بدبوسی رچ بس گئی۔ فوراً اس نے کہا، اس پاکیزہ ماحول میں یہ بدبو کہاں سے آ رہی ہے؟ تو اس زاہد نے فوراً کہا اے میرے بھائی یہ بدبو مجھ سے آ رہی ہے، طالب علم بھائی نے کہا - نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ہے؟ دوبارہ زاہد نے کہا اس سے چند روز پہلے میری مشام جاں کو ایک خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ میں بدن پر شکنجہ ڈال کر ریاضتِ نفس میں مشغول ہوں، اس کے باوجود میرے دل و دماغ میں یہ خوشبو؟ میں نے نجاست کے دو پلیتے بنائے اور ناک میں کر لیے جس کے سبب یہ بدبو آ رہی ہے۔ بھائی نے کہا - اسی لیے میں کہتا تھا پہلے پڑھو پھر کوئی کام کرو مگر تم نے میری باتوں پر دھیان نہیں دیا۔ اب بتاؤ، اس نجاست کے ساتھ کس طرح نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی درویشی علم وفن کے ساتھ بہتر ہے بے منفعت والا شہد مکمل طور پر زہر ہے جو شئی کسی آدمی کے کام آئے وہ درویشی مع علم ہے یا علم مع درویشی ہے۔	نخشبی فقر باعلوم نکو شہد بے منفعت ھمہ زہر است آنچہ در آدمی بکار آید فقر باعلم علم با فقر است

☆☆☆

۱۳۲ صد و سی و دوم

اللہ تعالیٰ نے کسی کتاب میں ارشاد فرمایا۔ اے میرے بندے تو ایک ساعت بھی وہ کام کر جو میں چاہتا ہوں تو میں ابد میں وہ کام کرونگا جو تم چاہتے ہو۔	حکی من اللہ تعالیٰ قال فی بعض الکتب عبدی افعل ساعۃ واحدۃ ماارید حتی افعل فی الأبد ماترید.

اے میرے عزیز! اس سے زیادہ نفع دینے والی اور کون سی تجارت ہوگی؟ کہ ایک ساعت کام کرو اور ابدی سعادتوں سے مالا مال ہو جاؤ۔ اس سعادت کے حاصل کرنے والے اور اس جہاں کے رہنے والے ایسے لوگ ہیں جو اس جہاں میں اللہ تعالیٰ کو رازق مانتے ہیں مگر اپنے خزانوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ خود کو بندہ بھی کہتے ہیں اور آزاد لوگوں کی مانند رہتے بھی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس جہاں میں عبودیت ہے یا حریت؟ عبودیت کسی تعارف کی محتاج نہیں اسے سبھی جانتے ہیں کہ بندگی کیا ہوتی ہے؟ اور عبودیت کسے کہتے ہیں؟ ہاں حریت کیا ہے اس کے تعارف کی ضرورت ہے۔

سنو کہ حریت کیا ہے؟

قیل الحریة اعراض عن الکل والاقبال علی من له الکل. — حریت سب سے منھ موڑنا ہے اور اسکے لئے متوجہ ہونا جسکے لئے سب کچھ ہے۔

حضرت منصور حلاج فرماتے ہیں...... جو بندہ عبودیت کے تمام مقامات طے کرلیتا ہے اسے ''حر'' کہتے ہیں۔ یہ مقام سب کو حاصل نہیں، صرف چند لوگ ہی اس مقام پر فائز ہوئے ہیں بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے......

ذالک مقام الانبیا اوا لصدیقین. — یہ صرف انبیائے کرام اور صدیقین کا مقام ہے۔

حضرت جنید[1] بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا، اگر کسی سالک کے پاس کنکری چوسنے کے مثل دنیا رہ جائے کیا اسے ''حر'' کہہ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ۔وہ بندۂ مکاتب ہے کہ بندۂ مکاتب وہ ہوا کرتا ہے جس کے پاس ایک درہم ہو اور آپ نے یہ بھی فرمایا......

من کان فی الدنیا حر من الدنیا فهو فی الآخرة حر من الجنة. — جو دنیا میں رہ کر دنیا سے آزاد رہا وہ آخرت میں بھی جنت سے آزاد رہیگا۔

اے میرے عزیز! جو کماحقہ طریق عبودیت کو طے کر لے، وہی حقیقی حر ہے۔

حضرت حسن نے فرمایا جو حریت کا ارادہ کرے انھیں لازم ہے عبودیت کو پسند کرے۔

حضرت زلیخا[2] نے عشقِ یوسف اختیار کیا۔ اسکے سبب وہ نہایت ہی کمزور اور ناتواں ہوگئی، اور ان کے چہرے سے حسن و جمال اور رونق و بہار جاتا رہا۔ ایک دن حضرت

---

[1] دیکھئے سلک ۲۸۔

[2] زلیخا۔ یہ مقدس نام محتاج تعارف نہیں۔ عزیز مصر کی بیوی تھی۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام سے عشق کے سبب تاریخ کے اوراق میں ان کا نام زندہ جاوید بن گیا۔ (محمد شمشاد حسین)

یوسف علیہ السلام کی رہ گذر پر بیٹھ گئی۔ جب انکی آمد کی آہٹ محسوس ہوئی تو ایک دل جلے اور خانہ خراب کی سی ایک آہ لی اوران کی شانِ بے نیازی دیکھ کر حیرت میں پڑ گئی اور محسوس کیا۔ تقویٰ وہ ہے جو غلاموں کو آزاد کرتا ہے اور ہوائے نفس وہ ہے جو آزاد لوگوں کو غلام بنا دیتا ہے۔ اے بھائی، تو بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود خواجگی کا دعویٰ یہ کس قدر ستم کی بات ہے؟

سنو سنو! ایک مرتبہ حضرت بشر[1] حافی کسی گھر کے دروازہ سے گزر رہے تھے کہ اس گھر کے اندر سے شور وغوغا کی آواز سنائی دی۔ آپ نے دریافت کیا، یہ شور وغوغا کیوں ہے؟ لوگوں نے بتایا اہل خانہ شراب پی رہے ہیں۔ اسی گھر سے ایک کنیز باہر آئی۔ آپ نے پوچھا، اہل خانہ آزاد ہے یا بندے ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ آزاد ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا...... اے کنیز تو ٹھیک کہتی ہے۔ اگر وہ بندہ ہوتا تو بندوں جیسا کام کرتا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشبی بندگانِ خدا کی مانند رہو، ورنہ یہ دنیا والے تم پر ٹھٹھا ماریں گے۔ آزاد لوگوں کا کام بھی آزاد والوں کی طرح ہوتا ہے۔ بندہ کو بندوں جیسا ہی کام کرنا چاہیے۔	نخشبی ہم چوں بندگاں می باش ورنہ آفاق بر تو خندہ کند کار احرار کار احرار است بندہ باید کہ کار بندہ کند

☆☆☆

[1] بشر حافی۔ نام بشر بن حارث حافی اور کنیت ابونصر تھی۔ اصل میں مرو کے رہنے والے تھے۔ مگر بغداد میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ علی بن خشرم کے بھانجے تھے اور بڑی شان رکھتے تھے۔ انکی توبہ کا سبب کچھ اس طرح ہے۔ راستہ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا ملا جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا تھا جس پر لوگوں کے پاؤں پڑتے تھے۔ حضرت بشر حافی نے نہایت ادب سے کاغذ کے اس ٹکڑے کو اٹھایا اور اس پر کستوری لگائی اور دیوار کے شگاف میں رکھ دیا۔ اس کے بعد خواب میں دیکھا کوئی کہہ رہا ہے اے بشر تم نے میرے نام کو خوشبو لگائی میں تیرے نام کو دونوں جہاں میں خوشبودار بنا دوں گا۔ سلوک وتصوف میں آپ کا رتبہ بلند تھا اور بڑی شان کے مالک تھے۔ ۲۲۷ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ (ماخوذ از رسالہ قشیریہ ص: ۱۵۵ تا ۱۵۷)

۱۳۳ سلک صد و سی و سوم

جو لوگ تفکر اور دور اندیشی سے کام لیتے ہیں۔ صحیح معنوں میں وہی ''ارباب تفکر'' ہیں انھیں لوگوں پر علویات و سفلیات کے اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کا ارشاد ہے...... تفکر ہر قسم کی عبادت سے بلند تر ہے کیونکہ جنت میں مومنین سے عبادتوں کا تسلسل بند یعنی بالکل منقطع ہو جائے گا مگر تفکر کا سلسلہ بدستور چلتا رہے گا۔ اس میں کبھی بھی زوال نہیں آئے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ......

وما كان على الدوام فهو اصل كالتوحيد والمعرفة.	جو چیز دوامی طور پر ثابت رہتی ہے وہ توحید و معرفت کی طرح اصل ہے۔

اس تفکر کی کل پانچ قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں......

الاول	فكرة فى آيات الله يتولد منه المعرفة.	اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور وفکر کرنا کہ اس سے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔
الثانى	فكرة فى الاء والله يتولد منه المحبة.	اللہ کی نعمتوں پر غور کرنا کہ اس سے خدا کی محبت حاصل ہوتی ہے۔
الثالث	فكرة فى وعدالله يتولد منه الرغبة.	اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر غور کرنا کہ اس سے رغبت پیدا ہوتی ہے۔
الرابع	فكرة فى وعيدالله يتولد منه الخشية.	اللہ تعالیٰ کے وعید پر غور کرنا کہ اس سے ہیبت اور خوف ربانی حاصل ہوتا ہے
الخامس	فكرة فى جفاء النفوس يتولد منه الحيا.	نفوس کے ظلم و جفا پر فکر کرنا اس سے حیا پیدا ہوتی ہے۔

اے میرے عزیز! اللہ کی مخلوقات میں فکر کرنا جائز ہے۔ خود خالق تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا مناسب نہیں جو ہمہ وقت اور ہر آن مست رہنا چاہتا ہے انھیں صرف اثبات عبودیت میں لگا رہنا چاہیے۔ ربوبیت کے اثبات میں قطعی غور نہ کرنا چاہیے کہ یہ کار زندیقی ہے۔

سنو سنو! لوگوں نے بیان کیا مولانا فخر الدین[1] رازی کسی ایک سفر میں ژال نامی پہلوان کے پڑوس میں خیمہ زن ہوئے۔ زال معرکۂ معرفت کے رستم تھے۔ جب انھوں نے پڑوس کے خیمہ سے شور شرابہ سنا تو اپنے مریدوں میں سے ایک مرید سے کہا۔ جاؤ، ان سے میرا اسلام کہو اور پھر یہ عرض کر دنیا، کیا آپ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں؟ یا نہیں؟ مرید ابھی پوری بات کہہ بھی نہ پایا تھا کہ مولانا فخر الدین رازی نے ہنستے ہوئے کہا۔ جاؤ اپنے شیخ زال سے کہد ینا۔ اثبات وحدانیت پر میں نے بہت سی کتابیں لکھ چکا ہوں۔ پھر مجھ سے کیوں پوچھا جا رہا ہے؟ تم نے خدا کو پہچانا یا نہیں؟ زال تک ابھی مولانا کی بات پہنچی بھی نہ تھی کہ انھوں نے اپنے مرید سے کہا۔ جاؤ کہہ دینا میں نے یہ نہیں کہا کہ تم نے خدا کو نہیں پہچانا بلکہ تم خود ہی کہہ رہے ہو کہ میں نے اس مضمون پر کتابیں لکھ چکا ہوں۔ اثبات وحدانیت پر کتابیں لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کیا اس کے لئے ''قل ھو اللہ احد'' کافی نہ تھا۔ یقیناً یہ کافی تھا۔ اے مولانا کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہوتے۔

---

[1] نام۔ فخر الدین، کنیت ابو محمد اور امام رازی سے مشہور ہیں۔ ۶۰۶ھ میں بمقام 'ہرات' پیدا ہوئے۔ فقیہ، متکلم، حکیم، مصنف اور باکمال عالم دین تھے۔ درس و تدریس، وعظ و نصیحت آپ کا شغل تھا۔ مختلف علوم و فنون میں آپ کی تصنیفات پائی جاتی ہیں ...... (۱) نہایۃ المعقول (۲) المحصل (۳) کتاب المباحث المشرقیہ (۴) شرح اشارات وغیرہ۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی اسکے نکتہ وحدت تک کون پہنچ سکتا ہے؟ چاند کے روبرو یہ باریک ستارہ کیا کہے؟ مشرک اگر اسکے راز وحدت کے بارے میں سوال کرے تو اس سے کہدیا جائے وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔	نخشی نکتہ وحدتش کے رسد چہ سہا در میاں مہ گوید مشرک از سر وحدتش پرسد وحدہ لا شریک لہ گوید

☆☆☆

۱۳۴ سلک صد و سی و چهارم

تاجداران سلطنت فقر کا ارشاد ہے...... فقرا جن ٹوپیوں کو استعمال کرتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

اول - لاطیہ - یہ اس ٹوپی کا نام ہے جو سروں سے چمٹی رہتی ہے۔

دوم - ناشزہ - یہ وہ ٹوپی ہے جو سروں سے قدرے بلند رہتی ہے۔

میرے سرکار رلولاک ﷺ لاطیہ کلاہ کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ناشزہ نہیں۔ کیونکہ اس کا استعمال ارباب ترک کیا کرتے ہیں اور کلاہ چہار ترکی ان کے سروں پر زیب دیتا ہے، جو اس بات کا غماز ہے کہ ان کی اصل عبادت ترک دنیا سے مرکب ہے۔ ارباب ترک کا قول ہے۔ کسی سے کچھ طلب نہیں کرنا چاہیے تاکہ دوسرے لوگ بھی ان سے کچھ طلب نہ کریں اور وقتوں کو اس کے حسب منشاء اپنے کاموں میں نہ لانا چاہیے انھیں ارباب ترک کا یہ بھی فرمان ہے......

الدنیا سوق المسافرین	دنیا مسافروں کا بازار ہے، منڈی ہے۔
فلیس للعاقل ان یشتری	کسی دانشور کے لئے مناسب نہیں کہ
منها فوق الکفاء.	اس میں روزینہ سے کچھ زائد خریدے۔

بعض کا ارشاد ہے...... ترک سے مراد صرف درہم و دینار کو ترک کرنا نہیں، بلکہ ہر غیر خدا سے اپنے آپ کو علاحدہ رکھنا اور ترک تعلق کرنا ہے۔

اے میرے عزیز، تم کبھی اس خوف اور اندیشہ میں مبتلا نہ رہو، کہ اگر میں ہر ایک سے ترک تعلق کرلوں تو یہ دنیا والے بھی مجھ سے ترک تعلقات کرلینگے، کیونکہ جو رضائے مولیٰ تعالیٰ کے لئے ترک تعلق کرتا ہے وہ کبھی زک، دقت اور پریشانی نہیں اٹھاتا۔

سنوسنو! کسی جنگل میں ایسا چرواہا دیکھا گیا جو شب وروز نمازوں میں مشغول رہتا تھا اور بھیڑیا ان کی بکریوں کی نگہبانی کرتا تھا۔ میں نے اُن سے کہا۔ بھیڑیوں نے بکریوں سے کس طرح صلح کرلی جبکہ بھیڑیا بکریوں کو چٹ ہضم کرلیتا ہے۔ اس بزرگ نے فرمایا......

لما صلح الراعی مع الرب	جب چرواہے نے اپنے رب سے صلح کرلی
صلح الذئب مع الغنم.	تو بھیڑیے نے بھی بکریوں سے صلح کرلی۔

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشبی گریہ ساز پیشہ خود تاجہاں زیر خندۂ تو بود گرتو در بندگی نیکو باش ہمہ آفاق بندہ تو بود	اے نخشبی گریہ وزاری اپنا پیشہ بنالے، تاکہ یہ دنیا تیرے تبسم کا غلام ہو جائے۔ اگر تو اسکی بندگی میں لگا رہے تو پھر یہ تمام جہاں والے صرف تیرے غلام ہو جائیں۔

☆☆☆

۱۳۵ سلک صد و سی و پنجم

ماہرین تجربہ کاروں کا ارشاد ہے...... مشاہدہ یہ ہے کہ چلتے وقت کتا نہ دائیں پھرتا ہے اور نہ ہی بائیں۔ اور شیر سر جھکائے راستہ پر چلتا ہے اور چپ وراست پر نظر نہیں رکھتا۔

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسجد کو تشریف لے جاتے، تو آپ سر جھکائے اور پشت مبارک خم کر کے تشریف لے جاتے۔ ایک شخص نے عرض کیا، اے امیر المومنین آپ کی مبارک پشت پر کوئی بوجھ بھی نہیں، اس کے باوجود یہ خمیدہ پشت کیوں؟ ارشاد فرمایا۔ اس بار گراں سے بھی کوئی چیز زیادہ گراں ہے جس کو اٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑوں نے انکار کر دیا لیکن ہم نے اسے بصد ذوق اٹھالیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے......

حملها الانسان — کہ انسان نے اسے اُٹھایا

میں سمجھتا ہوں اکڑ کر چلنا ناقص لوگوں کی پہچان ہے، راہِ یقین کے جواں مردوں کا ہرگز شعار نہیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عبداللہ مرزوق کو مکہ میں دیکھا اور پوچھا

اراکباً جئبت ام راجلا. — کیا آپ سوار ہو کر آئے ہیں یا پیادہ۔

عبداللہ مرزوق نے کہا۔

ماحق العبد العاصی الهارب ان یرجع الٰی باب مولاه راکبا لو امکتنی فحبئتُ علی رأسی. — کیا بندۂ عاصی اور بھاگنے والے کیلئے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے مولا کی چوکھٹ پر سوار ہو کر آئے؟ اگر مجھے قدرت ہوتی تو میں یہاں تک سر کے بل آتا۔

اے میرے عزیز! اس راہ میں کوئی اس طرح قدم رکھے جس طرح جواں مردوں نے رکھا۔ یہ کوئی مسلمہ حقیقت نہیں کہ اس کا دل دنیا کی محبت سے بالکل خالی ہو اور پھر وہ اس سے تمتع حاصل کرے۔ اے درویش، ابلیس نے دنیا سے دوستی کی اور اسی دوستی کی بدولت جنت کی تمام تر رعنائیوں سے اسے ہاتھ دھونا پڑا، اور تم ہو کہ اپنے دلوں کو دنیا کی محبت اور اس کی دوستی سے الگ نہیں کرتے۔ اگر تمہاری یہ تمنا ہے کہ تمہیں بہشت میں جانا ہے تو پھر یہ تمنا کیسے پوری ہوگی۔ اسکے لئے تمہیں دنیا سے ترک تعلق کرنا پڑے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بہشت میں گیہوں تناول کیا جو ایک خلاف اولیٰ امر کا ارتکاب تھا جس کے سبب آپ دنیا میں آ کر روئے اور بہت روئے، اور تم ہو کہ دنیا میں گناہ پر گناہ کر رہے ہو اس کے باوجود نہیں روتے، اور نہ شرمسار ہوتے ہو، شاید تم جنت میں رونا چاہتے ہو۔ نہ معلوم وہ کون سا عمل ہے؟ جس پر تم تکیہ کئے بیٹھے ہو اور مغفرت کی پوری امید رکھتے ہو۔ ارے بھئی سعادت مندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔ اس سے خوف کھایا جائے یہی مغفرت کا ساز و سامان ہے۔ اگر یہ نہیں تو مغفرت بھی نہیں اور شقاوت بختی یہ ہے کہ لوگ معصیت پر معصیت کریں پھر بھی مغفرت کی امید رکھیں۔

سنو سنو! حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز جب بھی نماز پڑھتے، سلام پھیر کر دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر رکھتے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور یہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں ایسا اس خوف و اندیشہ سے کرتا ہوں کہیں یہ نماز میرے چہرہ پر نہ ماردی جائے۔ اے درویش اللہ والے اس طرح کے عمل کیا کرتے ہیں اور ہمہ وقت خود کو اپنی اور مخلوق کی نظر میں ذلیل و خوار تصور کیا کرتے ہیں۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی مخلوق کی نگاہ میں عزیز ہونا کوئی چیز نہیں یہ صرف اخلاق و تمیز سے حاصل ہوتا ہے۔ جس نے اپنے اخلاق کے سبب مخلوق سے نزدیکی حاصل کر لی، وہی خالق کے نزدیک بھی عزیز ہوتا ہے۔	نخشبی عز خلق چیزے نیست حال معلوم از تمیز شود ہر کہ نزدیک خلق خود ارزید نزد خالق ہمو عزیز شود

☆☆☆

۱۳۶ سلک صد و سی و ششم

ائمۃ حقیقت کا فرمان ہے صرف اقوال کا بندہ بننے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ افعال کا بھی بندہ بننا چاہیے۔ ایک مرتبہ حضرت یحییٰ بن معاذ سے لوگوں نے دریافت کیا، ہمیں کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا......

کونوا عبیدا بافعالکم کما کنتم عبیدا باقوالکم. اے لوگو تم افعال کے بندے بنو جس طرح تم اقوال کے بندے ہو۔

زندگی اس طرح گزارو کہ خود پر نظر رہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف اپنی نمائش کرو، یہ کسی کام کی نہیں، خود پر نظر رکھتے ہوئے زندگی گزارنا ہی تمہارے لئے کافی ہے۔ ایک بار حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی دوست سے کہا۔ آپ مخلوق الٰہی کو نصیحت کیوں نہیں کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا......

انی اخاف ان اقول مالا افعل. میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہیں وہ نہ کہہ دوں جو نہ کرسکوں۔

حضرت حسن بصری نے ارشاد فرمایا......

یر حمک اللہ یر حمک اللہ	اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔
انما نفعل ما نقول	بیشک ہم وہی کرتے ہیں جو کہتے ہیں۔

اے میرے عزیز! ایسے لوگ بہت کم ہیں جن کی باتیں ان کے اعمال کے مطابق ہوں۔ اور ایسے بے شمار افراد ہیں جو کرتے کچھ ہیں اور کہتے کچھ ہیں۔

حکماء کا ارشاد ہے......

کان الناس علی اربعة فرق	لوگ چار گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔
الفرقته الاولیٰ کانو ا یفعلون و لاتقولون والفرقته الثانیه یقولون ولا یفعلون الفرقته الثالثه لا یقولون ولایفعلون	اول۔ وہ لوگ جو کرتے ہیں اور کہتے نہیں دوم۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں مگر کرتے نہیں سوم۔ وہ لوگ جو نہ کہتے ہیں اور نہ ہی کرتے ہیں
الفرقته الرابعه یقولون و یفعلون.	چہارم۔ ایسے لوگ ہیں جو کہتے بھی ہیں اور کرتے بھی ہیں

اے میرے بھائی! قول اور عدم قول کوئی معنی نہیں رکھتا کیوں کہ یہ آگے کام نہیں آئے گا، ہاں عمل ہی آگے جاتا ہے اور آخرت میں کام دیتا ہے۔ اگر تم نیک کام نہیں کر سکتے تو پھر اس بارے میں کہنا بھی چھوڑ دو، زمانہ اقدس ﷺ میں ایک لڑکا تھا جو اپنے گھر کا اکلوتا تھا اور فسق و فجور میں بدمست رہا کرتا تھا۔ اس نے وفات پائی، باپ اس کے اس کردار سے سخت نالاں تھا اس لئے اس کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا۔

لوگوں نے اس کے باپ سے کہا......

فقیل لم ترکت الصلوٰۃ علی ابنک قال انه ابن سوءٍ فقیل لـه قد صلی علیـه من هو خیر منک یعنی النبی صلی الله علیه وسلـم و ملائکة السماء قال لم فقیل لانه کان فی شرب الخمر یوماً سمع ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قدم من سفره ففرح بذالک فغفر الله تعالیٰ له بتلک الفرحة.

کہا گیا آپ نے اپنے بیٹے کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی۔ باپ نے کہا - وہ ایک برا اور گنہگار لڑکا تھا پھر ان سے کہا گیا، انکی نماز جنازہ انھوں نے پڑھی جو تم سے بہتر ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آسمان کے فرشتوں نے، باپ نے کہا وہ کیسے؟ جواب میں کہا گیا - ایک روز وہ شراب و کباب میں مست تھا کہ انھوں نے سنا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک سفر سے بسلامت واپس آ گئے۔ اس خبر سے وہ خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی خوشی کے باعث مغفرت فرما دی۔

وہ ایسا عطا کرنے والا ہے، وہ ایسا سخی ہے کہ تھوڑا قبول کرتا ہے اور اس سے کہیں زیادہ عطا کرتا ہے۔

اے درویش! وہ ایسا سخی ہے جو کم قبول کرتا ہے اور بہت زیادہ عطا کرتا ہے۔ آج تیرا ایک سجدہ قبول ہو جائے تو کل تیرے درجات بہت زیادہ بلند ہونگے۔

سنو سنو، لوگوں نے زبیدہ کو بعد از وصال خواب میں دیکھا اور کہا - اے زبیدہ تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ زبیدہ نے کہا وہ ایسا غفور ہے کہ اس نے مجھے بخش دیا۔ لوگوں نے کہا - اے زبیدہ! وہ کیا نیکی تھی جو تیری مغفرت کا سبب بنی؟ جواب میں

زبیدہ نے کہا۔ ایک مرتبہ میں ہاتھی پر سوار ہو کر جا رہی تھی اور قرآن مقدس کی تلاوت بھی کر رہی تھی اور جب میں نے آیت سجدہ تلاوت کی اور میں نے اسی پشتِ فیل پر سجدہ کرنا چاہا۔ حضرت الٰہی کے نقیبوں نے آواز دی، اے زبیدہ! تو نہایت کمزور ہے کہ بارگاہ عالی وقار میں ہاتھی کی پشت پر سجدہ کر رہی ہے اگر چہ سجدۂ تلاوت ہی کیوں نہ ہو؟ بس یہی ایک سجدہ تھا جو قبول ہو گیا اور اسی کے سبب میری مغفرت ہو گئی۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
اے نخشی عاجزی کو اپنا پیشہ بنا لے اگر	نخشی عجز ساز پیشہ خود
چہ تمام شاہباز[1] اڑانوں میں ہیں اسکے	شاہ بازاں بہ پر پرند ہمہ
باوجود وہ کائنات کی طرف عجز و	زان سوئے کائنات ہمہ وقت
بیچارگی کے سبب جھکے ہوئے ہیں۔	عجز و بیچارگی خرند ہمہ

☆☆☆

۱۳۷ سلک صد و سی و ھفتم

قال سهيل بن عبدالله لما خلق الله الدنيا جعل فى الجوع العلم والحكمة وجعل فى الشبع الجهل والمعصيه.

سہیل بن عبداللہ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا کی تو بھوک میں علم و حکمت کو بھر دیا اور شکم سیری میں جہالت اور معصیت بھر دی۔

[1] شاہباز۔ بلند پرواز چڑیا ہے اور اس کا دوسرا نام شاہین کلاں ہے مگر یہاں بطور استعارہ اکابر اولیاء کے لئے استعمال ہوا ہے۔ (محمد شمشاد حسین رضوی)

اس کا مطلب یہ ہے بھوک اور خالی پیٹ میں فطرت کے اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں اور شکم سیری میں شیطانی وسوسے، علم وحکمت جوع کی سعادت ہے اور جہل ومعصیت شکم سیری کی شقاوت ہے۔ محمد حسین فرماتے ہیں......

الدنیا یوم لنا فیھا صوم ۔ دنیا گویا دن ہے جس میں ہمیں روزہ رکھنا چاہیے

یعنی دنیا میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے اور خود پوری دنیا اس کا حصہ ہے جو دنیا سے بیزار رہتا ہے۔ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ حال کے ابتدائی دور میں قبا پوش تھے۔ اور جب قبا کو کمبل سے بدل دیا تو چار لاکھ دیناروں کو سمندر میں ڈال دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور! یہ آپ نے کیا کیا؟

ارشاد فرمایا ۔ یہ دینار پانی میں رہ کر خاک ہو جائے یہی بہتر ہے۔ پھر لوگوں نے عرض کیا ۔ ان دیناروں کو کسی اور کے حوالے کر دیتے؟ جواب میں آپ نے فرمایا ۔ جب دیناروں کو ہم اپنے لئے روا نہیں سمجھتے تو پھر اوروں کیلئے بھی روا نہیں جانتے کیونکہ یہ تقاضۂ انصاف کے خلاف ہے۔ یہ کیسے درست ہوگا کہ اپنے دل سے حجاب اُٹھا لوں اور دوسروں کے کاندھوں پر ڈال دوں؟ یہ مسلمانوں کی فطرت کے خلاف ہے۔ اگر یہ بات اچھی ہوتی تو میں اسے سمندر کے باہر ہی ڈال دیتا؟

ارے بھئی، جب کوئی دشمن ملک الموت کی طرح پیچھے پڑا ہو، اگر وہ خود کو دنیاوی کاموں میں مشغول رکھے۔ یقین مانئے یہ پوری نادانی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ دنیا ملک الموت کے بغیر ایک دانگ بھی پسند نہیں کرتی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ یہ کس طرح؟ ارشاد فرمایا ۔ لانہ یوصل الحبیب الی الحبیب ۔ یہ ملک الموت کا منصب ہے کہ وہ ایک دوست کو دوسرے دوست تک

پہنچا دیتا ہے۔ خواہ وہ دوست ذی روح ہو یا غیر ذی روح؟ مگر یہ بندہ نخشبی عرض کرتا ہے جو ملک الموت اور اجل معین کی معیت رکھتا ہے وہ اپنے پاس ایک دانگ بھی نہیں رکھ سکتا۔ اگر کوئی کہے، ایسا کیوں؟ تو آپ کہیئے آدمی جب مر جاتا ہے تو اپنا سب کچھ چھوڑ دیتا ہے اگر چہ ساری دنیا اس کے ساتھ ہو۔ اس میں سے ایک حبہ بھی وہ اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا ہے جو لوگ دنیا کے حصول میں لگے ہیں وہ سخت قسم کے نادان ہیں۔ کیا یہ دنیا اس لائق ہے کہ اسے خریدا جائے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس کی حیثیت یہ ہے کہ اسے فراموش کر دیا جائے۔

سنو سنو۔ شہر کی فصیل کے دروازہ پر ایک سبزی فروش کی دوکان تھی اور ہر وقت، ہر آن اس کے دوکان میں کوزہ رہتا تھا۔ اس کا طریقہ تھا جب کوئی جنازہ اس دروازہ سے باہر نکلتا وہ دوکان میں رکھا ہوا کوزہ توڑ ڈالتا اور ایک ماہ کے بعد اسکی گنتی کرتا۔ یہ ٹوٹے ہوئے کوزے کتنے ہو گئے؟ اور کتنے لوگ ان کوزوں میں سما آئے ہیں۔ اتفاق کچھ ایسا ہوا کہ وہ بقال یعنی سبزی فروش مر گیا، مدتوں بعد اس کا ایک دوست آیا، جب اس نے بقال کو نہیں دیکھا تو لوگوں سے پوچھا - ارے بھئی یہ بقال کہاں ہے؟ جواب دیا - وہ بھی کوزہ میں سما گیا۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشبی مرگ داروی است ترو گر سلیماں است ہمچو مور شود ہیچ کس را ز مرگ نیست گریز گورکن ہم شبے در گور شود	نخشبی موت ایسی شراب ہے کہ اگر کوئی سلیمان ہے وہ بھی اس موت کے سبب مثل مور ہو جاتا ہے۔ کسی کو موت سے چھٹکارا نہیں۔ گورکن[1] بھی ایک دن قبر کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔

[1] گورکن۔ قبر کھودنے والا۔

۱۳۸

سلک صد و سی و ہشتم

وہ لوگ بھی اپنے دور کے شاہانِ عظیم ہیں جو اپنے نفس کو ریاضت کے شکنجوں میں کس کر رکھتے ہیں۔ انھیں لوگوں کا قول ہے......

بندۂ خائف وہ ہوا کرتا ہے جو شیطان کے مقابلہ نفس سے زیادہ ڈرا کرتا ہے کہ شیطان بندہ سے الگ ہے اور نفس بندہ سے متصل ہے۔ اس طرح شیطان بندہ کے لئے دور کا دشمن ہے اور نفس قریب کا دشمن ہے۔ عقل کا تقاضہ ہے کہ دور کے دشمنوں کے بہ نسبت قریبی دشمنوں سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ بادشاہ جب کسی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس کے قریب کے لوگوں کو اس کی ہلاکت پر مقرر کر دیتا ہے۔

اے میرے عزیز، نفس بہت زیادہ فریبی ہے اس کے فریب سے کوئی نہیں بچ سکتا، ہاں وہی محفوظ رہ سکتا ہے جس کے ساتھ عنایت ایزدی ہو۔ سنو سنو۔ خواجہ احمد خضرویہ فرماتے ہیں...... میں نے اپنے نفس کو اپنے حکم کے تابع کر لیا اور ریاضت و نفس کشی کے شکنجوں میں اسے جکڑ رکھا۔ ایک روز اسے کسی جہاد میں جانے کی خواہش ہوئی اور اس پر اس کا بھوت سوار ہو گیا۔ میں نے کہا۔ اے نفس تیری وجہ سے اس میں رغبت کروں، حاشا وکلا، تیرے لئے یہی شکنجہ کافی ہے کہ میں روزانہ روزہ رکھوں اور تجھے اسی میں باندھ کر رکھوں، اور تم چاہتے ہو کہ بحکم شرع روزہ نہ رکھنے کی رخصت مل جائے، اور سفر کی رخصت کو اپنے لئے دستور بنا لے۔

نفس نے کہا۔ میں تیرے ساتھ یہ عہد و میثاق کرتا ہوں کہ آج سے میں کبھی کچھ نہیں کھاؤں گا اور سفر و حضر کے حکم کو ایک سا بنائے رکھوں گا۔

میں نے کہا۔اے نفس حضر میں تو چار سو رکعتیں نماز ادا کیا کرتا تھا۔نفس نے کہا ۔سفر میں بھی چار سو رکعتیں ادا کیا کروں گا۔میں نے کہا اے نفس اب جب کہ تو گوشئہ خلوت سے باہر آ گیا اور مخلوق سے انسیت اختیار کر لی تو پھر اب ریاضت میں تو خود کو کیونکر مشغول رکھ پائے گا۔نفس نے کہا ایسا نہیں ہے۔میں نے مخلوقات کے ساتھ کوئی انسیت نہیں رکھی۔میں جب نفس کو جواب دینے سے عاجز رہ گیا تو میں نے کہا۔اے خداوندا۔اس میں نفس کا کیا مقصد ہے؟ کہ نفس نے پوشیدہ انداز میں یہ کیسا زور مارا۔کہیں اس کا مقصد خودی والوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا تو نہیں ہے؟ نفس نے کہا اے احمد!......میرا مقصد یہ ہے کہ تو مجھے ہر بار نامرادی کے شمشیر براں سے ذبح کرے اور اگر مجھے کسی جہاد میں لے جائے تو میں ایک ہی بار میں مر جاؤں۔روز روز کے مرنے سے تو یہ بہتر ہے کہ ایک دفعہ میں مر جاؤں۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی شد خراب و ہیچ نہ کرد	نخشی تو برا ہو گیا اور کچھ بھی نہیں کیا
خانۂ نفس خویش را ہالہ	اور اپنے نفس کے لئے ہالہ بن گیا۔جو
دیگراں گر ز نفس نالۂ کنند	لوگ اپنے نفس سے نالہ کرتے ہیں
نفس او می کند از و نالہ	خود نفس ان سے نالہ کیا کرتا ہے۔

☆☆☆

امت کو تیرے حوالہ کر دیا اور اس کی مغفرت کر دی۔ اے اللہ میں تمام امت کی مغفرت چاہتا ہوں"۔

حضرت اویس قرنی اس مناجات میں مشغول ہی تھے کہ دونوں مقدس صحابی اس مقصد سے ان کے قریب جا پہنچے کہ دیکھیں آپ گوشۂ تنہائی میں کیا کر رہے ہیں؟ حضرت اویس قرنی نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو اظہار تاسف کیا اور عرض کیا۔ آپ نے عجلت سے کام لیا اور مجھے زیادہ وقت آپ نے نہیں دیا، میں تمام امت کی مغفرت کئے بغیر اسے زیب تن نہیں کرتا۔

جب امیر المومنین حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی نگاہ باطن سے ان کے درجۂ بلند اور منصب عالی کو ملاحظہ فرمالیا تو فرمانے لگے۔ ہے کوئی جو مجھ سے اس خلافت کو بلا قیمت لے لے نیز آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

اے اویس، آپ عرب کیوں نہیں تشریف لائے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے کیوں نہ مشرف ہوئے۔ عرض کیا، کیا آپ نے سرکار کو دیکھا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ ہاں دیکھا ہے اور ضرور دیکھا ہے کہ ہم لوگ ہمہ وقت آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ آپ نے عرض کیا۔ آپ نے انھیں دیکھا ہی نہیں اور اگر آپ نے دیکھا ہے تو بتائیے آپ کا کون سا دندانِ مبارک شہید ہوا تھا؟ پھر یہ کہ آپ کے مبارک دانت کیوں سلامت رہے، اس کے بعد حضرت اویس قرنی نے اپنے دانتوں کو دکھایا، دونوں حضرات یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ آپ کے سبھی دانت شکستہ ہیں۔ منھ میں ایک دانت بھی سلامت نہیں چونکہ یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ کا کون سا مبارک دانت شہید ہوا ہے؟ مگر جو بھی شہید ہوا ہے وہ ان ۳۲ دانتوں میں شامل ہے، اس لئے حضرت اویس قرنی نے اپنے سبھی دانتوں کو شہید کر دیا تاکہ دندان مبارک سے

موافقت ہو سکے۔

حضرت عمر نے فرمایا...... اے درویش میرے لئے دعا فرمائیں۔

عرض کیا۔ میں روزانہ تشہد میں الھم اغفرلی وللمومنین یعنی اے اللہ مجھے اور تمام مومنین کو بخش دے، پڑھا کرتا ہوں اور آپ اس دعا میں شامل ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت اویس قرنی علیہ الرحمتہ نے نبوی لباس زیب تن کیا اور دونوں صاحبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت خواہ ہوئے کہ میری وجہ سے آپ کو یہ شدید زحمت اور سفر کی صعوبت برداشت کرنی پڑی اور عزلت نشینی کی جانب چل دیئے اور یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ اب قیامت قریب ہے، زاد راہ کی تیاری میں مشغول ہوں۔ حضرت اویس قرنی کے تعلق سے لوگوں نے بیان کیا کہ راتوں کو قطعی نہیں سوتے تھے پہلی رات کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد ہوا کرتا تھا۔ ھٰذہ لیلۃ القیام ...... یہ قیام کی رات ہے۔ ذکر و فکر کی شب ہے۔ پھر جب دوسری شب ہوتی یوں ارشاد فرماتے۔ ھٰذہ لیلۃ الرکوع یہ رکوع کی رات ہے اور تیسری شب جب آتی تو فرماتے ھٰذہ لیلۃ السجدہ یہ سجدہ کی رات ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا۔ آپ اس قدر لمبی رات ایک ہی حال پر کس طرح گذار دیتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ سجدہ میں ایک سے زائد بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا سنت ہے اور میں ایک ہی بار کہہ سکتا ہوں کہ صبح کے اجالے پھیل جاتے ہیں اور کائنات کی اوٹ سے سورج نکل آتا ہے۔

ایک اور مرتبہ کسی نے عرض کیا۔ آپ اپنے وقتوں کو کس طرح صرف کرتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ صبح کو میں جب بیدار ہوتا ہوں تو یہ سوچ کر کہ یہ میری آخری سانس ہے۔ شام تک زندہ رہوں یا نہ رہوں۔ اور جب رات ہوتی ہے تو

میرے خیال میں یہی تصور آتا ہے کہ صبح تک باحیات رہوں گا یا نہیں؟ اور آپ نے یہ بھی فرمایا۔

السلامة فی الوحدة — کہ سلامتی صرف تنہائی میں ہے

یعنی اکیلا رہنے میں ہے یا پھر سلامتی اس بات میں ہے کہ اپنے دل سے غیر کے خیال کو نکال باہر پھینکئے نیز آپ نے یہ بھی فرمایا......

طلبت الرفعة فوجد تهافی التواضع	میں نے بلندی طلب کی اسے تواضع میں پایا
طلبت الرياسة فوجد تهافی النصيحة	ریاست طلب کی اسے نصیحت میں دیکھا
طلبت المروة فوجد تهافی الصدق	مروت طلب کی تو اسے صدق میں پایا
طلبت الفرح فوجد ته فی الفقر	فرح طلب کی تو اسے فقیری میں تلاش کرلی
طلبت النصيحة فوجد تهافی التقوى	نصیحت طلب کی تو اسے تقویٰ میں پایا
طلبت الرزق فوجدته فی القناعة	رزق طلب کی تو اسے قناعت میں پالی
طلبت الراحة فوجد تهافی الزهد	راحت طلب کی تو اسے زہد میں پایا

اس طرح شب و روز پورے ہو گئے اور لوگوں نے اس طرح بھی فرمایا۔ جب دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف سفر کا وقت قریب آیا تو آپ ایک جہاد میں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے اور قتال کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمالیا۔ آپ کے بارے میں کہا گیا......

عاش وحيد امات فريداً و شهد ذالک فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم.	تنہائی کی زندگی بسر کی اور اکیلے ہی آغوش موت میں چلے گئے، شہادت پائی۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

فارسی قطعہ

نخشبی دولتے است تنہائی
تاچہ دولت است کہ مرد تنہا برد
ہر کہ تنہا بزیست باحق زیست
وانکہ باحق زیست تنہا مرد

اردو ترجمہ

نخشبی تنہائی بھی ایک قسم کی دولت ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا دولت ہو سکتی ہے؟ جسے مرد تنہا لے کر جاتا ہے، جس نے تنہائی کی زندگی بسر کی، گویا اسنے حق کے ساتھ زندگی بسر کی اور جو حق کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے وہی تو مرد تنہا ہوا کرتا ہے۔

☆☆☆

۱۴۰ سلک صد و چہلم

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علم وعمل کے قبلہ اور حلم وورع کے کعبہ تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ باندی تھی۔ جب وہ کسی کام میں مشغول ہوتیں تو عالم طفولیت میں حضرت حسن بصری رونا شروع کر دیتے اور ام سلمہ[۱] زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مبارک دودھ ان کے منہ میں رکھ دیتی تھیں اور دودھ کی دو چار بوندیں بھی منہ میں ٹپک جاتی تھیں۔ آپ کی ذات وشخصیت میں جو تاب وتوانائی ہے اسی مبارک دودھ کی برکت سے ہے۔ جب

۱۔ ام سلمہ- ام المومنین ہند بنت ابی امیہ ماہ شوال سن ۴ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نکاح میں آئیں۔ ۴۵ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ ۸۴ سال کی عمر پائی۔ حضرت ابن عباس حضرت عائشہ ابن میسّب اور دوسرے صحابہ وتابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔ تقریباً ۳۷۸/احادیث آپ سے مروی ہیں۔ ۱۳/احادیث متفق علیہ ہیں۔ (ش.رضوی)

آپ اس خاکدان گیتی میں جلوہ نما ہوئے تو حضرت عمر فاروق نے ان کا نام حسن رکھا، یہی سبب ہے کہ آپ کے رخِ زیبا پر حسن و جمال کی رعنائی تھی، مگر انھیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سچی عقیدت اور گہری ارادت تھی۔ اور انھیں کا خرقۂ خلافت بھی رکھتے تھے۔ ابتدائے حال میں گوہر فروشی ان کا شغل رہا ہے اسی لئے لوگ انھیں حسن لولوئی کہا کرتے تھے پھر انھوں نے تجارت چھوڑ کر بصرہ میں سکونت اختیار کر لی اور ریاضت و مجاہدہ اور احتساب نفس میں مشغول ہو گئے۔ اس ریاضت و مجاہدہ میں ان کی مشغولیت کیسی تھی؟ ضبط تحریر میں نہیں لائی جا سکتی ہے۔ ہفتہ میں صرف ایک بار وعظ فرمایا کرتے تھے اور جب وعظ کے لئے خطابت کی کرسی پر جلوہ فرماتے ہی مجمع پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالتے، اگر مجمع میں رابعہ حاضر ہوتیں تو آپ وعظ فرماتے ورنہ اسے معرض التوا میں ڈال دیتے۔ لوگ عرض کرتے۔ حضور! مجمع میں اس قدر لوگ ہیں اور صاحب مسلک وسلوک بھی ہیں اگر رابعہ نہ ہوتیں، تو لوگ انھیں بلا لاتے پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ فرماتے اور ارشاد کرتے۔ کیف وسرور کی وہ لذتیں جسے ہم نے حوصلہ مندوں کے لئے جمع کیا تھا اسے چیونٹیوں کے حوالہ کیونکر کر دیں اور جب مجلس گرم ہو جاتی تو آپ فرماتے......

یا سیدہ ھٰذہ من جمرات قلبک۔	اے سیدہ رابعہ یہ تیرے دل کی چنگاریوں میں سے ہے۔

حسن بصریؒ ایک مرتبہ وعظ فرما رہے تھے چند افراد یہ کہتے ہوئے مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ ہمارے دل سوئے ہوئے ہیں۔ اے حسن تیری باتوں کا ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہیں۔ کاش ایسا ہوتا کہ خستہ دلوں کے بیدار ہونے کی امید تو ہوتی ہے مگر تمہارے دل خفتہ نہیں بلکہ مردہ ہیں اس لئے بیدار ہونے کی امید بھی نہیں۔ کسی نے

آپ سے دریافت کیا- ایک مومن دوسرے مومن بھائی سے حسد کرتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا- وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی کہانی فراموش کر بیٹھے ہیں۔ آپ نے کسی روتے ہوئے شخص کو دیکھا- پوچھا، کیوں رورہے ہو؟ انھوں نے کہا میں سعد قرطبی کی مجلس میں تھا۔ انھوں نے فرمایا کل بروز قیامت ایک شخص دوزخ سے نکالا جائیگا جو چند سالوں سے اپنے گناہوں کی نحوست کے سبب دوزخ کی آگ میں جل رہا ہوگا۔ حسن بصری نے فرمایا- کاش یہ حسن انھیں میں سے ہوتا کم از کم اتنے سالوں کے بعد دوزخ سے پروانۂ نجات تو ملے گا۔ نقل ہے جب بھی حسن بصری دعا فرماتے حبیب عجمی اپنے دامن کو پھیلا کر لیتے اور نیاز مندی سے آمین کہتے اور اپنے دوستوں سے فرماتے حسن بصری کی دعائیں مستجاب ہوا کرتی ہیں۔

ایک مرتبہ ابو بکر عمر مقری بچوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ اسی دوران انھوں نے کسی بچہ کی طرف خیانت کی نظر سے دیکھا، اسی وقت بلا تاخیر الحمد کے الف سے والناس کی سین تک تمام حروف مجحوب ہو گئے۔ حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا- آپ گہری فکر میں ڈوب گئے اور ارشاد فرمایا- سعادت مندی کا شہباز اس وقت میری گرفت سے باہر ہے۔ اسے واپس لوٹانا میرے بس میں نہیں۔ اس بارے میں میری کیا مجال؟ ہاں میں ایک ایسی شخصیت کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں انھیں کی دعاؤں سے دوبارہ یہ سعادت بھی تمہیں مل سکتی ہے تم حضرت خضیف کی خدمت میں جاؤ- ابو عمر وہاں سے باہر نکلے، پہلے کعبہ میں داخل ہوئے۔ اس کی زیارت کی اور کعبہ کو شفیع بنا کر خواجہ خضیف کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ خواجہ خضیف بھی سوچ میں پڑ گئے اور گوشۂ چشم سے آسماں کی طرف دیکھا اسی وقت ابو عمر مقری کے قلب کے اندر

ایک چمک پیدا ہوئی اوران کی تمام یادداشت واپس ہوگئی۔ خواجہ خضیف نے پوچھا۔ اے ابوعمرو تجھے میری طرف کس نے بھیجا؟ جواب دیا۔ حضرت حسن بصری نے؟ آپ نے ارشادفرمایا۔ جس شہر میں اتنی عظیم شخصیت جلوہ نما ہو، انھیں اتنی دور خضیف کے پاس آنے کی کیا ضرورت؟

لوگوں کا بیان ہے...... شمعون نامی ایک آتش پرست حسن بصری کا پڑوسی تھا۔ وقت نزاع حسن بصری ان کے سرہانے کھڑے ہوئے۔ حسن بصری نے فرمایا۔ اے شمعون اب بھی مسلمان ہوجاؤ۔ شمعون نے عرض کیا۔ میں نے اسّی سال تک آگ کی پوجا کی، کیا آپ اس بات کی ضمانت لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیگا؟ اگر ہاں! تو پھر آپ کوئی وثیقہ لکھ کر عنایت کریں، میں مسلمان ہوجاتا ہوں تاکہ جنت کا مستحق ہوجاؤں؟ حضرت حسن بصری تیار ہوگئے اور ایک وثیقہ لکھ کر شمعون کے حوالہ کردیا، شمعون کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا، اور وصیت کی یہ وثیقہ میرے ساتھ قبر میں رکھ دینا۔ کچھ دنوں کے بعد شمعون کا انتقال ہوگیا، لوگوں نے انھیں قبر میں لٹایا اور وہ وثیقہ بھی ان کے ساتھ قبر میں رکھ دیا۔ اس وقت حسن بصری بہت فکر مند ہوئے کہ میں نے یہ کیا فضول کام کیا۔ کہیں میرے بدلہ شمعون جنت میں نہ پہنچ جائیں کیونکہ میں ان کا ضامن ہوں۔ اسی روز حضرت حسن بصری نے شمعون کو خواب میں دیکھا کہ اس وثیقہ کو لئے بہشت میں ٹہل رہا ہے۔

فرمایا۔ اے شمعون بتا، تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی جو کہ تم دیکھ رہے ہو، وہ کس قدر رحیم و کریم ہے کہ اس نے میرے تمام برے اعمال اور بری باتوں کو اس کلمہ طیبہ کے صدقہ میں بخش دیا اور آپ کی ضمانت کے سبب مجھے دوزخ سے خلاصی ملی۔ اے حسن بصری یہ خط واپس لیجئے۔

اب اسکی کوئی ضرورت وحاجت نہیں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو بعینہٖ وہی خط اپنے ہاتھوں میں موجود پایا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
بخششِ خدا سے ناامید مت ہو کہ اہل دین	بخششی از خدا مشو نومید
از خود ہمیشہ خوش دل رہا کرتے ہیں۔	اہل دین خود ہمیشہ دل شاد اند
کہ وہ اپنے صدق باطن سے قفل لگے	کہ بصدق دروں نزد آن در
ہوئے دروازوں کو کھول سکتے ہیں۔	کہ برو قفل بستہ بکشا دند

☆☆☆

۱۴۱ سلک صد و چہل و یکم

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ دین و دنیا کے بادشاہ کوہ یقین کے سرگم[۱] تھے اور ابتدائی حال میں اپنی سلطنت کے ماتحت ایک عالم رکھا کرتے تھے اور از خود بادشاہِ وقت تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنی سریر مملکت پر براجمان تھے کہ دفعتہً بارعب اور شان وشوکت والا ایک آدمی ان کے گھر میں گھس آیا۔

ابراہیم ادھم نے دریافت کیا- کون ہو؟ اور کہاں گھستے چلے آرہے ہو۔ اس نو وارد نے جواب میں کہا- میں اس سرائے میں آیا ہوں۔ ابراہیم ادھم نے کہا- اے نو وارد یہ سرائے نہیں بلکہ میرا گھر ہے۔ اسنے پھر دوبارہ کہا- اے خواجہ تم سے پہلے بھی اس گھر میں کوئی تھا۔ ابراہیم نے جواب دیا- ہاں، یہاں مجھ سے پہلے کوئی اور تھا۔

۱۔ سرگم- جس کی نہ کوئی ابتدا ہو اور نہ ہی انتہا۔

نو وارد نے کہا سرائے ہونے کی یہی تو پہچان ہے کہ کوئی آیا اور دوسرا یہاں سے چلا گیا۔ یہی واقعہ ان کیلئے انتباہ کا سبب بن گیا۔ انکے روبرو خود اپنے گھر میں سوچ میں پڑ گیا اور گھٹنوں میں سر ڈال کر کچھ سوچنے لگا۔ انکی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔

ابراہیم ادھم فرماتے ہیں پورے پندرہ سال تک میں نے بڑی سخت ریاضت کی اور کوئی سرگوشی کے انداز میں کہتا تھا۔

کن عبید افا سترحت — اس کا خالص بندہ بن جا آرام پاؤ گے،

فا ستقم کما امرت — استقامت اختیار کر جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا۔

لوگوں نے یہ بھی بیان کیا...... کہ ابراہیم ادھم نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اپنی درویشی پر آنسو بہا رہا تھا۔ فرمایا شاید تم نے درویشی کو رائیگاں پایا جس کی وجہ سے تم رو رہے ہو اور پھر فرمایا۔ سنو میں نے یہ درویشی قیمتاً لی ہے کیونکہ میں ملک بلخ کا بادشاہ تھا اور اس بادشاہی کے عوض میں نے درویشی لی ہے اور میں نے اس درویشی میں سلطنت سے کہیں زیادہ اچھائی دیکھی، جبھی تو میں نے اسے اختیار کیا ہے۔

حضرت ابراہیم ادھم نے یہ بھی فرمایا کہ......

اس راہ میں کامل وہ شخص ہے اگر انھیں دونوں جہاں دے دیئے جائیں تو وہ اس سے خوش نہ ہووے اور اگر چھین لئے جائیں تو غمزدہ نہ رہے۔ مدح و ستائش پر ذرا بھی دھیان نہ دے اور نہ ہی دونوں جہاں کے ملنے پر غرور کرے۔

چند بار حضرت ابراہیم ادھم حج کو گئے مگر آبِ زمزم نہیں پیا، لوگوں نے کہا۔ اے ادھم! اس میں کیا راز ہے؟ فرمایا۔ آب زمزم نکالنے کے لئے جس رسی اور ڈول کا استعمال کیا جا رہا ہے اس کا کسی نہ کسی طرح سے خزانہ سلاطین سے تعلق ہے اور ان خزانوں کے معاملے میں مجھے شک ہے۔ لوگوں نے جواب میں کہا۔ یہ کوئی معتبر وجہ نہیں۔

کچھ لوگوں نے ابراہیم ادھم سے پوچھا - آپ کا کیا پیشہ ہے؟ ارشاد فرمایا......

تمہیں نہیں معلوم! کہ خدائے تعالیٰ کے کارکنان تمہارے ان پیشوں کے محتاج نہیں۔

ایک مرتبہ کوئی شخص ابراہیم ادھم سے یوں مخاطب ہوا - اے بخیل، آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی سلطنت کو فقراپر تقسیم کردے۔ وہ بخیل نہیں ہوسکتا۔

ایک دن کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ابراہیم ادھم انکے مابین آئے۔ ان افراد میں سے کسی نے کہا - اے خواجہ آپ واپس جائیں کہ آپ سے دنیا کی بو آرہی ہے۔

ذرا سوچیئے جس مقام پر ابراہیم ادھم جیسے تارک الدنیا سے اس قسم کی باتیں کہی جارہی ہوں تو پھر دوسرے لوگوں کے بارے میں کیا کیا کہا جائے گا؟

ایک مرتبہ لوگوں نے ابراہیم ادھم سے پوچھا - ایک آدمی بھوکا ہے اور اس کے پاس بھوک مٹانے کو کچھ بھی نہیں تو وہ کیا کرے؟ آپ نے ارشاد فرمایا - وہ صبر کرے۔ پھر لوگوں نے کہا - اگر وہ مرجائے - آپ نے ارشاد فرمایا - اسکی دیت دیگا جس نے اسے موت دی۔

ایک مرتبہ ابراہیم ادھم نے حمام کا قصد کیا - اور پاس کچھ نہیں۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا - اے تہی دست جب تو خانۂ شیطان میں جانے کے لائق نہیں تو پھر خانۂ رحمٰن میں کیسے جاسکتا ہے؟

ایک مرتبہ کسی نے حضرت ابراہیم ادھم کو اذیت دی اور آپ نے انھیں دعا دی، اس نے عرض کیا - اے خواجہ میں نے تجھے اذیت دی، اور غلط سلوک کیا اور آپ اس کا بدلہ نیکی سے دے رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا - میں تیری وجہ سے جنت کا مستحق ہوا اور میں نہیں چاہتا کہ تو میری وجہ سے دوزخ کا مستحق بنے۔

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادھم کسی مست کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ ان

کا منھ آلودہ ہے۔ پانی لائے اور اپنے ہاتھ سے ان کا منھ صاف کیا اور پھر ارشاد فرمایا...... جس منھ سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے اسے آلودہ نہیں کرنا چاہیے۔ جب مست اپنے ہوش میں آیا تو لوگوں نے انھیں اس واقعہ کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ اس وقت اس مست نے توبہ کی۔ حضرت ابراہیم نے خواب دیکھا۔ تم نے ظاہری طور پر ان کے منھ کو صاف کیا تیری ہی موافقت میں ان کا دل تمام آلودگیوں سے صاف ہو گیا۔ حضرت ابراہیم ادھم سے پوچھا گیا مرد کامل کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ مرد کامل وہ شخص ہے اگر وہ پہاڑ سے کہہ دے، چل تو وہ چل دے۔ پہاڑ بھی قریب ہی تھا اسی وقت جنبش میں آیا اور چلنے کا ارادہ کیا، حضرت ابراہیم ادھم نے کہا۔ اے پہاڑ رک جا، میں تمہیں چلنے کو نہیں کہہ رہا ہوں۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشی نرم کن دلِ سنگین آنچہ نرم است زود گرم شود ہر کہ او کوہِ دل چوں موم کند گہہ بہ پیشش چوں موم نرم شود	نخشی اپنے دلِ سنگیں کو نرم کرو، کہ جو نرم ہوتا ہے وہی بہت زیادہ گرم ہوتا ہے۔ جب کوئی اپنے دل کے پہاڑ کو نرم کر لیتا ہے کبھی تو بھی اسکے سامنے موم کی طرح نرم ہو جائیگا۔

☆☆☆

۱۴۲ سلک صد و چھل و دوم

حضرت بایزید بسطامی، عارفوں کے سلطان اور مجتہدوں کے برہان تھے۔ آپ کے محامد و مناقب بہت زیادہ ہیں۔ آپ کے بارے میں حضرت جنید بغدادی فرماتے

ہیں ...... بایزید بسطامی ہمارے درمیان ایسی عظمت وفضیلت رکھتے ہیں جس طرح فرشتوں میں حضرت جبرئیل امین کو فوقیت حاصل ہے نیز آپ نے یہ بھی فرمایا- راہِ توحید کے جواں مردوں کی انتہا، بایزید کی ابتدا ہے۔ لوگوں کو یہ کہتے بھی سنا ہے کہ بایزید بسطامی جب شکم مادر میں جلوہ آرا تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ جو بھی لقمۂ شبہہ تناول کرتیں، اس سے شکم میں درد پیدا ہو جاتا اور انھیں بے قراری لاحق ہو جاتی۔ جب تک وہ لقمۂ شبہ بذریعہ قے نکل نہیں جاتا، ان کے شکم کو قرار نہیں آتا۔

گھر سے مسجد تک چالیس قدم کا فاصلہ تھا لیکن اس کی حرمت کے سبب انھوں نے کبھی بھی مسجد کی جانب آب بینی نہیں پھینکی اور جب مسجد میں حاضر ہوتے تو کھڑے ہو کر گھنٹوں روتے رہتے، لوگوں نے دریافت کیا۔ آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا...... میں خود کو زنِ مستحاضہ کی مانند پاتا ہوں۔ میں ڈرتا ہوں کہیں مسجد کے اندر داخل ہونے سے مسجد نہ آلودہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی کسی کوچہ سے گزر رہے تھے کہ دفعتہً ایک کتا سامنے آ گیا۔ آپ نے اس کے ساتھ ایثار کیا۔ لوگوں نے کہا- اے بایزید یہ کیا ہے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا- یہ کتا میزبان کا حال مجھ سے کہہ رہا تھا۔ اے بایزید روز ازل، میرے وجود میں کیا کمی تھی؟ اور تجھ میں کیا توقیر تھی کہ مجھے کتا بنا دیا گیا اور تجھے انسان اور پھر ان میں بایزید جیسی عظیم شخصیت۔ اس شکرانہ میں میں نے اس کے ساتھ یہ ایثار کیا۔ لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے...... ایک دن خواجہ بایزید کسی راستہ سے جا رہے تھے، کوئی کتا سامنے آیا۔ بایزید نے اپنا دامن سمیٹ لیا۔ کتے نے کہا- اے خواجہ، میں جب خشک ہوں تو مجھ میں کیا خرابی ہے؟ اور اگر میں بھیگا ہوں تو میرے اور تیرے درمیان سات مرتبہ دھونے سے صلح ہو جاتی ہے اور اگر تو رعونت کے سبب اپنے

دامن کو سمیٹتا ہے تو سمجھ لیجیے سات سمندر بھی تجھے صاف ستھرا نہیں کر سکتا ہے۔ کتے کی ان باتوں کو سن کر خواجہ بایزید نے فرمایا۔ اے کتا تو ظاہری طور ناپاک ہے اور میں باطنی طور پر، آؤ ہم دونوں ایک ہو جائیں تا کہ دونوں بروز قیامت ایک ہو کر اُٹھیں۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ احمد خضرویہ نے بایزید بسطامی سے کہا۔ حضور! میں نے ابلیس لعین کو آپ کے دروازہ پر کھڑا دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا، حالانکہ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا میں آپ کے آستانہ کے ارد گرد بھی نہیں آؤں گا اور اب وہ چوری کرنے لگا اور چوری چھپکے میرے مریدوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے لگا۔ لہٰذا اس کی سزا یہ ہے کہ اسے اکھاڑ پھینکا جائے۔ مجھے حیرت ہے اس شخص پر جو خدا کی معرفت سے واقف ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے اور پھر غرور بھی رکھتا ہے کہ ہم اہل عبا ہیں حالانکہ انھیں قطعی تکبر نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت بایزید نے فرمایا۔ راہِ سلوک میں جب قدم رکھا تو ایک قدم میں میں عرشِ اعظم تک پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا اس کا منھ بھیڑیا کی مانند آلودہ اور پیٹ خالی ہے اور بھوک سے بلک رہا ہے میں نے کہا۔ اے عرش، میرا مطلوب کہاں ہے میں اس کے حکم **الرحمن علی العرش استوی** کے بموجب تیرے پاس آیا ہوں۔ اسکا پتہ کیا ہے؟ مجھے بتا۔ عرش نے جواب میں کہا۔ یہی سوال میرا ہے۔ تم بتاؤ میرا مطلوب کہاں ہے؟ اس کا فرمان ہے۔ **انا عند المنكسرة قلوبهم** یعنی میں اس کے پاس رہتا ہوں جن کے دل عجز وانکساری کے سبب جھکے ہوئے ہیں۔ حضرت بایزید سے لوگوں نے پوچھا۔ بندہ درجۂ کمال کو کب پہنچتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا جب بندہ اپنے عیوب ونقائص کو پہچان لیتا ہے اور خود کو بندوں کی تہمتوں سے جدا رکھتا ہے اور دیگر مخلوقات انھیں نفس سے دوری کے بقدر جب اپنے دلوں کے قریب کر لیتے ہیں۔ لوگوں نے یہ بھی دریافت کیا۔ درویشی کیا ہے؟ جو گوشہ

نشینی اختیار کرلے اور خزانوں کو اپنے قدموں میں جگہ دے۔ بایزید اپنے مریدوں کو زیادہ تر مجاہدہ کراتے تھے۔ جو آپ سے یہ کہتا۔ یہ کیا ہے؟ تو آپ ان سے فرماتے اگر فرعون بھوکا رہتا تو انا ربکم الاعلیٰ نہ کہتا۔

لوگوں نے پوچھا۔ آپ سمندر میں کس طرح چلا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں کوڑا کرکٹ ہوں کیونکہ پانی پر چلنا کوڑے کی فطرت ہے۔ آپ نے فرمایا جو دریائے عمل میں غرق ہو جاتا ہے وہی پانی پر چلتا ہے۔ مگر یہاں صورت حال اس کے برعکس ہے کہ عمل کے دریا نے مجھے غرق کرلیا ہے پھر چلنا کیسا؟

لوگوں نے بیان کیا۔ حضرت بایزید بسطامی ستر بار مقام قرب سے مشرف ہوئے اور جب اس مقام قرب سے واپس آتے۔ زنار باندھتے اور پھر کاٹ دیتے۔ عمر کے آخری حصہ میں حضرت بایزید محراب میں داخل ہوئے، زنار باندھا پوستیں کا لباس زیب تن کیا اور کشادہ ٹوپی سر پر رکھی، پھر بارگاہِ خداوندی میں اس طرح عرض گذار ہوئے...... اے اللہ پوری عمر کی ریاضت میں نے کسی کے ہاتھ فروخت نہیں کی، راستے کی نمازوں کا بدلہ نہیں چاہا اور پوری عمر روزہ کا جلوہ نہیں دکھایا، کسی ختم قرآن کو میں نے شمار نہیں کیا، مناجات اور قرب کے اوقات میں نے شمار نہیں کئے۔ تو جانتا ہے میں ان میں سے کچھ دہرا نہیں رہا ہوں، نہ میں اسے یاددہانی کے طور پر کہہ رہا ہوں، اور نہ ہی از راہ تفاخر و اعتماد۔ میں تو صرف بیان کر رہا ہوں کہ میں اس سے بھی زیادہ باعث ننگ و عار ہوں اور مجھے تو نے یہ انداز بھی عطا کیا کہ میرے تئیں تھوڑی بدگمانی لاحق ہو اور میں نے ستر سال تک ترک دنیا کر کے اپنے آپ کو کمزور و ناتواں بنا لیا ہے اور بالوں کو سفید کر لیا ہے۔ اب میں سنسان بیاباں میں بھی تجھ سے ڈرتا ہوں اور اب ادب کے ساتھ تیرے نام پاک کو زبان سے ادا کرنا سیکھ رہا ہوں۔ زنار اتار کر

پھینک رہا ہوں اور اب دائرہ اسلام میں داخل ہو رہا ہوں اور زبان سے کلمۂ شہادت ادا کر رہا ہوں۔ تیرا کوئی کام کسی سبب سے نہیں اور تیرا قبول کرنا طاعت و بندگی کے بدلے نہیں۔ میں نے جو کچھ بھی کیا اسے نا کردہ ہی تصور کیا۔ تو نے مجھ سے جو کچھ بھی دیکھا، اور پسند نہیں کیا اسے درگذر فرما اور مجھ سے جو بھی گناہ سرزد ہوا صرف اس وجہ سے کہ میں نے طاعت و ریاضت کے پندار میں تھا۔

کسی بزرگ نے بعد از وصال انھیں خواب میں دیکھا اور عرض کیا۔ حضور! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تمام مخلوقات ان گنت دریاؤں کی مثل ہیں اور ان میں انسان کی حیثیت بمنزلہ کشتی ہے۔ محنت کرو، ریاضت کرو تا کہ کشتی میں سوار ہو کر دریاؤں میں غرق ہونے سے خود کو محفوظ رکھ سکو۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشبی خلق را غم جان است نیست زیں غم دو دیدہ ازنم دور تاتوانی ز خلق دوری جوئے ہر کہ از خویش دور از غم دور	نخشبی مخلوقوں کو اپنی جانوں کا غم ہے، اس غم کے سبب انکی آنکھوں میں ذرا سی نمی بھی نہیں جہاں تک ہو سکے مخلوقات سے دوری بنائے رکھو کیونکہ جو خود سے دور رہتا ہے وہ غموں سے بھی دور ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

۱۴۳

سلک صد و چہل و سوم

حضرت خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ علی الاطلاق اور قطب علی الاستحقاق منبع اسرار اور معدن انوار و تجلیات تھے۔ ان کی مکمل زندگی ہر ایک کے لئے پسندیدہ اور مقبول تھی۔ ان کی ہر بات میں الفت، محبت ہوا کرتی تھی اور ارباب طریقت ان کی باتوں سے محظوظ ہوا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ سری سقطی کے خواہر زادہ اور مرید تھے۔ ایک مرتبہ خواجہ سری سے پوچھا گیا- پیر کے بلند درجہ سے کسی مرید کا درجہ بلند ہوسکتا ہے؟ جواب میں کہا- ہاں ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ جنید کا درجہ ہم سے بہت زیادہ بلند ہے۔ اس کے باوجود وہ حاسدوں سے چھٹکارا نہیں پا سکے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے ان کے خلاف خلیفۂ وقت کو بھڑکا دیا اور ان سے بدگمان کر دیا۔ خلیفۂ وقت نے جنید کا امتحان لینے کے لئے ایک خوبصورت اور حسن و زیبائی والی ایک کنیز کو ان کے پاس بھیجا، یقیناً وہ کنیز ایسی تھی جو زاہدوں کو ان کے عبادت خانوں سے باہر نکالنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ وہ کنیز ان کے پاس پہنچی اور کہا- اے جنید! یہ خوبصورت بدن اور لبہائے نازک تمہارے لئے ہیں۔ تم مجھ سے نکاح کر لو اور اپنی زوجیت میں مجھے قبول کر لو۔ جنید نے اس کنیز کو اپنے لئے ابتلاؤ آزمائش کے طور پر تصور کیا اور بارگاہِ خداوندی میں اس طرح گریہ کناں ہوئے......

"اے خدا! تو دانا و بینا ہے، اس مکر و فریب دینے والی کنیز کو تو مفلوج کر دے"،

ابھی دعائیہ الفاظ پورے بھی نہ ہو پائے تھے کہ کنیز بے جان سی ہوگئی۔ خلیفہ وقت کو اس حادثۂ جانکاہ کی خبر پہنچی۔ وہ بہت زیادہ فکرمند ہوا اور کہا- ہائے میں نے یہ کیا کر دیا اور

سوچ میں پڑ گیا۔ خلیفۂ وقت نے بار بار یہ بات دہرائی، بلند مرتبت ولیوں کے ساتھ اس قسم کے سلوک کا نتیجہ وہی ہوا جو نہ ہونا چاہیے اور وہ دیکھا گیا جو نہ دیکھنا چاہیے۔ خلیفہ وقت نے خواجہ جنید کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور ساتھ میں یہ فرمان بھی جاری کر دیا کہ اس ''شعلۂ جوالہ'' کو میرے گھر میں نہ لایا جائے۔ اسی دن کسی اور مقام پر خلیفۂ وقت نے ان سے ملاقات کی اور کہا۔ اے خواجہ! تیرے دل نے یہ کس طرح گوارا کر لیا کہ ایک خوبصورت کنیز کو اس طرح ناچیز کر دی جائے، حضرت جنید نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اے خلیفہ ایک درویش کی چہل سالہ عبادت کو تباہ و برباد کرنے کی تم نے کس طرح ٹھان لی؟ نہ تم ایسا کرتے، نہ یہ نتیجہ دیکھنے کو ملتا۔ میں اس کے بیچ کیا کرتا؟ آپ نے فرمایا۔ مدتوں میں اس طرح رہا کہ آسمان و زمین والے مجھ پر روتے رہے اور اب میں ان پر رو رہا ہوں اور اب میرا یہ حال ہے کہ میں خود سے بھی واقف نہیں۔ تو اوروں سے کیا واقفیت رکھتا۔ فرمایا...... دس سال تک دروازۂ دل پر بیٹھا رہا اور پاسبانی کرتا رہا۔ دل کی حفاظت میں میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پھر اس کے بعد دل دس سال تک میرے دروازہ پر پہرا دیتا رہا، وہ میری حفاظت کرتا رہا اور اب صورت حال یہ ہے کہ نہ مجھے دل کی خبر ہے اور نہ ہی دل کو میری خبر ہے۔ حضرت جنید بغدادی کا یہ بھی ارشاد ہے۔ مجھے بتایا گیا......

ان الکلام لفی الفواد و انما	کہ دراصل بات دل میں ہوا کرتی
جعل اللسان دلیلا علی الفواد.	ہے اور زبان دل کی ترجمانی کرتی ہے

حضرت خواجہ جنید کے ارشادات یہ بھی ہیں......

''تیس سال تک میری نمازیں قضا ہوتی رہیں اور ساٹھ سال تک کبھی بھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ اگر کسی نماز میں اندیشہ دنیا آن پہنچا یا میرے دل میں عقبی کا

اندیشہ ہوا۔ میں نے نماز دوبارہ ادا کی۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی اندیشہ پیدا ہوتا تو سجدۂ سہو کر لیتا۔

لوگوں کا بیان ہے- خواجہ جنید خرقہ بہت کم پہنا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا- حضور! آپ خرقہ کیوں نہیں پہنتے ہیں۔ فرمایا- میرے دل میں ہر طرف سے بیک وقت یہ آواز آئی......

لیس الاعتبار باالخرقه انما الاعتبار باالخدمت۔	اعتبار خرقہ کا نہیں ہے بلکہ خدمت کا اعتبار ہے۔

ایک شخص نے حضرت جنید سے کہا- آپ رکے رہیں، مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ حضرت جنید نے فرمایا، سالوں گذر گئے، میں نے اپنے آپ سے بات کرنی چاہی مگر موقع ہی نہیں ملا۔ ایک صاحب خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہ صاحب حضور ﷺ سے کچھ پوچھنا چاہتے تھے۔ اس وقت حضرت جنید بھی حاضرِ خدمت تھے۔ آقائے نعمت نے فرمایا- آپ کو جو پوچھنا ہے ان سے پوچھ لیا کریں اور اپنی انگشت مبارک سے جنید کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا جس طرح انبیاء کو تمام امتوں پر فخر و مباہات ہوتے ہیں ٹھیک اسی طرح مجھے جنید پر فخر ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں- مجھ پر اس قدر تنگی آن پڑی کہ مجھے اس سے اذیت محسوس ہونے لگی، اللہ تعالیٰ سے دعا کی- اللهم اشفنی - اے خدا! مجھے اس اذیت سے نجات دے، اسی وقت دل میں القا ہوا، اے جنید، اللہ اور بندے کے مابین یہ کیسا تصرف ہے؟ جو آن پڑا، کسی نے عرض کیا- اے جنید دل کو کس وقت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا- جب دل میں دوست جلوہ فرما ہو، یہی وہ وقت ہے جب دل کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ایک شخص حضرت جنید کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آیا اور عرض

کیا۔ حضور اسے قبول فرمائیں۔ ارشاد فرمایا۔ کیا تمہارے پاس اسکے علاوہ اور بھی دینا رہیں! عرض کیا۔ ہاں اور بھی ہیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان دیناروں کو بھی اُٹھا رکھو، کہ تمہارے پاس اور بھی ہیں، میرے پاس ان میں سے کچھ بھی نہیں لہٰذا میں کیسے ان دیناروں کو رکھ سکتا ہوں۔

بغداد میں ایک چور پھانسی پر لٹکایا گیا۔ آپ انھیں دیکھنے کو گئے تو ان کے پاؤں کے بوسے لے لئے اور فرمایا۔ یہ کس قدر اپنے کام میں انہماک شدید رکھتا تھا کہ اس پر اپنی جان دیدی۔ ایک رات حضرت جنید کے گھر ایک چور آیا گھر میں صرف ایک کرتا تھا اس کے علاوہ کچھ اور نہیں۔ وہ چور اسی کرتے کو لے بھاگا۔ دوسرے ہی روز وہ کرتا کسی دلال کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ دلال اپنے جان پہچان والے خریداروں کو بلاتا اور کہتا۔ اسکی قیمت کون زیادہ دیگا۔ اتفاق سے حضرت جنید بغدادی اس طرف نکل پڑے اور اپنے پیراہن کو دیکھ کر فرمایا۔ اے خواجہ! یہ پیراہن مجھے دے اور اس کی قیمت پکڑ کیونکہ میں ہی اس پیراہن کا آشنا ہوں۔ ایک شخص نے حضرت جنید کے پاس اپنی بھوک اور برہنگی کی شکایت کی، آپ نے فرمایا۔ اب آپ مطمئن رہیں، یہ گرسنگی اور برہنگی کسی اور کو دیدی جائے کہ وہ اس بارے میں کسی اور سے شکایت کرے۔

ایک شخص نے ایک ہزار دینار لیا، اور حضرت جنید بغدادی کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ پھر کچھ سوچ کر رک گیا کہ آپ دنیا دار تو ہیں نہیں کہ وہ دینار لے لیں۔ میں ان کے مقدس دامن کو دنیا سے کیوں آلودہ کروں، سمندر قریب ہی تھا۔ اس کے کنارے گیا اور ایک ایک دینار سمندر میں ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کیا سبب ہے کہ جس راہ کو میں ایک قدم میں طے کرتا تھا آج ہزار قدم میں طے کیا ہے۔ آپ کے ایک مرید کے دل میں گناہ کا خیال

آیا اور پورا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ تیسرے روز اس نے اس کے تدارک کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ حضرت جنید بغدادی نے اس کے پاس ایک خط لکھا کہ اے مرید خاص! اس راہ میں اپنا قدم ہوش کے ساتھ کیوں نہیں رکھتے کہ تین روز سے تدارک کر رہے ہو۔ مگر فائدہ اب تک نہیں ہوا۔ اس رقعہ کو پڑھ کر مرید کو حیرت ہوئی کہ میرے پیر کو میرے حال کی خبر کیسے ہوئی ؟

حضرت جنید بغدادی سے لوگوں نے دریافت کیا۔ حضور! اخلاص کیا ہے؟ فرمایا ۔فرض میں فرض ہے یعنی جو چیز فرض ہے اس میں اخلاص بھی فرض ہے۔ پھر عرض کیا۔ حضور بلا کیا ہے؟ فرمایا...... امتحان میں گھرا ہونا ہی بلا ہے۔ عرض کیا عزلت نشینی کب درست ہوتی ہے؟ فرمایا...... جب دل خود عزلت پسند ہو۔ عرض کیا ۔ کس کی صحبت اختیار کرنی چاہیے؟ اس شخص کی جو تیرے بارے میں اچھائی کرے اور پھر اسے بھول جائے۔ قطعی یاد نہ رکھے۔ عرض کیا۔ حضور! حجاب کیا ہے؟ فرمایا......عوام کا حجاب، اس کا نفس ہے، مخلوق اور یہ دنیا ہے۔ خواص کا حجاب، طاعت، ثواب اور کرامت پر نظر رکھنا ہے۔ لوگوں نے پھر عرض کیا۔ ذلت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا......عوام کی ذلت، رزق حلال کو چھوڑ کر مال حرام کی طرف توجہ کرنا ہے اور خواص کی ذلت بقا سے ہٹ کر فنا کی طرف مائل ہونا ہے اور عارف کی ذلت کریم سے نظر بچانا اور کرامت کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ عرض کیا۔ حضور مومن اور منافق کے دلوں میں کیا فرق ہے؟ فرمایا......مومن کا دل دن میں ہزار مرتبہ نیکی کی طرف پھرتا ہے اور منافق کا دل ستر سال میں ایک مرتبہ بھی نہیں پھرتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اس گروہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو پانی پر چلا کرتا ہے۔ اس سے بہتر وہ گروہ ہے جو تشنگی کے سبب گھٹ گھٹ کر مر جائے اور پانی کی طرف توجہ بھی نہ کرے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ علم کیا ہے؟ فرمایا......ملت کی تصحیح

اور خدمت کی تجدید کا نام ہے۔ عرض کیا۔ مدعی کون ہے؟ فرمایا...... مدعی وہ ہے جو مشاہدہ کئے بغیر اللہ اللہ کرے۔ عرض کیا۔ سالک کون ہے؟ فرمایا...... جس کا علم یقین کے رتبہ پر ہو اور یقین خوف کے مرتبہ پر ہو، خوف کا تعلق عمل سے ہو اور عمل کا ورع سے، ورع کا اخلاص سے اور اخلاص کا مشاہدہ سے ہو۔ پھر عرض کیا۔ حضور، ریاضت کا اعلیٰ درجہ کیا ہے؟ فرمایا۔ اعلیٰ درجہ ریاضت کا وہ ہوا کرتا ہے جس میں دل حق کے ساتھ رہے۔ عرض کیا۔ تصوف کیا ہے؟ فرمایا...... جلوت میں ذاکر رہنا اور خلوت میں ہمہ تن گوش ہونا اور رسول خدا ﷺ کی اطاعت و پیروی کا نام تصوف ہے۔

حضرت جنید بغدادی نے یہ بھی فرمایا...... عارف کے لئے چند مخصوص مقامات ہیں اور اس دنیا کے تمام مرادوں کو ترک کرنا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور توحید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا...... توحید کا علم صرف کتابوں میں ہے اور لوگ صرف اس کے حواشی کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ عرض کیا۔ دو شخصوں کی صحبت کب صحیح ہوتی ہے؟ فرمایا...... اس وقت صحیح مانی جاتی ہے جب ایک کو دوسرے کا نام دیا جائے۔ محبت کیا ہے؟ جب اپنے مراد کو ترک کر دیں اور صرف اس کے مراد کو طلب کریں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ ایک ہزار سال تک حق کے ساتھ رہ کر صرف ایک ساعت اس سے اعراض کرنا۔ اس ایک ساعت میں جو بھی فوت ہوگا یہ فوت اس سے زیادہ خطرناک ہے جو اس نے ایک ہزار سال میں حاصل کیا کیونکہ اس ایک ساعت میں انھوں نے وہ حاصل کر لیا جو ایک ہزار سالوں میں حاصل نہ کر پایا۔ حضور توکل کیا ہے؟ کمانا ہے یا نہ کمانا ہے۔ آپ نے فرمایا...... نہ وہ ہے اور نہ یہ ہے بلکہ وعدۂ الٰہی پر دل کا مطمئن ہونا ہے۔ عرض کیا۔ یقین کیا ہے؟ فرمایا...... رزق کے پیچھے نہ پڑنا ہے اور نہ اس بارے میں کوئی غم کرنا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے اس

طرح مناجات کی - اے خدا! کل بروز قیامت مجھے نابینا اُٹھانا۔ لوگوں نے عرض کیا - حضور! آپ یہ مناجات کیوں کررہے ہیں؟ اسلئے کہ جب کسی نے اُسے نہیں دیکھا۔ تو میں اُسے کس طرح دیکھوں؟

نقل ہے بعداز وصال آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ عرض کیا - اے جنید! منکر نکیر سے آپ نے کس طرح سے خلاصی پائی؟ فرمایا...... جب ان دونوں نے مجھ سے پوچھا - من ربک - تیرا رب کون ہے؟ میں خوب ہنسا - اور پھر کہا - اے منکر نکیر! جس روز اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا تھا - الست بربکم - کیا میں تمہارا رب نہیں؟ میں نے جواب میں کہا تھا - بلیٰ! کیوں نہیں۔ اس دن آپ کہاں غائب تھے؟ جو حاکم حقیقی کو جواب دے چکا ہو، وہ تیرے سوالوں کے جواب میں کیونکر جھجک سکتا ہے؟

فارسی قطعه	اردو ترجمه
نخشی نیک زی چوں خواہی رفت	نخشی نیک شعار بنکر جائیگا کہ تم کہو گے
مرد خوش عیش گوئی دولت برد	اس نے اچھی زندگی بسر کی اور دولت
تاندانی کہ نیک و بد می برد	لے کر گیا۔ کیا تو نہیں جانتا اچھے اور
ہر کہ رو نیک زیست نیک تر مرد	برے بھی کچھ نہ کچھ لیکر جاتے ہیں ہاں
	جو نیک نامی سے زندگی بسر کرتا ہے
	وہی نیک تر انسان ہوکر مرتا ہے۔

☆☆☆

۱۴۴

سلک صد و چھل و چھارم

معلوم ہونا چاہیے، اللہ کے محبوب و مقدس اور برگزیدہ بندوں میں، حضرت عبداللہ خفیف بھی تھے جو اعلیٰ مرتبت کے مالک تھے۔ انھیں خفیف کہا جاتا ہے کیونکہ وہ نہایت ہی نحیف و ناتواں تھے۔ آپ سات کیلوں سے افطار کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خادم نے افطار میں ۸؍ کیلے دیدیئے اور آپ نے افطار کرلیا اسی شب عبادت و ریاضت میں آپ نے کوئی حلاوت نہ پائی۔ خادم سے کیلے کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے کہا۔ حضور! آپ نہایت ہی کمزور ہیں اس لئے میں نے افطار میں سات کیلوں کے بجائے ایک زائد کر کے ۸؍ کر دیئے۔ تاکہ آپ کے جسم میں کچھ توانائی آجائے۔ حضرت عبداللہ خفیف نے فرمایا...... اے خادم! تو میرا دوست نہیں دشمن ہے۔ دوست وہ ہوا کرتا ہے جو برا نہ چاہے اور نقصان نہ پہنچائے۔ تیری دوستی کا حق اس وقت ادا ہوتا جب تو افطار میں سات کیلوں کے بجائے صرف ۶؍ عدد دیتے کہ عبادت وریاضت میں زیادہ سے زیادہ لذت وحلاوت حاصل ہو۔ خادم نے عرض کیا۔ حضور! خطا ہوئی، معاف فرمادیں۔ حضرت عبداللہ خفیف ایسے مقدس انسان تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک سنت پر عمل کیا اور آپ سے ان کی کوئی سنت فوت نہیں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے، حضرت عبداللہ نے بھی اس طرح نماز ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ انگلیوں کے بل کھڑے ہو کر ایک رکعت نماز پڑھی اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم محراب سے جلوہ نما ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ اے خفیف اس طرح نماز

ادا کرنا میری خصوصیت تھی، اس کے حصول کی کوشش مت کر۔

عبداللہ خفیف نے اپنے خادم خاص سے فرمایا - جا، میرے نکاح کا پیغام کسی عورت کو دے۔ خادم نے ایسا ہی کیا۔ نکاح ہوا۔ پھر بچہ پیدا ہوا اور مر بھی گیا۔ حضرت نے عورت کو آزاد کر دیا۔ خادم نے عرض کیا - حضور! اس میں کیا راز پوشیدہ تھا؟ ارشاد فرمایا......رات میں نے خواب دیکھا، قیامت دیکھی، پل صراط پر ایک تھکا ماندہ انسان کو دیکھا جو لڑکھڑاتا ہوا چل رہا تھا۔ ایک بچہ آیا، اس کا ہاتھ پکڑا اور سلامتی کے ساتھ لے گیا۔ اس نکاح سے میرا یہی مقصود تھا کہ بچہ پیدا ہو، اور بچپنے میں مر جائے تا کہ پل صراط پر میری دستگیری کرے۔ لوگوں نے بیان کیا - دور دراز مقام سے بغرضِ ملاقات دو صوفی آئے۔ خانقاہ میں نہ پا کر ان دونوں نے پوچھا - شیخ کہاں ہیں؟ خادم نے جواب دیا شاید عضد الدولہ[1] کے سرائے میں گئے ہونگے۔ دونوں یہ کہتے ہوئے "خانقاہ" سے باہر نکل آئے کہ فقیروں کو بادشاہوں کے قریب جانے میں کوئی نہ کوئی راز ہوگا۔ پھر دونوں عبداللہ خفیف کو بدنام کرنے لگے کہ عبداللہ خفیف عضد الدولہ کے سرائے میں آتے جاتے ہیں۔ عضد الدولہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور دونوں کے ہاتھوں کو کاٹنے کا حکم دے دیا۔ حضرت نے فرمایا......جسکے اعتقاد کا ہاتھ فقیروں، درویشوں کے دامن سے کوتاہ دکھائی دے۔ اسکے ہاتھ کا یہ ہی حشر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ خفیف نے عضد الدولہ سے انکے بارے میں شفاعت کی اور فرمایا......اے میرے عزیز - سلاطین زمانہ کے دروازہ پر میرا جانا کارِ عبث نہیں تھا۔ بلکہ اس مقصد سے تھا کہ تم لوگوں کو بے دست و پا ہونے سے بچا لوں۔

---

[1] نام - فنا خسرو بن الحسن رکن الدولہ، لقب عضد الدولہ ہے۔ مسلم بادشاہوں میں سب سے پہلے انھیں کو لفظ 'ملک' سے یاد کیا گیا۔ ۳۲۴ھ/۹۳۶ء میں پیدا ہوا۔ عباسی حکومت میں پہلے عراق پر قابض ہوا، اسکے بعد فارس اور موصل پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۳۷۲ھ/۹۸۳ء میں انتقال ہوا۔ (از کتاب الوسائل الیٰ معرفتہ الاوائل)

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی بیکار لوگوں سے پرہیز کرو کہ بیکار کاموں میں خباثت کے سوا کیا ہوتا ہے۔ دانشور کا قول و فعل ہونا چاہیے ورنہ سوئی کی نوک کے برابر بھی کچھ بیکار نہیں ہوتا۔	نخشبی از عبث کراں ھے کن کار بیہودہ جز خبث بنود قول و فعل حکیم می باید سرِ سوز نے عبث بنود

☆☆☆

۱۴۵ سلک صد و چھل و پنجم

معلوم ہونا چاہیے کہ حسین منصور حلاج شیر تحقیق اور معرکۂ تصدیق کے شجاع و بہادر تھے۔ انھیں حلاج اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ روئی کی طرف اشارہ کیا۔ تو وہ دھونی ہوئی روئی کی مانند الگ الگ ہوگئی اور اس کا بند بند کھل گیا۔ حضرت شبلی علیہ الرحمہ نے فرمایا...... ھم اور حلاج ایک ہی مرتبہ و منصب کے ہیں مگر مجھے دیوانگی سے لوگوں نے مشہور کر دیا۔ اس لئے میں نے نجات پالی اور حلاج کو عقل سلیم سے موسوم کیا۔ اس لئے وہ گرفت میں آ گیا۔ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی نے منصور حلاج سے فرمایا...... ایک دن ایسا آئیگا کہ لکڑی کے ایک ٹکڑے کو تو سرخ کریگا یعنی تجھے پھانسی دے دی جائیگی۔ ارشاد فرمایا...... جس دن مجھے تختۂ دار پر لٹکایا جائیگا تو جامۂ تصوف نہیں پہن پائیگا۔ لوگ بیان کرتے ہیں جس دن ائمہ کرام حسین بن منصور کے قتل کا حکم صادر کر رہے تھے۔ حضرت جنید جامۂ تصوف میں تھے اور جب بات حضرت جنید تک پہنچی تو صوفیانہ لباس اتار دیئے اور عالمانہ لباس و دستار میں ملبوس

ہوئے اور فتوی پر مہر تصدیق ثبت کردی اور یہ عبارت بھی تحریر فرمادی۔ نحن نحکم بالظواہر - کہ ہم لوگ ظاہری حالات پر حکم لگاتے ہیں۔ اس وقت لوگوں نے حضرت جنید سے پوچھا - صبر کیا ہے؟ فرمایا...... صبر کے لائق وہ ہے جس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اسے تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ اس کے باوجود اس کا دل اس حادثہ پر مطمئن ہو۔ ایسا انسان اپنے طبقہ میں ''کار دیگر'' کا حامل ہوتا ہے۔ ابراہیم خواص سے لوگوں نے دریافت کیا۔ آپ کن کاموں میں مشغول ہیں، انھوں نے فرمایا...... میں راہِ توکل ہموار کر رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا - تمام عمر تو آپ نے شکم پروری میں خرچ کردی۔ لوگوں نے بیان کیا جب منصور کا معاملہ قتل قریب آیا تو ایک روز انھوں نے حضرت شبلی سے فرمایا...... میری جانب ذرا توجہ رکھئے کہ میرے سامنے ایک عظیم کام آنے والا ہے کہ خلیفۂ وقت کو مجھ سے بدگمان کر دیا گیا اور عظیم ائمہ میرے قتل پر متفق ہو چکے ہیں۔ حضرت شبلی نے فرمایا...... اے حلاج، یوں کہو- ھو الحق، فرمایا...... میں وہی کہتا رہوں گا جواب تک کہتا رہا ہوں یعنی انا الحق اور جو تم کہتے ہو یعنی ھو الحق، میرے اختیار سے باہر ہے۔

روایت ہے جس روز حضرت منصور قید خانہ میں ڈالے گئے اسی رات لوگوں نے انھیں قید خانہ میں تلاش کیا، نہیں ملے۔ دوسری رات بھی تلاش کیا نہ وہ خود ملے اور نہ ہی دوسرے قیدی، اور جب تیسری شب میں لوگوں نے انھیں ڈھونڈا تو وہ بھی مل گئے اور دیگر قیدی حضرات بھی۔ عرض کیا - اے حضور! یہ کیا معاملہ تھا؟ ارشاد فرمایا...... شب اوّل میں اپنے دوست کے پاس تھا اس لئے تم مجھے نہیں دیکھ پائے اور دوسری شب خود دوست میرے پاس تھا، اس لئے تم نہ مجھے دیکھ پائے اور نہ ہی کسی اور قیدی کو۔ اور آج میں اس جگہ ہوں جو تم دیکھ رہے ہو۔ شریعت کا جو حکم ہو بجالاؤ، بسر و چشم

مجھے قبول ہے۔ لوگ بیان کرتے ہیں قید خانہ میں جس قدر لوگ محبوس تھے ان سے آپ نے فرمایا...... اے قیدیو! میں نے تجھے آزاد کیا، جاؤ نکل بھاگو۔ لوگوں نے کہا آپ ہم لوگوں کو آزاد کریں گے، اے حسین بن منصور، اگر ایسا ہو سکتا ہے تو پھر آپ کیوں نہیں نکل جاتے؟ فرمایا...... ہم خدا کی قید میں ہیں اور حکم شریعت بجا لانے والے ہیں۔ پھر اس کے بعد آپ نے اشارہ فرمایا، قید خانہ کی دیوار پھٹ گئی اور سارے قیدی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی رات کی صبح لوگوں نے پوچھا اور قیدی کہاں گئے آپ نے فرمایا...... میں نے انھیں آزاد کر دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ آپ کیوں نہیں بھاگے، فرمایا...... حق تعالیٰ مجھ پر عتاب نازل کرنے والا ہے اسی لئے میں رک گیا اور نہیں بھاگا۔ جب یہ خبر خلیفۂ وقت کو پہنچی تو انھوں نے کہا۔ ایک فتنہ عظیم برپا ہو گیا اور معاملہ آخر کار انتہا کو پہنچ ہی گیا۔ لوگ انھیں قید خانہ سے باہر لائے اور تین ہزار کوڑے مارے شاید کہ وہ ''انا الحق'' کہنا چھوڑ دیں۔ مگر انھوں نے انا الحق کہنا نہیں چھوڑا۔ کوڑے کی ہر آواز پر غیب سے ایک فصیح آواز آتی تھی کہ......

یا ابن منصور لا تخف — یعنی اے ابن منصور خوف مت کھا۔

شیخ عبدالجلیل صغار فرماتے ہیں مجھے سخت تعجب ہے کہ حکم شریعت کے بموجب ہر کوڑے پر ایسی فصیح آواز میرے کانوں میں گونجی تھی جس سے میرے کان اب تک نا آشنا تھے۔ جس روز انھیں پھانسی دی جانے والی تھی ایک درویش نے ان سے پوچھا۔ عشق کیا ہے؟ فرمایا...... اے درویش، عشق کا راز تجھے آج معلوم نہیں ہوگا۔ کل یا پھر کل کے بعد تم خود اس کا معائنہ کر لوگے۔ آج وہ قتل کئے گئے۔ کل جلائے گئے اور کل کے بعد پرسوں ہواؤں کے حوالے کئے گئے۔ جب منصور انا الحق تختۂ دار پر

لٹکائے گئے تو انھوں نے دار کو چوما اور فرمایا...... یہ عاشقوں کی پہلی معراج ہے جس روز لوگ ان کے ہاتھوں کو کاٹ رہے تھے آپنے فرمایا......آدمی کو باندھنا اور اس کے ہاتھوں کو قطع کرنا نہایت ہی آسان کام ہے مگر ان ہاتھوں کو قطع کرنا واقعتہً مردانگی ہے جو صفائی قلب کے سبب عرش کی چوٹی سے تاب و توانائی حاصل کرے۔ جب ان کے پاؤں کاٹے گئے تو حسین بن منصور نے تبسم کیا اور فرمایا......اس ظاہری پاؤں کا کاٹنا بہت آسان ہے۔ ارے بھئی میں وہ پاؤں رکھتا ہوں جس سے میں دونوں عالم کا سفر طے کرسکتا ہوں۔ انھوں نے اپنے خون آلود چہرے کو زمین سے رگڑا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا کررہے ہو؟ فرمایا......میں وضو کررہا ہوں۔

لان فی العشق رکعتین لا	اسلئے کہ عشق میں ایسی دو رکعتیں ہیں
یجوز وضوء هما الابدم	جن کے لئے وضو صرف خون سے کیا
صاحبه.	جاتا ہے

منصور حلاج کے تمام اعضا کاٹ دیئے گئے مگر انکی پشت اور گردن کا اوپری حصہ باقی رہا۔ ان کی پشت اور گردن کے بالائی حصہ سے برابر یہ آواز آرہی تھی...... انا الحق، انا الحق۔ خلیفہ نے فرمایا۔ یہ وہ شخص ہے جو مرنے کے بعد بھی فتنہ کو جنم دے رہا ہے۔ دوسرے روز ان کے جسم کے تمام اعضا جمع کئے گئے اور جلا دیئے گئے۔ جس کی وجہ سے ان کا سارا جسم جل گیا اور خاکستر ہو گیا۔ لیکن انا الحق، انا الحق کی آواز برابر آرہی تھی۔ تیسرے روز ان کی خاک دریا برد کردی گئی اور خاک کے ہر ذرہ سے یہی آواز آرہی تھی۔ انا الحق، انا الحق۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی مرد پاک کو مرد پاک ہی تصور کر،	نخشبی مرد پاک مردے دان
جسکے ہر بال سے خود ثنا کی آواز آتی ہے	کہ بہر موی خود ثنا گوید
اسکی خاک اگر چہ دریا میں ڈال دیجائے	خاک اور اگر بأب دھند
سطح آب پر بھی وہ خاک مرحبا کہتی ہے۔	برسر آب مرحبا گوید

☆☆☆

۱۴۶ سلک صد و چھل و ششم

حضرت رابعہ بصریہ مقام خاص میں پناہ گزیں اور اخلاص میں پنہاں تھیں۔ ان کا ذکر پاک بحیثیت صنف نازک راہ سلوک میں لائق گرفت نہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایسی عورت تھی جو راہ سلوک میں کسی مرد سے کم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی رودادِ زندگی کو محض ''ذکر عورت'' سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ لوگوں کا بیان ہے ان کے والد محترم ایک تنگ دست اور مفلوک الحال انسان تھے ان کی تین لڑکیاں اور تھیں اور یہ چوتھی لڑکی تھی۔ اس لئے انھیں رابعہ کہا جاتا ہے۔ جس گھر میں پیدا ہوئی اس میں چراغ جلانے کے لئے چراغ میں تیل نہیں تھا۔ جس کے سبب ان کے والد محترم بہت زیادہ متفکر تھے۔ اسی شبِ ولادت ان کے والد خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا...... تم اطمینان رکھو، قطعی فکر نہ کرو۔ تمہاری یہ لڑکی عظیم شان والی ہوگی کہ ان کی شفاعت سے میری امت بخشی جائیگی۔ حضرت رابعہ اس منزل پر فائز تھیں کہ ہر روز چار ہزار رکعتیں ادا کرتی تھیں۔ اپنی ابتدائی زندگی میں

حضرت رابعہ گانے بجانے والوں میں شامل ہوگئیں تھیں اور حضرت حسن بصری کے ہاتھ پر انھوں نے توبہ کی اور عبادت کے لئے گوشہ نشین ہوگئیں اور ذکر وفکر ان کا مشغلہ ہوگیا۔ جب وہ اپنے گھر سے بہ ارادۂ حج نکلیں تو خانہ کعبہ نے ان کا استقبال کیا۔ خانہ کعبہ کو دیکھ کر حضرت رابعہ نے کہا...... میں اس گھر کو لے کر کیا کروں گی، ہمیں اس گھر کا مالک برتر چاہیے۔ اثناء سفر میں آپ کی سواری یعنی گدھا مر گیا۔ آپ نے عرض کیا -اے مولیٰ کیا ایک بیکس ولاچار عورت کے ساتھ یہ سلوک مناسب ہے؟ کہ خود تو اپنے گھر کے لئے بلایا اور میری سواری مجھ سے چھین لی اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ یہ مناجات ابھی مکمل نہیں ہو پائی تھی کہ گدھا دم ہلاتا ہوا زندہ ہوگیا۔ یہ واقعہ انھیں اس سفر میں کئی مرتبہ پیش آیا۔

رابعہ نے بارگاہ ایزدی میں یہ مناجات کی۔ اے خدا مجھے فقر عطا کر۔ القا ہوا یہ میرا قہر ہے اور سلوک کے مقامات میں سے ایک اہم مقام ہے۔ جب تک تم اس راہ کے ستر مقامات طے نہیں کروگی تمہیں مقام فقر نصیب نہیں ہوسکتا۔ حضرت رابعہ نے ہوا کی طرف دیکھا تو انھیں خون کا ایک بہتا ہوا سمندر نظر آیا جو ہوا میں معلق تھا، عرض کیا -یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا میرے عشاق کی آنکھوں سے جاری خونی اشکوں کا سیل رواں ہے جو میری یاد میں بہا ہے۔ اس کے باوجود دونوں جہاں میں ان کا نام ونشان تک نہیں۔ ایک مرتبہ دو صوفی حضرت رابعہ کی زیارت کرنے آئے دونوں نہایت ہی بھوکے تھے۔ ان کے دل میں تمنا تھی کاش کچھ کھانے کو ان کے یہاں مل جائے۔ اتفاق کہیے ان کے گھر میں صرف دو روٹیاں تھیں جو سامنے لاکر رکھ دی گئیں۔ اسی وقت ایک درویش آیا اور دو روٹیوں کا سوال کیا۔ حضرت رابعہ نے دونوں روٹیاں سائل کو دے دیں۔ ابھی کچھ دیر بھی نہ ہو پائی تھی کہ ایک خوبصورت کنیز آئی جس کے

ہاتھ میں بہت ساری روٹیاں تھیں۔ کنیز نے عاجزانہ انداز میں عرض کیا - میری مالکن نے یہ روٹیاں آپ کی خدمت میں بھیجی ہیں؟ حضرت رابعہ نے روٹیوں کو شمار کیا اور کہا نہیں یہ کسی اور کی روٹیاں ہونگی۔ اے کنیز تم روٹیاں سمیت واپس جاؤ۔ اپنی مالکن کو بتادو کہ رابعہ نے واپس لوٹا دیں۔ کنیز واپس گئی اور دوبارہ حضرت رابعہ کی بارگاہ میں لوٹ آئی۔ حضرت رابعہ نے روٹیاں شمار کیں اور کہا اے کنیز یہ روٹیاں یقیناً میری ہی ہیں۔ صوفیوں نے عرض کیا اے رابعہ یہ کیا معاملہ ہے ذرا آپ بیان کریں۔ ارشاد فرماتی ہیں ...... اے صوفی، میرے پاس صرف دو روٹی تھی اور وہ بھی تمہارے سامنے رکھ دی پھر اسے بھی خدا کی راہ میں دیدی، تمہارے سامنے حقیقت حال کے انکشاف سے میں شرمندہ ہوں۔ معاملہ کی وضاحت کرتے ہوئے رابعہ نے کہا وہ کنیز پہلی بار صرف اٹھارہ روٹیاں لیکر آئی تھی، اسی لئے میں نے کہا یہ روٹیاں میرے لئے نہیں کسی اور کے لئے ہیں کیونکہ وعدۂ الٰہی ہے۔ ایک کے بدلے دس اور دوبارہ کنیز ۲۰؍روٹیاں لیکر آئی تھی۔ وعدۂ الٰہی کے مطابق ہونے کے سبب میں نے ان روٹیوں کو قبول کرلیا جو آپکے سامنے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت رابعہ جنگل میں قیام پذیر تھیں اور تمام صحرائی جانور آپ کے ارد گرد جمع تھے۔ اسی دوران حضرت حسن بصری بھی وہاں آن پہنچے، حسن بصری کو دیکھتے ہی تمام جانور ہرن وغیرہ وہاں سے کھسک گئے۔ ایک بھی جانور نہ رہا۔ حسن بصری کو تعجب ہوا، اور حیرت سے پوچھا - اے رابعہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جانور مجھ سے کیوں بھاگ رہے ہیں اور تجھ سے مانوس کیوں ہیں؟ رابعہ نے کہا...... آج آپ نے کیا کھایا؟ فرمایا - گوشت اور روٹی۔ عرض کیا - جب آپ ان جانوروں کا گوشت تناول کریں گے تو پھر یہ آپ سے کس طرح مانوس ہوسکتے ہیں؟

ایک مرتبہ حضرت حسن بصری اپنے چند دوستوں کے ہمراہ بغرض ملاقات حضرت رابعہ کے یہاں پہنچے، دیکھا عبادت گاہ میں اندھیرا ہے۔ اس میں کوئی چراغ روشن نہیں۔ رابعہ اپنی عبادت گاہ سے نکلیں اور سر انگشت پر نظر ڈال دی جو صبح تک مثل چراغ جلتا رہا اور پورے علاقہ کو روشن کرتا رہا۔ ایک مرتبہ حضرت حسن بصری نے اس طرح مکالمہ فرمایا...... حسن بصری - اے رابعہ تم نے خدا کو کس طرح جانا؟

رابعہ - جس طرح تم نے جانا، میں نے بھی جانا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت رابعہ سے اس طرح مکالمہ کیا......

عام لوگ- آپ کہاں سے آئی ہیں؟

رابعہ- اس جہاں سے۔

عام لوگ- آپ کہاں جائیں گی؟

رابعہ- جہاں سے میں آئی ہوں۔

عام لوگ- اس جہاں میں آپ کیا کرتی ہیں؟

رابعہ- اجنبی لوگوں کی روٹی کھاتی ہوں اور اس جہاں یعنی آخرت کا کام کرتی ہوں

عام لوگ- خدائے پاک بندوں سے کب راضی ہوتا ہے؟

رابعہ- جب بندہ مصیبت اور مشقت میں اسی طرح صابر وشاکر رہتا ہے جس طرح وہ نعمت اور خوشگوار زندگی میں صبر وشکر کا مظاہرہ کرتا ہے۔

حضرت رابعہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا- صرف زبانی طور پر توبہ واستغفار جھوٹوں کا کام ہے۔ عارف وہ ہے جو دل سے اللہ تعالیٰ کو مانے اور اس کی تصدیق کرے اور جب معرفت ربانی حاصل ہو جائے تو دوسرے بندوں کی طرح خود کو تصور کرے اور

ذکر خدا کرتا رہے۔

ایک شخص غموں سے نڈھال ہو کر رو رہا تھا۔ حضرت رابعہ نے فرمایا۔ اے بندۂ خدا تو کیوں رو رہا ہے؟ اس نے جواب دیا، رنج و غم کے سبب رو رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا اگر تجھے غم ہوتا تو اس طرح نہیں روتے۔

موسم ربیع میں کسی نے دریافت کیا۔ اے رابعہ اس شدید گرمی میں آپ گلستاں کی طرف تھوڑی ہی دیر کے لئے کیوں نہیں آتیں تا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی پاک صنعتوں کا مطالعہ کریں اور مظاہر فطرت کا معائنہ کریں۔ آخر وہ کیا چیز ہے؟ جس نے آپ کو صنعتوں کے مشاہدہ سے غافل کر دیا ہے اور صانع کی معرفت سے اوجھل حضرت رابعہ نے فرمایا......

شغلی مشاهدة الصانع	کہ صانع عالم کے مشاہدہ نے مصنوع
عن مطالعة الصنع	کے مطالعہ سے مجھے غافل کر دیا۔

ایک شخص کے سر پر بندھی ہوئی پٹی دیکھ کر حضرت رابعہ نے فرمایا...... اس پٹی کا کیا سبب ہے؟ کہا۔ اے رابعہ میرے سر میں شدید درد ہے۔ ارشاد فرمایا...... اللہ تعالیٰ نے تمہیں تیس سال تک صحت اور تندرستی کی نعمت عطا کی مگر تم نے سر پر پٹی نہیں باندھا اور آج جب کہ صرف ایک دن درد میں مبتلا کر دیا تو تم نے پٹی باندھ لی۔ اس طرح تم نے اس کی ناشکری کی۔

کچھ لوگوں نے بطور امتحان کہا۔ اے رابعہ خدائے تعالیٰ نے تمہیں عورت ہونے کا شرف عطا کیا۔ اگر واقعی عورت کا ہونا شرف ہے تو تمہیں اس وقت پیغمبر ہونا چاہیے۔ ارشاد فرمایا...... ہاں ہاں میرے لئے صرف عورت ہونے کا شرف ہی کافی ہے۔ کم از کم ہمیں وہ مرد تو نہیں بنایا جو اپنے زعم و تکبر میں الوہیت کا دعویٰ کر بیٹھا اور کہا...... انا ربکم الاعلی۔

ایک مرتبہ آپ بیمار پڑ گئیں، کوئی بزرگ مزاج پرسی کو آیا اور کہا - اے رابعہ تم اپنے رب سے صحتیابی اور شفائے کلی کی دعا کیوں نہیں کرتی۔ ارشاد فرمایا...... میں دعا کیوں مانگوں؟ یہ اسکی مرضی پر موقوف ہے۔ اسنے جب چاہا زحمت عطا کی اور وہ جب چاہیگا صحت عطا فرمائے گا۔ وہ میرے لئے تکلیف کا ارادہ فرما رہا ہے اور میں اسکے ارادہ کے خلاف صحت وتندرستی مانگوں؟ یہ دوست کے خلاف دوست کا چلنا ہوگا۔ جو مجھے گوارہ نہیں۔ اس بزرگ نے فرمایا...... اے رابعہ تیری کوئی خواہش ہے مجھے بتاؤ۔ فرمایا...... میں ایک کنیز ہوں اور کنیز کی کیا خواہش ہوسکتی ہے میں کسی چیز کی خواہش کروں۔ اور وہ نہ چاہیے۔ یہ ناشکری مجھے پسند نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار رابعہ کو دیکھنے آئے، انھیں کافی خستہ حالت میں دیکھا۔ آپ سے نہ رہا گیا، فرمایا...... اے رابعہ اگر آپکی اجازت ہو تو میں مالداروں سے کچھ طلب کروں۔ آپ نے فرمایا...... کیا آپ اس قدر فحش غلطی کریں گے؟ مجھے یہ قطعی پسند نہیں۔ سنئے میرا بھی رازق وہی ہے جو مالداروں کا ہے اگر میرے لئے کچھ طلب ہی کرنا ہے تو صرف زہد وورع طلب کیجئے۔ میں کیسے کچھ طلب کروں؟ جبکہ میرا خدا میرے لئے کچھ نہیں چاہتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت رابعہ نے شوربے والا سالن بنانے کا ارادہ کیا۔ مگر نہیں بنا پائیں اس وجہ سے کہ ان کے دل میں پیاز کا خیال پیدا ہوگیا جب حضرت رابعہ نے ایک سبز چڑیا دیکھی جس کی چونچ میں پیاز تھی۔ انھوں نے صرف سوچا ہی نہیں بلکہ یقین کرلیا کہ یہ چڑیا نہیں شیطان ہے۔ اسی وقت انھوں نے ہانڈی کوز میں پر دے مارا۔ اور کہا اس قدر شک وشبہ کے ساتھ شوربہ نہیں کھانا چاہیے۔ عورتیں پہلے زمانے میں صرف شبہ کی وجہ سے کسی حلال چیز کے کھانے سے پرہیز کرتی تھیں۔ مگر اب ایسا

زمانہ آگیا کہ مرد لوگ بلاشبہ حرام کھانے سے بھی احتراز نہیں کرتے۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی مخلوق کی روزی کا ذکر مت کرو	نخشبی ذکر قوت خلق مکن
کہ خود تیرا کلام بے شبہ کلام ہے۔	خود کلامت کلام بے شبہ است
روزی خود کہتی ہے کہ وہ بے شبہ حلال	قوت گوید حلال بے شبہ
ہے اور اب یہ بلاشبہ حرام ہے۔	اینک اکنوں حرام بے شبہ است

☆☆☆

۱۴۷ سلک صد و چهل و هفتم

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے میں طریقت کے یوسف اور جہان حقیقت کے یعقوب تھے۔ انھیں ذوالنون اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ سوداگروں کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اور جوہروں اور موتیوں کو دریا میں ڈال رہے تھے۔ اسطرح سوداگروں کے جواہرات کم کرتے ہوئے چلے جارہے تھے۔ کچھ ہی لمحہ کے بعد سوداگروں نے حضرت ذوالنون کو ایک گھنی جھاڑی میں دیکھا اور خیال کیا شاید یہ چور ہیں۔ سوداگروں نے ان پر سختی شروع کی اور لعنت وملامت بھی۔ آپ اہل دریا کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا...... اگر یہ سوداگر ہمیں نہیں پہچانتے ہیں تو کوئی بات نہیں مگر تم لوگ تو ہمیں جانتے ہو اور میرے حال سے واقف ہو۔ اسی وقت بلا تاخیر سطح آب پر مچھلیاں ظاہر ہوئیں اور ہر ایک کے منہ میں ایک ایک موتی بھی تھا۔ ذوالنون مصری نے مچھلیوں سے موتی لے لے کر سوداگروں کو سونپ دیا اور کشتی سے نیچے اتر

پڑے۔ پانی پر چل کھڑے ہوئے اور سوداگروں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ بس اسی روز سے آپ کا لقب ذوالنون یعنی مچھلی والا ہو گیا۔ حضرت ذوالنون مصری نے بار ہا اپنے دوستوں سے فرمایا...... دوستوں کو ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ کیا یعنی انھوں نے کبھی بھی حضور ﷺ کی مخالفت نہ کی، نہ دین میں اور نہ ہی دنیا میں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا...... میرے نزدیک سب سے زیادہ جاہل وہ طبیب ہے جو مستی کی حالت میں مستوں کا علاج کرے یعنی ان سے دین کی باتیں کرنا جو دنیا میں مست ہو، کیونکہ یہ علاج سود مند نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری دیوار کے نزدیک بیٹھے اور فرمایا...... جس مرد کا تعلق براہ راست خدائے پاک سے ہوتا ہے وہ اگر دیوار پر ہاتھ مار کر کہے اے دیوار تروتازہ کھجور عطا کر دے تو دیوار اسے تروتازہ کھجور عطا کر دیتی ہے۔ اس قدر کہنا ہی تھا کہ دیوار سے تازہ خرما برسنا شروع ہو گیا آپ نے یہ بھی فرمایا...... کسی بندہ کی اس سے بڑھ کر اور کیا عزت و آبرو ہو گی کہ اس کے روبرو نفس کی ذلت نمایاں ہو جائے اور بندہ کے لئے یقیناً یہ ذلت ہے کہ لوگ اس کے نفس کی ذلت کو راز میں رکھیں اور ظاہر نہ کریں۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے...... عارف کبھی ایک حال پر نہیں رہتا کیونکہ اس کے لئے غیب سے دو حال نمایاں ہوتے ہیں اور ہر ساعت نمایاں ہوتا ہی رہتا ہے۔ عارف ''صاحب حال'' نہیں بلکہ صاحب حالات ہوا کرتے ہیں اور فرمایا...... معرفت کی حقیقت صرف معرفت سے حاصل ہوتی ہے جس طرح آفتاب صرف اپنی روشنی میں ہی نظر آتا ہے۔ اسی طرح جلوۂ حق خلاف نفس میں نظر آیا کرتا ہے اور عارف کا یہ حال ہے کہ وہ نہ اپنے نفس کو دوست رکھتا ہے اور نہ ہی مخالف حق سے دوستی

کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ اے ذوالنون! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں، آپ نے ارشاد فرمایا...... اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑو، نہ آگے کے لئے اور نہ ہی پیچھے کے لئے۔ عرض کیا۔ حضور! یہ کیا بات ہوئی کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ فرمایا...... اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس جو بھی موجود ہے اسے خرچ کر ڈالو۔ اس کے تعلق سے نہ بیتے ہوئے دنوں کے بارے میں کچھ سوچو! اور نہ ہی آنے والے دنوں کے بارے میں۔ حضرت ذوالنون مصری کے جنازہ مبارکہ کے تعلق سے لوگوں نے یہ بیان کیا کہ جب آپ کا جنازہ مبارکہ باہر لایا گیا اس وقت کسی مسجد سے مؤذن نے اذان دی اور جب مؤذن کلمۂ شہادت پر پہنچا حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ نے کفن کے اندر سے ''انگشتِ شہادت'' باہر نکالا اور لا الٰہ کے لفظ پر خدا کے ایک ہونے کا اشارہ کیا۔ لوگوں نے تعجب بھری نگاہوں سے اس واقعہ کو دیکھا اور یقین کرلیا کہ ابھی تک آپ اسی حیات ظاہری میں ہیں۔ مگر جب ان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ آپ آغوشِ موت میں محوخواب ہیں۔ لوگوں نے ''انگشت شہادت'' کفن کے اندر کرنے کی کوشش کی مگر نہ کر سکے اور ویسے ہی دفن کر دیا۔ یہ ان کی عظیم کرامت تھی جو معرفت خداوندی کے سبب عالم وجود میں آئی۔ حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ارباب زہد آخرت والوں کے امیر ہیں اور ارباب معرفت زاہدوں کے بادشاہ ہیں۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشی معرفت ایک عجیب سلطنت ہے	نخشی معرفت عجب ملکی است
جسکی آنکھیں سراپا بے نیاز ہوا کرتی ہیں۔	چشم او ہم سر غنا داند
زہد والے آخرت کے بادشاہ ہیں اور	زاہداں بادشاہ آخرت اند
معرفت والے زاہدوں کے بادشاہ ہیں۔	عارفاں بادشاہ زہاد اند

☆☆☆

(۱۴۸)

سلک صد و چھل و ہشتم

جاننا چاہیے، حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ زہد وورع، عبادت و ریاضت میں سب سے زیادہ مشہور و معروف تھے۔ ان کی ابتدائی زندگی کے تعلق سے لوگوں کا بیان ہے۔ حضرت معروف کرخی کا تعلق آتش پرست خاندان سے تھا، جب آپ چار سال کے ہوئے، والد گرامی انھیں نصرانی عالم کے پاس لے گئے تاکہ وہ نصرانی تہذیب و تمدن اور نصرانی عقائد کا علم سیکھ لے۔ معلم نے انھیں تعلیم دی، تختی لکھوائی اور کہا۔ کہو ثالث ثلاثۃٍ وہ تین خداؤں میں سے ایک ہے، حضرت معروف کرخی نے فرمایا......قل ھو اللہ احد، وہ تین میں سے ایک نہیں بلکہ وہ صرف ایک ہے اور تنہا اس کی ذات ہے۔

ایک مرتبہ حضرت معروف کرخی نماز پڑھ رہے تھے، ان کے پاس ایک قیمتی گھوڑا تھا جسے نماز کے وقت چھوڑ دیا تھا، وہ بھاگا اور کسی کے کھیت میں گھس کر چرنے لگا۔ حضرت معروف کرخی نماز سے فارغ ہوئے تو گھوڑے کو اسی کھیت میں چھوڑ دیا اور کہا اے گھوڑا جا میں نے تجھے اس کو سونپ دیا جس کا یہ کھیت ہے کیونکہ تم نے اس کے کھیت سے کھایا ہے۔

عاقل وہ شخص ہے جب اس پر کوئی مصیبت آن پڑے، اوّل روز وہ وہی کرے جو روزِ سوم کرے گا۔ اور فرمایا...... مروت ایک قسم کی خوشی اور رضا ہے، اور وہ کسی کے مروت دینے سے بہتر ہے۔ کسی نے پوچھا۔ اے معروف! دردِ دل کی دوا کیا ہے؟ فرمایا ......مخلوق سے دوری بنائے رکھنا ہے اور فرمایا...... اصحاب دنیا کی خدمت غلام کیا کرتے ہیں مگر اصحاب آخرت کی خدمت وہ انجام دیا کرتے ہیں جو آزاد ہوا کرتے

ہیں۔ مردکامل وہ ہے جو نہ مالداروں کو نصیحت کی نگاہ سے دیکھے اور نہ ہی حسد سے، جو درویشوں کو نہ تواضع سے دیکھے اور نہ ہی تکبر سے۔ اسی طرح نہ عورتوں کو شفقت کی نظر سے دیکھے اور نہ ہی شہوت سے۔ حضرت معروف کرخی نے یہ بھی فرمایا...... اس شخص پر حیرت واستعجاب ہے جو بیماری کے خوف سے کھانے سے پرہیز کرتا ہے مگر سزا کے خوف سے گناہوں کے مرتکب ہونے سے احتراز نہیں کرتا۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا...... روزی حاصل کرنا موت سے زیادہ سخت ہے کیونکہ روزی کمانے میں مخلوق کی اطاعت کی جاتی ہے اور خالق سے انقطاع کیا جاتا ہے اور موت میں مخلوق سے انقطاع ہے اور خالق کی اطاعت ہے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا...... کہ نبیوں کا ادنیٰ مرتبہ شہیدوں کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور شہیدوں کا ادنیٰ مرتبہ صالحین کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور صالحین کا ادنیٰ مرتبہ مومنوں کا اعلیٰ مرتبہ ہوا کرتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا...... آدمی کی قدر وقیمت اس کی خدمت سے ہوا کرتی ہے۔ یقیناً وہ شخص بیچارہ اور قابل رحم ہے جس کے پاس ہمت کا سرمایہ نہ ہو، ایسوں کی دنیا بھی قدر نہیں کرتی ہے۔ لوگوں نے بیان کیا- کسی سے انھیں اذیت پہنچی اس نے دیکھا کہ اس اذیت کے سبب معروف کرخی نے انھیں کچھ نہیں کہا تو وہ معذرت کرنے لگا۔ حضرت معروف کرخی نے فرمایا...... اے خواجہ خوش رہ، میں نے تمھیں دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی میں نے محسوس کیا کہ آپ سے یہ غلطی سرزد ہوئی ہے۔

فارسی قطعہ

تخشی از جفائے خلق مرنج
ایں نصیحت زعالم ملکی است
آدمی کیست کو زند زخمے
ہر بدو نیک کاں رسد فلکی است

اردو ترجمہ

اے تخشی مخلوق کے ظلم سے رنجیدہ مت ہو یہ نصیحت ایک تجربہ کار عالم کی ہے۔ کیا آدمی وہ ہے جس سے زخم پہنچے کہ اسے اچھائی یا برائی جو کچھ بھی پہنچی آسمان ہی سے پہنچی ہے۔

☆☆☆

سلک صد و چہل و نہم

جاننا چاہیے کہ حضرت سفیان ثوری اس بلند مقام پر فائز تھے جہاں سے وہ ثور آسمان کو بھی گاؤ کر دیتے تھے۔ انھیں ثوری اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے، سیدھا پاؤں مسجد میں رکھنے کے بجائے الٹے پاؤں سے داخل ہوئے۔ کسی گوشہ سے آواز آئی، اے ثور، بس اسی دن سے ثوری سے مشہور ہو گئے حضرت سفیان کے اندرون قلب سے ایک فریاد اُٹھی - اے سفیان اگر ہوش سے مسجد کے اندر قدم رکھتے تو تم انسانی دائرہ سے قطعی باہر نہ جاتے۔ فرمایا...... اصحاب احادیث کو حدیثوں کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، یعنی تمام احادیث پر عمل کرے اور اگر سب پر عمل نہیں کر سکتا ہے تو کم از کم پانچ حدیث پر ضرور عمل کرے، ایک دن حضرت سفیان ثوری غسل خانہ میں تھے۔ ایک شخص آیا اور کہا - انھیں حمام سے نکالو، کہ ہر عورت کے سر پر ایک دیو مسلط ہے اور ہر مرد پر اٹھارہ۔ لوگوں نے پوچھا - اے سفیان یہ کون سا زمانہ ہے؟ فرمایا...... یہ چپ رہنے اور گھروں میں چپک جانے کا زمانہ ہے۔ اور فرمایا...... جو لوگ ناجائز کمائی کا صدقہ یا خیرات کر دیتے ہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنے ناپاک کپڑے کو خون یا پیشاب سے دھوئے، اور فرمایا...... دوست کی معیت باعثِ خوشی و مسرت ہے کوئی اور چیز ہو یا نہ ہو اور ہر چیز ساتھ رہے صرف ایک دوست نہ ہو تو بس سمجھ لیجیے۔ یہ خوشی نہیں بلکہ ناخوشی ہے۔ جب آخرت کا سفر سامنے آیا، تو آپ نے فرمایا کاش میرے تمام اسفار ایسے ہی ہوتے۔ لوگوں کا بیان ہے حضرت سفیان ثوری نے وقت نزع اپنے خرقہ کے نیچے سے ایک تھیلی باہر نکالی جس میں تقریباً ہزار دینار تھے۔ آپ نے اس تھیلی کو بارش کے

حوالہ یہ کہہ کر دیا کہ اسے خدا کی راہ میں صدقہ کردو کہ درہم و دینار کی موجودگی اور اس سے محبت کے سبب رہِ عشق میں رکاوٹ آتی ہے، لوگوں نے عرض کیا۔ پھر آپ نے اسے اپنے ساتھ رکھا ہی کیوں تھا۔ آپ نے فرمایا اس سے میرا مقصد اپنے دین حق کو شیطان کے دام تزویر سے بچانا تھا اور وہ میں نے آج کرلیا، اس سے بار بار دل میں وسوسہ آتا، آج کیا کھاؤ گے؟ آج کیا پہنو گے؟ اور ہر بار میں یہی کہتا اے شیطانی وسوسے مجھ سے دور ہو جاؤ اور اپنی راہ لگ جاؤ۔ شیطان زید و عمر اور بکر کے دروازہ پر مجھے لیجانے کی ہمت نہ کرسکا۔

اردو ترجمہ	فارسی قطعہ
نخشبی سب آسمان ہی سے ہے اور جو کچھ بھی منفعت ہے اسی کے سہارے ہے۔ جان کے لئے جو نقصان دہ ہو زہر قاتل ہے۔ اس کا ارادہ کرنے میں کوئی منفعت نہیں۔	نخشبی ز سقف ہر چہ کہ ہست ہست بے شک ستون منفعتی زہر قاتل کہ شد مضرت جان نیت اوہم بروں ز منفعتی

☆☆☆

۱۵۰ سلک صد و پنجاہم

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ طریقت وحقیقت کے تاجدار تھے۔ حضرت گرامی ایک باغ میں پھولوں کو سونگھ رہے تھے، اچانک غیب سے ایک آواز آئی، کافروں کا لشکر آپہنچا، اہل باطن کی مدد نے اسے شکست فاش دیدی، اسی

اثناء میں اس مقام پر ایک منافق بھی آ گیا، اس نے دیکھا خواجہ شفیق پھولوں کے بیچ بیٹھے ہیں اور اس کی خوشبوؤں سے اپنی مشام جاں کو معطر کر رہے ہیں اس منافق نے کہا - اے خواجہ یہ کیسی لاپرواہی اور بیزاری ہے۔ ارے بھئی منافق لوگ اسی طرح پھولوں کے سیج پر رہا کرتے ہیں۔ اس نے خواجہ شفیق بلخی کو کافروں کے واقعۂ ہزیمت کی یاد دلائی اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا...... اے قوم مسلم، اگر تم مرے ہوئے ہو، تو تمہیں قبرستان چلا جانا چاہیے اور اگر زندہ ہو تو تمہارے لئے ہندوستان مناسب ہے اور اگر دیو ہو تو پرستان چلے جاؤ اور اگر کافر ہو تو کفرستان زیادہ بہتر ہے اور اگر تم مسلمان ہو تو اپنے اندر اسلام کی نشانیاں بتاؤ۔ ایک روز حضرت شفیق بلخی کی خدمت میں ایک بوڑھا انسان آیا اور کہا اے خواجہ میں بہت زیادہ گنہگار ہوں، میرے نامۂ اعمال میں بہت سارے گناہ ہیں میں توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں، کیوں نہیں؟ پھر عرض کیا میں کافی تاخیر سے آیا، فرمایا؟ موت سے پہلے جو کچھ بن پڑے کر لو۔ اس میں اب قطعی تاخیر نہ کرو۔ لوگوں نے پوچھا - اے خواجہ شفیق بدترین لوگ کون ہوتے ہیں؟ فرمایا...... وہ لوگ بدترین ہوتے ہیں جو توبہ کی امید پر گناہ کرتے ہیں، مگر زندگانی کی امید پر توبہ نہیں کرتے۔ حضرت شفیق بلخی نے یہ بھی فرمایا...... خدائے برتر و پاک جب ارباب طاعت کو موت سے ہم کنار کرتا ہے تو ان کے دلوں میں زندگی کی تاب و توانائی بھر دیتا ہے اور جب گنہگاروں کو موت دیتا ہے تو انھیں زندگی کی حالت ہی میں مردہ قرار دے دیتا ہے۔

لوگوں نے پوچھا - اے شفیق صدق کیا ہے؟ فرمایا...... صدق ایک ایسی صفت ہے جس کے سبب اصحاب صدق کا ذکر ہر ایک کی زبان پر رہتا ہے، صادق بھی ان کو یاد کرتے ہیں، اور کاذب بھی۔ ایک مرتبہ شفیق بلخی نے سفید لباس زیب تن کیا اور سرد آہ

بھرتے ہوئے فرمایا...... کاش میرا دل بھی اوروں کے دلوں کے مابین ایسا ہی ہوتا جیسا یہ کپڑا اور کپڑوں کے درمیان صاف شفاف ہے۔ لوگوں نے کہا - اے خواجہ آپ عورت کی خواہش کیوں نہیں رکھتے؟ فرمایا...... میرے اندر شیطانی صفت نہیں اور اسی مجلس میں آپ نے فرمایا...... شروع میں مجھے ضعف بھوک کی وجہ سے لاحق ہوئی اور قوت بڑھاپے کے سبب، مگر ایک عرصہ کے بعد معاملہ قطعی اس کے برعکس ہو گیا کہ ضعف پیری کے سبب لاحق ہوا، اور قوت بھوک کی وجہ سے۔ لوگوں نے ان سے متوکل کے بارے میں پوچھا، متوکل کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا...... متوکل وہ ہے جو کسی سے کچھ طلب نہ کرے اور اگر بغیر طلب مل جائے تو قبول کر لے، اور قبول کرنے کے بعد اس کی حفاظت نہ کرے۔ دریافت کیا - اے خواجہ مرد گوہری کے بارے میں بتایئے۔ آپ نے فرمایا...... مرد گوہری وہ درویش ہوا کرتا ہے جو خود کو تو انگر ظاہر کرے۔ خوشی کی حالت میں غمزدہ اور غمزدہ کی حالت میں اپنے آپ کو شاداں و فرحاں ظاہر کرے۔ اس طرح مرد گوہر دشمن کو بھی دوست گمان کرتا ہے۔

فارسی قطعہ	اردو ترجمہ
نخشبی دوست را مداں دشمن وقت او خوش کہ ایں زیاں دانست دشمن کس نشد کسے کہ آں کس دشمناں را دوستاں دانست	نخشبی دوستوں کو قطعی دشمن نہ تصور کرو، اسکا وقت نہایت خوشگوار ہوگا جس نے اسے ''زیاں'' تصور کیا۔ وہ شخص کسی کا دشمن کس طرح ہوسکتا ہے جو دشمنوں کو بھی دوستوں کی مانند تصور کرتا ہے۔

☆☆☆

۱۵۱

سلک صد و پنجاہ و یکم

جاننا چاہیے کہ تمام عالم کے بقاؤ وجود اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی بقا اور وجود پر ہے، کہ انھیں کے قدوم میمونیت کے سبب نو بہار عالم قائم و دائم ہے۔ اگر ان نفوس قدسیہ کا وجود نہ ہو، تو تمام عالم تباہ و برباد ہو جائے جیسا کہ ہمارے بزرگوں کا قول ہے......

لو لا الصالحین لهلک الطالحون. — یعنی اگر نیک لوگ نہ ہوں تو برے لوگ ہلاک ہو جائیں۔

انھیں بندوں میں سے تین ہزار لوگ ایسے ہیں جن کے قلوب مانند قلب آدم علی نبینا علیہ السلام ہیں۔ ستر لوگ ایسے ہیں جن کے دل آفتاب نصف النہار سے کہیں زیادہ روشن ہیں اور چالیس لوگوں کے دل حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں۔ صرف سات لوگوں کے قلوب مانند قلب ابراہیم علیٰ نبینا علیہ السلام ہیں۔ پانچ لوگ قلب جبرئیل کی مانند دل رکھتے ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام کے دل کی مانند صرف تین لوگ دل رکھتے ہیں اور ایک بندہ کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل کی مانند ہے۔ ان سب کے دلوں پر اللہ کی طرف سے باران رحمت ہوا کرتی ہے۔ وہ ایک جو سب میں کھرے سونے کی حیثیت رکھتا ہے جب ان کا وصال ہو جاتا ہے تو ان کی جگہ پر تین میں سے ایک فائز کر دیا جاتا ہے اور جب تین میں سے ایک کا وصال ہو جاتا ہے تو پانچ میں سے ایک کو ان کی جگہ دیدی جاتی ہے اور جب پانچ میں سے ایک چلا جاتا ہے تو ان کا مقام سات میں سے ایک کو عطا ہو جاتا ہے اور جب سات میں سے کوئی روپوش ہو جاتا ہے تو ان کی جگہ ستر میں سے کسی ایک کو دیدی جاتی ہے اور ستر میں سے

کسی ایک کا وصال ہو جاتا ہے تو ان کی پوشاک اور مرتبہ تین ہزار میں سے کسی ایک کو سونپ دیا جاتا ہے اور جب اس تین ہزار میں سے کوئی عالم بقا کو چلا جاتا ہے تو عام مومنین میں سے کسی ایک کو ان میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ یہ تین ہزار لوگ ہی بادشاہ ہیں اور راہِ سلوک کے نقیب۔

ستر لوگوں کو نجباء کا لقب دیا گیا ہے کہ یہی لوگ خدا کے برگزیدہ اور پسندیدہ افراد ہیں اور مخلوق میں روشن دل ہیں۔ چالیس لوگوں کو ''ابدال'' کہا جاتا ہے کہ یہی لوگ نبیوں کے بطور ''بدل'' ہمارے مابین جلوہ کناں رہتے ہیں۔ سات لوگوں کو ''اخیار'' کا لقب دیا گیا کہ بندوں میں سب سے زیادہ بہتر ہوا کرتے ہیں۔

پانچ لوگوں کا نام ''عماد'' رکھا گیا ہے کہ یہ افراد ہی دین وملت کے ستون ہیں

تین لوگ ''اوتاد'' کہلائے جاتے ہیں کہ ان کی حیثیت اس جہان تازہ میں میخ کی مانند ہیں اور وہ ایک جو سب میں افضل واعلیٰ ہوا کرتا ہے انھیں ''غوث'' کا لقب دیا گیا ہے کہ یہی تو تمام عالم جہاں کے فریاد رس ہیں۔ جب دنیا میں کسی قسم کے حادثات وبلائیں ظہور پذیر ہوتی ہیں تو سب سے پہلے تین ہزار لوگ دعا کرتے ہیں۔ ان کی دعاؤں سے اگر بلائیں نہیں ٹلتی ہیں تو ستر لوگوں کا گروپ دعا کرتا ہے ان کی دعا بھی اگر درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی ہے تو پھر سات کا گروپ دعاؤں میں منہمک ہو جاتا ہے۔ ان کی دعائیں بھی مستجاب نہیں ہوتی ہیں تو پھر پانچ کا گروپ اس کا بیڑا اٹھاتا ہے اور وہ خدا کی یاد میں دست بدعا ہو جاتا ہے۔ ان کی دعاؤں کا بھی اگر کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے تو اس کے بعد تین لوگوں کا گروپ دعا کرتا ہے۔ اگر ان کی دعاؤں سے بھی بلائیں نہیں ٹلتی ہیں تو پھر وہ فرد عظیم دعا کرتا ہے جو ''غوثیت عظمیٰ'' کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔ ان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ان کی دعاؤں کے رد ہونے کی کوئی وجہ نہیں

ہوتی۔ لوگوں کا بیان ہے۔ نقباء حدود شہر اور اس کے نواحی علاقوں میں سکونت پزیر رہتے ہیں۔ ابدال، ملک شام اور اس کے ارد گرد علاقوں میں، نجباء زمین مغرب اور اس کے اطراف واکناف میں رہا کرتے ہیں۔ عمود پوری روئے زمین کے اطراف و اکناف میں اپنا بسیرا کر لیتے ہیں اور اوتاد متفرق مقامات پر رہا کرتے ہیں اور غوث خاص طور سے مکہ معظمہ میں رہا کرتا ہے۔ غوث کا لباس بظاہر کمبل ہوتا ہے اور بظاہر مخلوق کے لئے کچھ نہیں کرتا مگر انھیں وہ مقام قرب حاصل رہتا ہے کہ عالم اور افراد عالم کے لئے وہ جو چاہتا ہے مانگ لیتا ہے اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوا کرتی ہیں۔

اے نوش وعیش کے خالق! شاہ و درویش کے رازق! انھیں برگزیدہ بندوں کے بطفیل خواب غفلت میں سوتے ہوئے انسانوں کو بیدار کر دے، عالم جہاں کے ننگوں کو اطاعت شعار افراد کی خلعت فاخرہ پہنا دے۔ صحرائے ضلالت وبدعت کے پیاسوں کو اپنے لطف وکرم کی شربت ارغوانی پلا دے۔ حضرت بنی ہاشمی ﷺ کے صدقہ میں انکی تمام پاک وطیب اولاد کے وسیلہ سے میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی ذات اقدس پر درود و سلام ہو۔ اے اللہ اپنی باران رحمت سے انھیں مالا مال کر دے۔

قد تمت هٰذهٖ الترجمة باللغة الاردويه من كتاب سلك السلوك للعلامة الفهامه الحافظ ضياء الدين نخشبى عليه الرحمته والرضوان، يوم السبت عشرۂ من رمضان فى سادسته و عشرين و اربعة عشر مِئاتٍ سنة من الهجرة النبويه ﷺ.

محمد شمشاد حسین رضوی

☆☆☆☆☆

اشاریۂ اعلام واشخاص

(الف)

☆☆☆

اکابر علماء اور دانشوروں کے تاثرات

حضرت ضیاء الدین نخشبی کے حوالہ سے

(۱) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ حضرت ضیاء الدین نخشبی کے تعلق سے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:-

''آپ بدایوں میں گوشہ نشینی کے اندر ہی اپنے کام میں مشغول رہے۔ آپ کی کئی کتابیں بھی ہیں۔ مثلاً سلک السلوک، عشرہ مبشرہ، کلیات وجزئیات، طوطی نامہ وغیرہ۔ آپ کی تمام تصنیفات بلند مرتبہ اور مضمون کے اعتبار سے ایک دوسرے سے متشابہ ہیں۔ سلک السلوک وہ کتاب ہے جو اپنی حلاوت، رنگینی اور لطافت بیانی کے ساتھ ساتھ پُر تاثیر حکایات ونصائح اولیاء سے لبریز ہے۔ آپ کی اکثر کتب میں ایک ہی طرز کے قطعات ہیں۔ جیسا کہ یہ قطعہ ہے:

نخشبی خیز بازمانہ بساز | ورنہ خود را نشانہ ساختن است
عاقلانِ زمانہ می گویند | عاقلی بازمانہ ساختن است

ترجمہ:- اے نخشبی! کھڑا ہو اور زمانہ کا ساتھ دے، ورنہ خود کو لوگوں کا نشانہ بنانا ہے۔ زمانہ کے عقلمندوں کا یہ مقولہ ہے کہ زمانہ کا ساتھ دینا ہی عقلمندی ہے۔

آپ کا حال جو ظاہر ہوا وہ یہ تھا کہ لوگوں کے میل جول سے علیحدہ رہتے اور کسی اعتقاد یا عدم اعتقاد سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کے زمانہ میں ضیاء نام کے تین آدمی تھے۔ ایک ضیاء سنائی جو شیخ نظام الدین اولیاء کے منکر اور مخالف تھے۔ دوسرے ضیاء برنی جو شیخ نظام الدین اولیاء کے معتقد اور مرید تھے اور تیسرے ضیاء نخشبی جو نہ شیخ نظام الدین اولیاء کے منکر اور مخالف تھے اور نہ ہی معتقد اور عقیدت مند تھے۔ اسی طرح سنا گیا ہے کہ ضیاء نخشبی شیخ فرید کے مرید تھے جو سلطان التارکین حمید الدین ناگوری کے خلیفہ اور پوتے تھے۔ واللہ اعلم۔ آپ کی وفات ۷۵۱ھ میں ہوئی۔

اخبار الاخیار (اردو) صفحہ نمبر ۲۲۵

(۲) مؤلف 'تذکرۃ الواصلین' حضرت ضیاء نخشبی کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:-

''خواجہ ضیاء الدین نخشبی ہمعصر[1] نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز

---

[1] مؤلف تذکرۃ الواصلین نے حضرت ضیاء الدین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کا ہمعصر اور ہم زمانہ تحریر کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں۔ کیونکہ ہمعصر ہونے کیلئے دونوں بزرگوں کے مابین صرف زمانہ کا موافق ہونا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دونوں بزرگوں کے مابین اعتقاد کا رشتہ بھی مضبوط ہونا

کے تھے۔ نہایت درجہ کے عالم اور فاضل اور صاحب نسبت تھے۔ علم طب وموسیقی میں آگاہی رکھتے تھے۔ بہت سی کتابیں آپ نے

(گزشتہ سے پیوستہ)

چاہئے تاکہ ہمعصر کا اطلاق ترجیحی بنیاد پر کیا جا سکے۔ اس اعتبار سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ضیاء الدین نخشبی علیہ الرحمہ کا رشتۂ اعتقاد حضرت شیخ ابوبکر موئے تاب عرف چھوٹے سرکار سے مضبوط تھا۔ بلکہ مابین مودّت بھی حاصل تھی۔ جیسا کہ خود ضیاء الدین نخشبی نے سلک نمبر ۵۸ میں تحریر کیا ہے:-

''حضرت شیخ ابوبکر موئے تاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے انگ انگ میں حیرت واستجاب کا جلوۂ زیبا رکھتے تھے۔ جب اِس دارِ فانی سے دارِ بقا کو رخت سفر باندھا اور برائے سفر آخرت محوِ خرامِ ناز ہوئے تو یہ بندۂ ناچیز ان کی عیادت کو حاضر ہوا۔ میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ ہر وقت، ہر لمحہ یہ شعر آپ کے وردِ زباں رہتا تھا جس میں اَنگنت قسم کے سرور ونشاط اور نغمہ وکیف پائے جاتے ہیں۔ وہ شعر یہ ہے

قالب چوں غبار است میانِ من وتو   آمد گہہ آنکہ از میاں برخیزد

یعنی میرے اور تیرے درمیان یہ قالب بھی مثل غبار ہے۔ کبھی تو ایسا وقت آئے کہ درمیاں سے یہ پردۂ غبار بھی اُٹھ جائے۔

اِس روایت کا ایک ایک لفظ قربِ خاص اور انمٹ رشتۂ اعتقاد کو ثابت کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت چھوٹے سرکار کے وصال کے بعد غسل پاک دینے میں حضرت ضیاء الدین نخشبی بھی شریک تھے۔ یہاں دونوں بزرگوں کے مابین زمانہ میں بھی موافقت پائی جاتی ہے اور اعتقاد کا رشتہ بھی مضبوط دکھائی پڑتا ہے۔ لہٰذا سوانح نگاروں کو چاہیئے کہ حضرت ضیاء الدین نخشبی کو چھوٹے سرکار کا ہم زمانہ اور ہمعصر لکھیں۔ یہی بہتر اور مناسب ہے۔ محمد شمشاد حسین رضوی

تصنیف فرمائیں۔ مثلاً سلک السلوک، عشرۂ مبشرہ، کلیات و جزئیات، طوطی نامہ، شرح فاطلبنی تجدنی، چہل ناموس وغیرہ آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ عہد سلطان المشائخ میں تین اشخاص ضیاء الدین کے نام سے مشہور تھے۔ ایک ضیاء الدین برنی صاحب 'تاریخ فیروز شاہی' جو مرید خواجہ نظام الدین قدس سرہ العزیز کے تھے اوران کا مزار دہلی میں جوارِ روضۂ حضرت محبوبِ الٰہی کے ہے۔ دوسرے ضیاء الدین سنائی کہ وہ منکر حضرت سلطان الاولیاء صاحب کے تھے۔ تیسرے خواجہ ضیاء الدین نخشبی جن کا حال ہم لکھتے ہیں۔ یہ نہ محبوبِ الٰہی کے منکر تھے، نہ معتقد اور یہ مرید شیخ فرید الدین قدس سرہ العزیز نبیرۂ سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری کے مشہور ہیں۔ آپ شاگرد حضرت شہاب الدین مہمرہ کے تھے۔ بعد وفات اپنے استاد کے حصولِ علم میں شہاب الدین مہمرہ کی قبر سے بہت فیض حاصل کیا۔ صاحب کتاب نتائج الشعرا لکھتے ہیں کہ وہ عجائب روزگار سے تھے اور لوگ کہتے ہیں کہ بدایوں میں پیدا ہوئے اور اکثر الفاظ ہندی آپ کی زبان سے نکلتے تھے۔ اگر کوئی ایرانی یا تورانی تیس برس تک ہندوستان میں آکر رہتا تو ایسے الفاظِ ہندی نہیں بول سکتا۔ کتب جزئیات وکلیات جو علم طب میں آپ نے لکھی ہے اس میں ہندی نام دواؤں کے درج فرمائے۔"

تذکرۃ الواصلین فصل دوم صفحہ نمبر ۸۳

(۳) سلسلۂ برکاتیہ کے روحِ رواں تاج العلماء حضرت علامہ سید محمد میاں قادری قدس سرہ العزیز حضرت ضیاء نخشبی علیہ الرحمہ کی شخصیت اور ان کی کتاب سلک السلوک کی عبارتوں کو بطورِ سند پیش کرتے ہیں:-

''حضرت ضیاء نخشبی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ طریقت میں سو مقام ہیں۔ جب سیدھی چال چلنے والا سالک ۱۷ ویں مقام پر قدم رکھتا ہے تو ایسے کرامات اور تصرفات اسے حاصل ہوجاتے ہیں اور ۸۳ مقامات اور اسے اس سے اوپر ہیں۔ جب تک انہیں حاصل نہ کرلے اس کا کام معطل ہے۔ ان کے لئے اِمداد اور تربیت پیرو مرشد کی اسے ضرورت ہے تاکہ وہ اسے ان سب مقامات پر پہنچادے اور ان کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور نوازشیں خاص ہوتی ہیں۔''

اصح التواریخ صفحہ نمبر ۳۶۵

۴) موجودہ دور کے محقق و مفکر جناب ڈاکٹر خلیق انجم صاحب نے اپنے تاریخی مقالات میں حضرت ضیاء الدین نخشبی علیہ الرحمہ کے تعلق سے ایک طویل مقالہ بھی شامل کیا ہے جس میں انہوں نے تحقیق و جستجو کی پُر خار وادیوں سے گزرتے ہوئے حضرت ضیاء نخشبی کے حالات و کوائف اور ان کے علمی، فنی اور فکری خدمات کا تفصیل سے ذِکر کیا۔ اس کے علاوہ حضرت کے جس قدر بھی تصنیفات ہیں مختصر انداز میں ان تمام کتابوں کا تعارف بھی پیش کیا ہے۔ ذیل

میں حضرت کی کتاب 'طوطی نامہ' کے تعلق سے تاریخی مقالات میں جو تعارفی خاکہ ہے پیش کیا جارہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:-

''طوطی نامہ مولانا نخشبی کی تصانیف میں اس کتاب کو خاص شہرت حاصل ہوئی ہے۔ یہ کم وبیش ۵۵۰ صفحات پر مشتمل ہے جو ۷۳۰ھ مطابق ۱۳۳۰ء میں مکمل ہوئی۔ طوطی نامہ کے ماخذ کے متعلق بھی عرض کردینا ضروری ہے۔ سنسکرت کی ایک مشہور کتاب 'کوکا سپتی' ہے۔ ایک شخص نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا لیکن اصل کی خوبی ترجمہ میں پیدا نہ کرسکا۔ ضیاء نخشبی نے اپنے دوستوں کے اصرار پر اس کام کو دوبارہ کیا اور اس انداز میں کیا کہ اصل سنسکرت کی پوری روح کو فارسی کے قالب میں ڈھال دیا اور اپنے موزوں قطعات اور رنگین اشعار سے اس میں ایک ایسی دل آویزی پیدا کردی کہ جو اسے پڑھتا بس محو ہوکر رہ جاتا۔ نخشبی کا ترجمہ ۵۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ شہنشاہ اکبر کو سنسکرت کی کتابوں میں جو دِلچسپی تھی اس سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ اس نے سنسکرت کی متعدد کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔ کوکا سپتی کو سادہ زبان میں منتقل کرانے کا خیال آیا تو ابوالفضل کو اسی کام پر متعین کیا۔ ابوالفضل نے ضیاء نخشبی کے طوطی نامہ کو اور زیادہ سہل بنادیا۔ ۱۷ویں صدی میں محمد قادری نے اس کا خلاصہ ۳۵ ابواب میں کردیا۔ قادری کا خلاصہ بہت مقبول ہوا اور دنیا کی دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ

کیا گیا۔ ہندی میں غواصی نے ترجمہ کیا۔ بنگالی میں سی۔ منشی نے منتقل کیا۔ ترکی زبان کا جامہ عبداللہ آفندی نے پہنایا۔ حمید لاہوری نے اس کو نظم میں منتقل کیا۔ ایران میں بہت سے افسانے جو چہل طوطی کے نام سے رائج ہیں اسی سے لیے گئے۔ نخشبی کی تصانیف سے یوروپ ۱۸ویں صدی کے آخر میں متعارف ہوا۔ ۱۷۹۲ء میں M. Gerrans نے طوطی نامہ کی ۱۲ کہانیوں کا ترجمہ انگریزی میں کیا۔ جیرانس بھی غالباً پہلا مستشرق ہے جس نے ضیاء نخشبی کی طرف توجہ دی اور مغرب کو اس سے روشناس کرایا۔

اسی تاریخی مقالات میں ڈاکٹر خلیق انجم سلک السلوک کے حوالہ سے لکھتے ہیں:-

''ضیاء نخشبی کی تصانیف میں سلک السلوک کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس میں ۱۵۱ لڑیاں ہیں جن میں گوہر آبدار کو پرو کر تصوف کے دھاگے میں اعلیٰ مضامین کا دلکش تحفہ تیار کیا گیا ہے۔

ایں لولوئے آبدار را برصد و پنجاہ و یک سلک منسلک و منتظم گردانیدہ آمد و ایں مجموعہ را سلک السلوک نام نہادہ شد وباللہ التوفیق علی الاتمام۔ قطعہ

نخشبی گرچہ مردِ درویش است	لیک زیں گنہ ملکہا دارد
گر توانگر بخوانمش شاید	اینک از دُر سلکہا دارد

حضرت مترجم کی دیگر اہم کتابیں

- مولانا حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری (غیر مطبوعہ)
- دعوت اسلامی کا ایک تجزیاتی مطالعہ
- حقیقت یا افسانہ
- ماہِ طیبہ
- مجرم تم نہ کہ ہم
- تبلیغی جماعت کا فریب
- خنجر حق
- حرف زا کی تحقیق
- لفظ بریلوی کی تحقیق (غیر مطبوعہ)
- دار العلوم شاہ ولایت

Ar-Rauf Publication
الرؤف پبلیکیشن دہلی
AR-RAUF Publication
205/6, Old Kardampuri, Shahdara, Delhi-94
9999253492

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری

الرحیق المختوم

سیرت نبوی پر دنیا بھر میں اول انعام یافتہ کتاب

المکتبۃ السلفیۃ لاہور